

اردو زبان میں تفسیر ذرہ شریف کی سب سے جامع اور عمدہ شرح

طیب الوردہ

شرح تفسیر ذرہ شریف

مُصَنَّف

امام محمد بن سعید الوصیری

شاخ

علامہ ابوالحسن اسد محمد اسد مدنی

ضیاء الفکر پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

جملہ حقوق بحق جامعہ حسنت العلوم محفوظ ہیں

نام کتاب	شرح قصیدہ بردہ شریف
مصنف	امام محمد بن سعید بصری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم و شارح	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت	مئی 2009ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	SS2
قیمت	215/- روپے

نقشہ اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

ڈاکٹر پارروڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ انکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411 فیکس:- 021-2210212

e-mail:- Info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

عرض ناشر

قصیدہ بردہ شریف ایک عاشق دلگداز کے قلب مضطرب سے نکلی ہوئی وہ پرکیف صدا ہے، جس کو اس کے محبوب نے بعد انداز رعنائی و دلربائی اپنے حریم ناز میں اذن باریابی بخش دیا تھا۔ اسی لیے اہل درود و سوزا سے صدیوں سے حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ خداوند بزرگ و برتر کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اب ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو بھی اس گوہر نایاب کی اشاعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

اس اشاعت کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ علامہ ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حسین و جمیل اور دل آویز و دل آفریں علمی شرح سے مزین ہے۔ حضرت علامہ کا علمی حلقوں میں جو مقام ہے اور آپ علمی ثقافت کے جس مرتبہ پر فائز ہیں اہل ذوق اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس سے قبل ادارہ ضیاء القرآن کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت علامہ کی عمر بھر کی کاوش و کوشش کے ثمر "تفسیر الحسنات" کو سات جلدوں میں شائع کر چکا ہے۔ اس معرکہ آلا راہ تصنیف نے خواص و عوام میں بڑی ہی گراں قدر مقبولیت حاصل کی ہے۔ یہ سب حضرت علامہ کے مخلص اور ہونہار فرزند جناب مولانا سید خلیل احمد صاحب قادری مدظلہ العالی کی توجہ اور اعانت سے ممکن ہو سکا۔ اب آپ نے ادارہ کی کارکردگی پر اطمینان و تحسین کا اظہار فرماتے ہوئے ہمیں حضرت علامہ کی تمام تصانیف شائع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ زرنگار کی پہلی کڑی "طیب الوردۃ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

اگر خداوند کردگار کا فضل و کرم شامل حال رہا تو ادارہ اپنی عظیم فنی و طباعتی روایات کے مطابق جلد ہی آپ کی جملہ تصانیف قارئین محترم کی خدمت میں پیش کر دے گا۔

محمد حفیظ البرکات شاہ

صاحب قصیدہ بردہ علامہ بوصری رحمۃ اللہ علیہ

عشق مصطفیٰ اور نعت گوئی: سرکارِ دو عالم جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے اظہارِ محبت و عقیدت مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے، صحابہ کرام اور صالحین امت اسی جذبہٴ محبت سے سرشار تھے اور یہی چیز ان کے لیے مایہٴ صد افتخار رہی۔ امت مسلمہ کے شاہ و گدا کے درجات و مراتب کا معیار بھی محبت رسول ہی رہا ہے۔ عمل بالقرآن، اتباع سنت رسول، صلوٰۃ و سلام، نعت و منقبت اظہارِ محبت کے مختلف انداز ہیں۔ اور عاشقانِ رسول اسی متاعِ عزیز کے سہارے کائناتِ ارضی پر چھائے رہے۔

آنکہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست بحر و بر در گوشہٴ دامنِ اوست محبت رسول ہی وہ جذبہ ہے۔ جس کی بدولت شرقی و غربی، عجمی و عربی، رومی و شامی، گورے اور کالے، شاہ و گدا مدحتِ سراء رسول ہوئے۔ سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں جینے والوں میں سے نعت خوانانِ رسول کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ عالمِ اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں میں مدحتِ سراء رسول بڑے بلند و ارفع مقام پر فائز رہے۔ عربی زبان میں نعت رسول کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔ فارسی، اردو میں نعتیہ اشعار کا بحرِ ذخار موجود ہے۔

قصیدہ بردہ: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لے کر علامہ بوصری صاحب قصیدہ بردہ کے عہد تک (608ھ تا 695ھ) ہزاروں قصائد لکھے گئے جو سرکارِ دو عالم کے محاسن سے پر ہیں۔ مگر علامہ بوصری کے قصیدہ بردہ کو جس خاص شفقت سے نوازا گیا ہے۔ وہ حضرت بوصری کا ہی حصہ ہے۔ اس قصیدہ کو خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے صاحبِ قصیدہ کی زبانی خواب میں سنا۔ چادرِ انعام میں بخش، بدنی اور روحانی بیماریوں سے نجات دی اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے نعت خوانوں میں منفرد اور ممتاز مقام بخشا۔ شیعہ رسالت کا وہ کون سا پروا نہ ہے جو بوصری کا زبان سے کہا ہوا قصیدہ نہیں پڑھتا۔

مشائخ، علماء اور صوفیہ نے اسے ہر دور میں حرزِ جان بنایا، ہر مجلس میں پڑھا، ایک بار

نہیں، ہزار بار پڑھا۔ لاکھوں صالحین امت اسی قصیدہ بردہ کو پڑھتے پڑھتے بارگاہ نبوت میں باریاب ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقان رسول کو ایک مقبول و مرغوب روحانی غذا دی وہاں صاحب قصیدہ کو آسمان شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جہاں بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔

علامہ یوصیری: محمد بن سعید المعروف بہ علامہ یوصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال 608ھ (7 مارچ 1213ء) مصر میں ایک قصبہ دلاص میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ صہاجہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض تذکرہ نگار آپ کو صہاجی اور مقام ولادت کی وجہ سے دلاصی اور مقام سکونت کی وجہ سے یوصیری لکھتے آئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے یک گونہ کمال حاصل کر لیا۔ آپ کے کلام میں جن اصطلاحات اور تمیحات کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث، سیر، مغازی اور علم کلام میں پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ علم ادب، بدیع، بیان اور صرف و نحو میں مشاق و کھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام دیوان یوصیری مصر میں کئی بار چھپا۔ انگریزی اور جرمنی میں اس کے تراجم ہوئے۔ یہ دیوان آپ کی قادر الکلامی پر شاہد عاقل ہے۔ اہل علم نے آپ کے شاعرات کمالات اور ادبی مقام پر دو تھیں پیش کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سیوطی، علامہ ابن العما و حنبلی، ابن شا کرکتی، پطرس بستانی (صاحب ادباء العرب) ابن سید الناس (حضرت یوصیری کے شاگرد) جیسے حضرات نے بڑی فراخ دلی سے آپ کے کمالات علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مستشرقین میں سے نفکسن اور آبربری بھی آپ کی جلالت شان کے قائل ہیں۔

بیعت: آپ تصوف میں حضرت ابو العباس احمد المرسی (م 686ھ) کے مرید تھے۔ اور آپ سے ہی روحانی مقامات طے کیے۔ آپ اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق فکر معاش کو دور کرنے کے لیے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے شاہی کاتب تھے۔ بعد ازاں مختلف درباروں تک رسائی حاصل کی۔ عمر کا ایک حصہ اس بادیہ میں گزارنے کے بعد آپ

نے اپنے آپ کو ثناء خوانی رسول کے لیے وقف کر دیا۔ اور پھر کوئے حبیب سے عمر بھر قدم باہر نہ رکھا۔

علامہ بوسیری جس زمانہ میں پیدا ہوئے مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل ابو بکر مصر و شام کا حکمران تھا۔ مگر اس کی وفات کے بعد ایوبیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگر مختلف لوگ تخت نشین ہوتے رہے۔ ایران و توران، عباسیہ اور خوارزمیوں کی باہمی کش مکش کا میدان بنے ہوئے تھے۔ مصر و شام صلیبیوں کے حملوں اور پھر باہمی آویزشوں کا نشانہ تھے۔ شمال سے تاتاری حملہ آور عظمت اسلام کو تہس نہس کر رہے تھے۔ ان حالات میں عالم اسلام پر جو کچھ گزری وہ علامہ بوسیری کی نظروں کے سامنے گزری۔ آپ دس سال تک بیت المقدس میں مصروف ریاضت و عبادت رہے۔ پھر سرزمین حجاز میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے شیخ کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔

بوسیری کے عہد میں مسلمانوں کی حالت: پروفیسر نکلسن نے آپ کے عہد کو شاندار تاریخ کا المناک اختتامیہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد مسلمانوں کی ترک، مغل اور ایرانی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مگر عازیان اسلام کا ہر اول دست کہاں گیا جو مدینہ منورہ سے صلوة و سلام کی تازگی لے کر روانہ ہوا تھا۔ عرب کے وہ جیلے کن وادیوں میں کھو گئے جو شعلہ بد اماں زباں، برق پاش فصاحت اور آتش زیر پر کواریں لے کر باطل پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ عرب کے وہ حدی خواں کہاں گئے جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اپنے زمانے کے متدن ترین خطوں میں لہرایا تھا، دنیا کے مزاج کو بدلا تھا، سوچنے کے انداز بدلے تھے، ذہن انسانی کو نئے افکار سے روشناس کیا تھا۔ بوسیری کے زمانہ میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزہ زاروں اور نیل کی وادیوں میں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ انہی مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، لٹرائٹا کارواں شکست خوردہ قوم اور احساس شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا۔ بے منزل، بے مقصد

اور بغیر کسی نصب العین کے ایک معاشرہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ۱۲۱ عہد کا ادب جس میں علامہ بصری کو زبان فصاحت و اکراپنزی ایک جمودی ادب تھا۔ ایک مایوس اور قنوطیت زدہ قوم کا ادب تھا، ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان تھا، سیاسی انحطاط، معاشی بد حالی اور ثقافتی بے راہ روی اس ادب کا خاصہ بن چکے تھے۔ شعراء پر جمود تھا اگرچہ شاعر تھے، دیوان بھی مرتب ہوئے تھے، شعر بھی کہے جاتے تھے۔ لیکن حقیقی، معری اور ابن الفارض سے اس دور کے شعراء کو کیا نسبت تھی۔ ہاں ہمہ علامہ بصری نے اس دور میں ایک اچھا ادب پارہ پیش کیا۔ جسے ہم قصیدہ بردہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قصیدہ بردہ کی مقبولیت: ناقدین نے اس قصیدہ عالیہ کی ادبی خوبیوں اور بعض مخصوص صنعتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قصیدہ بردہ کو مصنف نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر فصل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے محاسن و کمالات کو انوکھے انداز میں بیان کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عاشقانِ رسول کے لیے بڑا قابلِ قدر سامان جمع کر دیا ہے۔ میلادِ پاک سے لے کر وصالِ مبارک تک آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی محبت سے بیان کیا ہے۔ 162 شعروں کا یہ قصیدہ **مرصع الملل کی روحانی غذا** بنا ہوا ہے۔ ابتدائے کار سے لے کر آج تک اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے روحانی قالاؤں کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اس سے ایمان کی بارگاہیں حاصل ہوتی رہیں۔ ذخیرہ جان اگر پڑھا جاتا رہا، مقدس عبادت گاہوں کے درو دیوار اس کے اشعار سے حزین رہے۔ اور اب تک اہل اللہ کی پاکیزہ مجلس میں اہتمام سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ شعراء نے اس قصیدہ پر ہزاروں قصیدیں لکھیں، سیکڑوں شرحیں کیں اور درجنوں تھلیریں لکھیں۔ اگر ہم ان تمام شروح و متعلقات کی تفصیل لکھیں تو ایک دفتر درکار ہے۔ تاہم قارئین کے ذوق کے لیے ہم ایک مختصر سا خاکہ ان متعلقات کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں ماہر کتابیات ترکی عالم علامہ مصطفیٰ بن عبد اللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب مجلسی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الظنون کی جلد دوم (مطبوعہ استنبول 1943ء) میں درج کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی نگاہ میں عربی زبان میں قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گزری ہیں۔ جنہیں ہر دور کے معروف شعراء، ادباء، علماء اور صوفیہ نے تالیف کر کے اپنے ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ بیس تحمیسیں، چودہ تسبیحیں (قصیدہ کے ہر شعر کے پہلے مصرع کو لے کر اس کے ہم قافیہ وردیف پانچ مصرعوں کے اضافہ کو تسبیح کہتے ہیں) نو تظہیریں (ہر شعر کے درمیان میں دو مصرعوں کا اضافہ تظہیر کہلاتا ہے) اور کئی ایک تزیلیں (ہر شعر کے نیچے چند مصرعوں کے اضافہ کو تذیل کہتے ہیں) اور سیکڑوں تقسیمیں لکھی گئی ہیں۔ ان شرحوں اور تقسیموں کے علاوہ قصیدہ بردہ کے متعدد تراجم دنیا کی اکثر زبانوں میں کیے گئے۔ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی، ملائی، فارسی، اردو، ترکی اور پنجابی میں بڑے بڑے ترجمے لکھے گئے اور ان میں سے اکثر چھپے۔ ان دنوں اردو تراجم میں خان بہادر محمد حسین خاں، مولانا عزیز الدین بہاولپوری، مطبع مجیدی کانپور، تاج کمپنی لاہور، اصح المطابع کراچی اور مولانا نور بخش توکلی مجددی، علی حسن صدیقی اور محمد فضل احمد عارف کا ترجمہ بہت مقبول ہے۔ مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں ترجمہ لکھا۔ پنجابی کے اکثر ترجمے پنجابی شعروں میں لکھے گئے۔ مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم مؤلف تفسیر نبوی کا پنجابی ترجمہ خاصا مشہور ہوا۔ جاوا (انڈونیشیا) میں جاوی زبان میں 1313ھ میں ترجمہ طبع ہوا۔

زیر نظر شرح قصیدہ المعروف بہ طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد وزیر خاں کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ حضرت مؤلف علامہ 1945ء میں زیارت روضہ سرکار دو عالم ﷺ کو حاضر ہوئے اور مواجہہ مبارک کے سامنے کھڑے قصیدہ بردہ پڑھتے رہے۔ زیارت سے فیض یاب ہوئے اور اردو شرح قصیدہ لکھنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ وطن آکر یہ مفصل شرح لکھی اور زیور طبع سے آراستہ کی۔

حضرت مؤلف ایک شاعر، عالم دین خطیب اور صوفی بزرگ تھے، انہوں نے اس قصیدہ کی شرح میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ جا بجا فارسی، اردو شاعروں کے اشعار کا موقع محل کے مطابق اضافہ کیا۔ علامہ خرپوتی کی عربی شرح قصیدہ بردہ آپ کے سامنے تھی۔

اسے آپ نے اپنی شرح کا سب سے بڑا ماخذ قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو بڑی محبت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا ایڈیشن 1946ء میں شائع ہوا۔ اہل ذوق نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور حرز جان بنایا۔

نیا ایڈیشن: ہمارے دوست جناب محمد حفیظ البرکات شاہ منیر ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا ذوق ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں زور کثیر خرچ کر کے اس شرح کے دوسرے ایڈیشن کو بکمال خوبی طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے اور حضرت مؤلف کے صاحبزادے جناب مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی خاص اجازت سے عشق و محبت کا یہ ادب پارہ آپ کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد اہل محبت کی تشنہ کامی میں ضرور کمی ہوگی اور اہل ذوق اسے پسندیدہ نظروں سے مطالعہ کریں گے۔

اقبال احمد روتی 24 نومبر 1973ء

C-12 شاد باغ لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ مفسر قرآن مشہور زمان

حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لاہور کو قطب الاقطاب کے نام سے موسوم کیا تھا۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اس شہر نے ان بیسیوں برگزیدہ ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے دہریت اور الحاد کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو روشنی کے منار دکھائے تھے۔ مذہبی رسموں کی تطہیر، روزمرہ کے امور حیات میں پاکیزگی، روح کی نجات اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کے جو آفتاب ان بزرگوں نے تراشے تھے، وہ آج بھی تابناک ہیں۔ رشد و ہدایت کے انہی آفتاب سازوں میں مفسر قرآن غازی کشمیر، صدر مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی ذات گرامی ہماری یادوں کی ہر گز محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی پاکیزہ شاہراہ حیات میں حسن عمل کے جو پھل اگلائے تھے وہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ البتہ شعبان المعظم کا چاند جو نبی آسمان پر طلوع ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کے دل میں ان کی محبت کے دھیمے دھیمے چراغ یک دم بجڑک اٹھتے ہیں۔ جزیرۃ العرب، ایران اور ہندوستان ہی تین ملک ہیں جو حضرت علامہ قادری کے آبائے اجداد کا مسکن رہے۔ جب کہ حضرت علامہ کی تاریخ حیات ہندوستان اور پاکستان وابستہ ہے۔ حضرت علامہ کے بزرگان سلف عرب سے ہجرت کر کے ایران کے شہر مشهد میں قیام پذیر رہے۔ بعد میں بلگرام اور فرخ آباد منتقل ہوئے اور آخر میں ہندوستان کی ریاست الور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندو راجپوت اس ریاست کے حکمران تھے اور اس دور کا حکمران راجہ سبہ ہری سنگھ تھا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ راجہ جہاں علم دوست تھا

وہاں مسلم دوست بھی تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں علم و فن پھر اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے۔
 بہت فروغ پایا۔ چنانچہ حضرت علامہ کے آباء و اجداد نے بھی وہاں ہی علم و فضل کے چراغ
 روشن کیے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت امام مومنؑ، خاصاً سے بڑا ہے۔ حضرت امام حسینؑ
 رضی اللہ عنہما سے جانتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام گرامی حضرت ابو اسحاق احمدؑ ہے۔ والد
 علی شاہ ہے۔ امام انسؑ فتح اللہ تین حضرت مولانا سید چار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 کے یہاں حضرت علامہ ابو الحسنات پیدا ہوئے۔ حضرت ابو علی شاہ اس خاندان کے دور
 پہلے بزرگ ہیں جو ریاست اللہ سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور وہاں علی مسجد و دار
 خاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں شیخ اللہ شیعہ کی خدمات کا تاریخ پاکہ
 ہند کا اہم باب ہیں۔ اللہ و ان دینی دروازہ کی جامع مسجد آپ کی زعمہ جاری وادگاہ ہے۔
 مسجد میں انہوں نے دم و جانیں تک علوم و فنون اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس کا سلسلہ
 جاری رکھا۔ سبکی وفات پائی اور مسجد کے ایک کونے میں ان کا مزار مبارک ہے۔ یہی مسجد
 حزب الاحناف کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت علامہ ابو الحسنات گرامی اپنی ذات میں
 انجمن اور یگانہ روزگار تھے۔ سن شہور کو پہنچے تو حافظ عبد الغفور اور حافظ عبد الکرم سے قرآن
 پاک پڑھنا شروع کیا۔ ناظر و اہل بی و راجس ہوا تھا کہ حفظ قرآن پاک کا سلسلہ شروع ہوا
 گیا۔ فن تجوید کی مشق میں قاری عبدالرشید مرحوم اور داری کی تعلیم میں مرزا مبارک بیگم آپ
 کے استاد مقرر ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں تھے کہ حفظ قرآن پاک کی سعادت پائی اور
 اللہ و قاری کی انشاء پر داری میں پورا پورا مہور حاصل ہو گیا۔ دیگر علوم و فنون کی تحصیل کے
 لیے والد گرامی کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، صدر دار فاضل حضرت
 مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی، رحمہم اللہ کی شاگردی کا
 شرف پایا۔ پھر ممتاز ترین، لیکن القراء سے میں التفات کی سعادت حاصل کی۔ ہم اپنی فن خطیب
 میں آپ ماہرہ بطور تھے۔ تعلیم نوپ مائی اللہ بن مرحوم علوم خطیب میں ان کے استاد تھے
 اور انہی سے ان خطب کی سند فراموش حاصل کی۔

سیدنا وزیر خان! والد گرامی سید ویدار علی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ مسجد وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خان اپنے تاریخی شکوہ و عظمت کے ساتھ ہی علمی، ادبی، دینی، اسلامی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی پرکشش مرکز بن گئی۔ اہل لاہور کے علاوہ دور دروازے سے عام لوگ اور عقیدت مند یہاں آکر ان کے بیان و خطاب سے مستفیض ہوتے۔ خطوط و مٹل کا بھی آپ سر قلم جمیل تھے اس لیے ان کا خطاب کانوں کی دوا سے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتا تھا۔ سامعین جو محسوس کرتے گویا وہ ایک نوازہ پیش کیا اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں ان کے ضمیر و دل کی کلی کو درتیں وصل جاتی تھیں۔ یہ عمارت غیر مستحکموں نے حضرت علامہ کے دست حق پخت پر شرف حاصل ہوا اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

ملت اسلامیہ کی سر بلندی کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں تحریک پاکستان میں حضرت علامہ ابو الحسنات کا شمار ہی سرخیل علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے آزاد پاکستان کا کل تعمیر کرنے میں غیر معمولی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان کی آل آٹھ یا سنی کانفرنس جس میں قریباً پانچ ہزار علماء کرام اور مشائخ نظام شریک ہوئے تھے تاریخ پاکستان کا ایک صہاب ہے۔ کانفرنس نور اللہ کی انتہائی کوشش تھی کہ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کے مطالبہ پر علماء و مشائخ متحدہ نہ ہونے پائیں۔ لیکن حضرت علامہ ابو الحسنات نے جبکہ دوسرے کئی رہنماؤں کی کوششوں کے مطالبہ پر تمام علماء کرام اور مشائخ نظام متفق کر لیا تھا۔

جمیعت العلماء ہند پر کانفرنس نور اللہ علماء قاضی در مسئلہ تھے۔ ان کی ہر گاہ کوشش یہ تھی کہ قیام پاکستان کا خواب شرمندہ تعمیر نہ ہونے پائے اور پاکستان کے بت کو مسمار نہ ہونے دیا جائے۔ اس بزرگ مرحلہ میں علامہ ابو الحسنات نے جمیعت العلماء پاکستان کی تنظیم کے قیام کے سر فہرذ کوششیں شروع کیں جو بالآخر کامیاب ہو گئیں اور کانفرنس کے صہاب علماء کو بہت بڑی فکرت کا اندازہ کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی

قابل قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تحصیر پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی خدمت وزارت اعلیٰ کے سربراہ حضرت میاں خان کے خلاف نبرد آزما ہونے تو اس جرم بے گناہی کی یادیں میں ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ غرض حضرت علامہ نے ہر مصیبت کا خیر مقدم کرتے ہوئے تحصیر پاکستان کی مساعی جیل کو بدل و جان ہادی رکھا۔

تحریک آزادانی کشمیر: قیام پاکستان کے بعد ہرج و مرج کے لیے سے اب کا آغاز ہوا تو علامہ ابوالحسنات قادری کو پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تحریک آزادانی کشمیر میں انہوں نے بے لوث قربانیاں دیں۔ چنانچہ ان کی مالی اعوان کے لیے آپ نے سر قرضہ کوششیں کیں۔ چنانچہ جہاں کشمیر کے مجاہدانہ کار، رسول پر آپ کو قاضی کشمیر کے قومی طالب سے توارا گیا۔ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں ہر قرارداد، مقصد پیش کی گئی تھی اس میں علامہ ابوالحسنات کی مساعی اور فداکاریاں جہد و جدوجہد کا سبب بن گئیں۔ آپ نے عوام و خواص کے دل و دماغ میں یہ بات محض کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا تھا۔ چنانچہ پاکستان کا جو بھی دستور بنے گا۔ اس کی اساس و بنیاد اسی نظریہ پر ہونی چاہیے۔

شعر و سخن: علم و ادب اور شعر و سخن کے اعتبار سے بھی آپ ایک عظیم شخصیت تھے۔ آپ صاحب طرز انشائیہ پرداز اور مستند مسلم مخبر تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شعر و ادب کی دنیا میں آپ ایک روشن ستارہ تھے۔ آپ کی شبیہیں بلند پایہ تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ نے دین متین اور ملک و ملت کی خدمت میں کوئی اور بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی آزادانی وطن ملک و ملت کے استحکام اور دین حق کے فروغ میں بسر کی۔

وفات: حضرت علامہ ابوالحسنات قادری نے وہ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو اس دنیا سے رخصت فرمائی اور دنیا نے علم و ادب میں ایک ایسا فقید کر رکھا جس کا ہر ہر بہت مشکل ہے حضرت امانت علی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو دایمان عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ آپ کی

لہذا اہل اور میت کے مطابق آپ کو حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر انوار کے احاطہ میں
آگے لے کر لایا گیا۔ انتقال سے چند منٹ قبل یہ شعر فرمایا:

حافظ دندہ ہنس مرگ کا تو کیا تو شدہ کا محمد محمد محمد محمد

صابر و شاکر حضور عالم دین متین تاریخ وصال

بے نظیر و بے مثال و لا جواب و لا کام

فکر تھی تاریخ کی آئی خدا احمد کعبہ

و اصل حق ہو گئے وہ ہادی اہل اسلام

0 8 3 1

تصانیف: (۱) انیس احادیث (۲) حبیب اور وہ علی قلیہ (۳) ستر ہر کتب کو

(۴) نیم رسالت (۱۲۵ احادیث و مجموعہ) (۵) اسلام کے بنیادی عقائد و فروع (۶)

سورقہ

www.nafisislam.com

WWW.NAFISISLAM.COM

نذر فقیر

ایک در یوزہ گر قسیدہ کی کشتی میں اپنی کج چال بیانی کے دانے بھر
 کر معطلی کو تین ٹھیاٹھ دارین کے دربار میں حاضر ہے۔
 زچشم آستین بردار گوہر اتمہ شاکن

الفقیر اور فقیر قادری ابوالحسنات

خطیب مسجد و مدرسہ خاں لاہور

WWW.AFSEELAM.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبه

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَلَأَ قُلُوبَ الشَّاعِرِينَ بِحِكْمَتِهِ
وَزَيَّنَ نَفُوسَ الْعَاشِقِينَ بِوُصْلَتِهِ وَالصَّلَاةُ عَلَى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بْنِ الَّذِي مَدَحَهُ الْوَاصِفُونَ بِالْقَصَائِدِ
وَالْأَشْعَارِ وَعَجَزُوا عَنْ بَيَانِهِ وَاعْتَرَفُوا بِالْإِقْرَارِ
وَعَلَى آلِهِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُ الْهُدَى وَالْإِقْتِدَاءِ
وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ مَنِ اقْتَدَى بِهِمْ اهْتَدَى

حمد تبریکاً از زبان درفشان حضرت امام المسلمین شیخ الحدیث (۱)

قلیہ و کعبہ ام قدس سرہ العزیز

یک حمد چہ صد حمد خداوند نعم را	بر وفق نعم خالق صد علم و حکم را
حمد یکہ سزاوار خداوند جهان ست	حمد یکہ سزاوار معطی توفیق اتم را
صد حمد بہر حمد کہ از کلک وزبانم	آید و سزاوار صد فضل و کرم را
صد شکر بریں نعمت عظمیٰ کہ بہ داد	عجب خود قہر مای صد علم و حکم را
گویم چہ ثنائش کہ خود آں خالق اکبر	مداح بود آں شد ذی جاہ و چشم را
عرش است کمین پایہ زایوان شد دیں	چرخ غلامیست مرآت شد اہم را
قربان شومت رحم کن اے رحمت عالم!	از خاک مذلت تو بطراز سرخ را
اے جان من خستہ نثار ہر ادایت	قربان زمن ایمان بود ہر نقش قدم را
اے جود و جود تو وجود ہمہ عالم	بستہ است غمراہ تو حق جان و دلم را
موجود و جود ہمہ عالم بوجودت	از قفل تو شدہ لب و غیا ملک عدم را
اے کوکب دیں بدر کرم مہر رسالت!	آہ مہر باد تو بہن خلعت و علم را

یک جان چہ دیدار کہ جان ہمہ عالم

قربان شہنشاہ عرب را و غم را

عرض شارح

قصیدہ بردہ شریف ایک ایسا مقبول و محمود قصیدہ ہے کہ مصنف کی زبان سے خود مقصود کو نہیں مطلوب تھا۔ رحمة اللعالمین انیس الفقراء و المساکین رضی اللہ عنہم نے سماعت فرمایا۔ اور اتنا پسند آیا کہ بعض اشعار پر مثل غزبات البہان متماثل ہوئے۔ پھر اس کی شرح کی طرف ایک دو شارح ملتفت ہوئے اور معمولی شرح نے اس کی شرح پر خامہ فرسائی نہ کی۔ بلکہ شیخ زادہ اور خرپوتی مفتی صاحبہ سرپرست جیسے قلمبر اس کی شرح فرما چکے ہیں۔ پھر بھلا میں اس کی شرح کرنے کی کیا ہمت کر سکتا تھا۔ مجھے تو درحقیقت قصیدہ مبارکہ کے اشعار اور اس کے تلازمے اور استعارے ہی موجود کر چکے تھے۔ پھر اس قصیدہ مبارکہ کی عظمت و عزت کی یہ شان دیکھ کر اور بھی مرعوب ہو گیا کہ بہاؤ الدین و وزیر ملک ظاہر اس قصیدہ مبارکہ کو ننگے سر ننگے پیر کھڑے ہو کر سنتے اور اس کی برکت سے مفاد عظیم امور دینی و دنیاوی میں حاصل فرماتے۔ اور سعد الدین فاروقی آشوب چشم سے نایابا ہوئے تو ان کو اس قصیدہ مبارکہ کے پڑھنے کی بشارت ہوئی اور اسی کی برکت سے ان کی بہشتی چشم بھال ہوئی۔ خود مؤلف قصیدہ کو بہت مغیث الکون نے اس قصیدہ کے انعام میں فانی سے شفا یاب فرمایا۔ جس کی تفصیل اپنے موقع پر عرض کروں گا۔

مگر بایں ہمہ

اردہ کے بہت سے شارح دیکھے جنہوں نے رفاد عوام کے لیے قصیدہ مبارکہ کی شروح فرمائیں۔ کہیں عطر الوردہ فی شرح البردہ (۱) شائع ہوا۔ کہیں الشوارد الفردہ علی قصیدہ البردہ، طبع کیا گیا لیکن جب ان کا مطالعہ کیا تو مجھ جیسے تشنہ کی سیرابی کو ایسی شروح کافی نظر آئیں۔ نتیجہ کرتا رہا کہ کوئی ایسی شرح عام فہم ملے جو قصیدہ مبارکہ کے مفہوم کو کم از کم اتنا واضح کرتی ہو کہ شعر پڑھ کر مقصود مؤلف اور وہ عشق جو مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں متعین ہے پڑھنے والا سمجھ سکے اور اشعار قصیدہ سے جو اوراد کی صورت میں پڑھنے

ہوئے ہیں، ان کو جان سکے کہ قصیدہ شریف کے ملان شعر سے میں ایسا فلاں مجھ پر کر سکوں گا۔
اب تک تجھ سے کرتا رہا مگر کوئی شرح ایسی نہ ملی جو مذکورہ امور پر حاوی ہوتی۔ غنیمت کرتا
اور رہ جاتا۔ دل میں شوق مستلطم ہوتا مگر پست ہمتی بے ہشامتی بیچ میرزا دینی مدانی کی بھیا کہ
صورتیں دکھا کر مایوس کر دیتی۔ آخر میں میرے دوست حاجی محمد عبداللہ صاحب نقشبندی راجہ
سپرٹنڈنٹ ہائی کورٹ نے جو بلاناغہ قصیدہ شریف سننے میرے پاس تشریف لاتے تھے میری
ہمت چست کی اور فرمایا کہ اگرچہ بازار سنخوری میں تاجران مگر ایسا یہ اپنی دکائیں اس کہ خبر سے
سجاتے ہیں کہ ان کی طمع اراق اور زبانش جو ہر سخن کے آگے ایسا دیہ خسیب جاتا ہے۔ مگر باہر
ہم پھیری والے اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت کرنے کو لگن ہی جاتے ہیں۔ اور بعض چیزیں
ان پھیری والوں کی بساط میں ایسی مل جاتی ہیں کہ گاہک اس کا مستلشی ہوتا ہے اور تاجران بازار
سنخوری اسے بہم نہیں پہنچا سکتے۔ بناء برائیں تو کلام علی اللہ بایامہ مدوح میں نے بھی کمر ہمت
باندھ لی اور خاک از تودہ کلاں بردار پر نظر کرتے ہوئے اپنی کجائی بیانی کا ماخذ شرح شیخ زادہ
علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قدس سرہ اور شرح علامہ عمر بن احمد آفندی فرماتی شافعی مفتی
خریوت (۱) کو بنایا۔ تاکہ قارئین کرام ان دو ہستیوں کی سماعت میں پانچ گھنٹہ پر کسی قسم کی زبان

سبب تالیف قصیدہ

یہ قصیدہ علامہ شرف الدین محمد یوسفی مصری، رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک قریب باسی کے رئیس اعظم اور علوم عرب کے قیوم عالم تصانیف و کلافت میں ایسے مشہور و معروف فرد تھے کہ آپ اپنے زمانہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے اور علماء مصر میں ایک مشہور و آفاق ارباب۔ ابتداء عمر میں آپ اپنی خدا اور اہل حقیت اور تہذیب کی وجہ سے سلاطین و مہتمم کے مقرب و محبوب عنصر رہے۔ آپ سلاطین و امراء کی محبت اور تعظیم و گولی میں خاص طور پر مصر اپنے اور ان کے اعداء کی الجھ میں رہے اور قصائد لکھا کرتے تھے۔

ایک دن آپ کو دار السلطنت سے اپنے گھر تشریف لارہے تھے کہ ایک بزرگ سٹے اور انہوں نے علامہ یوسفی سے سوال کیا کہ تم نے حضور ﷺ کی کبھی تمنا اب میں بھی زیارت کی یا نہیں؟ آپ نے عرض کیا میں آج تک حضور کی زیارت سے شرف نہیں ہوا۔ پھر علامہ فرماتے ہیں کہ میں تمنا اب کے بعد سے میرے دل میں حضور کا عشق اور محبت کا جذبہ ہوا۔ حکام ہوا کہ میں اپنے دل میں اس محبت کے بارے میں تمنا کرتا تھا۔

گھر آکر جو سوا سو اسی شب مجھے حال یہاں آیا کہ محبوب و عالم عظیم الشان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے حضور کو سعادت و محابہ کے ساتھ اس مکان سے دیکھا جیسے پانہ ستاروں میں۔ جب آگہ عمل تو میں نے اپنے دل کو اس معنی مقدس کی محبت سے ملو اور زیارت و شرکت کے سرور سے محظوظ و سرور۔ پایہ اس کے بعد ایک سعادت کے لیے اس نور مجسم کی محبت کو سے طبع و ذہن لے لے اور حضور کی محبت و سرور میں نے ہر قصیدے لکھے۔ یہ تین قصیدہ مصریہ اور عربی زبان کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ایک روز ایک مجھے قافی چاند میرا نصف مصر سے مل گیا۔ اس صحبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور کی مدحت میں لکھوں۔ اس کے بعد میں وہاں رہا تھا۔ اس لیے سزا طلب کر لی۔ پناہ اپنی حالت میں

میں نے اس قصیدہ مبارک لکھا۔

بعد ازاں جب سو یا تو جواب میں اس کجا کو نہیں تھا وہ اپنی کی زبانت سے شریف
اور اسی عالم مذاہب میں نے یہ قصیدہ حضور کے سامنے چڑھا۔ بعد ازاں قصیدہ میں نے
دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ میرے اصحابِ حقیر کے اپنے دوست کو بھیج رہے ہیں۔ جب
انکے قلمی تو میں نے اپنے کو باطل صحت یا پ یا۔ اس خوشی بعد فرحت و مسرت میں علی
الاصباح میں اپنے گھر سے نکلتا تو راستہ میں شیخ ابو ہریرہؓ نے جو اپنے وقت کے
قلب و خطاب تھے، مجھے فرماتے تھے: اے امام! یہ قصیدہ جو حضور کی رحمت میں تم
نے تالیف کیا ہے۔ ہرگز اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے ہی ہوتا تھا۔ میں نے اس سے
عرض کیا: حضرت! کون سا قصیدہ آپ پڑھتے ہیں، میں نے حضور کی رحمت میں کلمہ قصائد
لکھے ہیں۔

شیخ ابو ہریرہؓ نے فرمایا: وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے:

أَمِنْ قَدْ تَكُنْ جَبْرًا مِنْ مَبْلُغِي سَلَمِ
مَرْجَحْتِ دَفْعًا خَرِيًّا مِنْ مَقْلَبِي مَهْلَمِ

میں نے ہجرت سے عرض کیا:

يا ابا البرجاء من اين حفظتها

”اے ابو البرجاء! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا۔“

میں نے قصیدہ سوا اپنی سرکار کے کسی کو اب تک نہیں پایا ہے۔ نہ کوئی شخص اس بات

تک میرے پاس آیا جس کو یہ قصیدہ میں نے پایا۔ ابو ہریرہؓ نے فرمایا:

لَقَدْ سَمِعْتُهَا الْيَوْمَ لِسَانِي يَدْعُو السَّيِّئَ صَالِي اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہو سبائل و بتحرک استحضاراً لحرک الاعضاء المعنوية بطوب

اسو فرماج۔

اس کے بعد میری یہ قصیدہ ملائکہ و ملائک میں لے گئی۔ اس وقت کتاب رقم بار و سات چلا

بھری ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تماہل و تحرک فرما رہے تھے جیسے وہ ڈالی نسیم ریاح کی حرکت سے ہلکتی ہے۔

بوصیری فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہو گئی۔

صاحب الشوار و الفروہ اتنا اور زیادہ لکھتے ہیں کہ شدہ شدہ یہ خبر ملک الظاہر کے وزیر بہاؤ الدین تک پہنچی۔ انہوں نے قصیدہ شریف کی نقل لی اور عہد کیا کہ اس قصیدہ مبارک کو روزانہ برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑے ہو کر سنوں گا۔ چنانچہ اس کی برکت سے ان کے دین و دنیا کے بہت سے کام پورے ہوئے اور مصیبتیں فرو ہوئیں۔ پھر سعد الدین فاروقی (۱) وزیر موصوف کے فرمان نویس کو آشوب چشم ہوا حتیٰ کہ بصارت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو گیا۔ خواب میں کسی نے کہا کہ بہاؤ الدین سے بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔ وہ گئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤ الدین نے کہا: بردہ تو معلوم نہیں ہاں حضور سید یوم النشور ﷺ کی ایک نعت میرے پاس ہے جو شفاء امراض میں خاص اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وہ قصیدہ لیا، آنکھوں سے لگایا اور پڑھا علی الفور صحت یاب ہو گیا۔ ایسا ہی صاحب عطر اور دہ نے نقل کیا۔

اس تذکرہ سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ ناظم فائیم علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بہاؤ الدین وزیر کے ہم عصر تھے اور بہاؤ الدین وزیر 581ھ کے اندر وادیٰ خلطہ میں پیدا ہوئے جو حوالی مکہ مکرمہ میں ہے۔ اور 677ھ میں بمقام قاہرہ وصال فرمایا۔ اور آپ کی عمر کا کثر حصہ حلب، دمشق اور قاہرہ میں گزرا۔ بہاؤ الدین وزیر خود بھی اچھے شعراء میں مانے جاتے تھے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی 694ھ وفات معلوم ہوتی ہے۔

اس لیے کہ عقیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ البردہ للخبز پوتی کے سرنامہ پر یہ عبارت مذکور ہے:

”فان قصيدة البردة الموسومة بالكواكب النورية في مدح حبيب البردة
للشيخ شرف الدين ابي عبد الله محمد بن سعيد الدولة صلي الله عليه وسلم
المتوفى سنة اربع وتسعين وستمائة“

گویا یہ قصیدہ مبارکہ کم از کم سات سو نو برس یا اس سے کچھ زائد مدت سے صوفیہ اولیاء
کلمات میں ’قصو‘ا جاری ہے اور بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ آغاز امر قصیدہ عرض کی ہے۔
ممکن ہے اس سے بھی زائد مدت کا ہو۔ اس لیے کہ بہاء الدین وزیر ملک الظاہر کے عہد میں
اس کا وجود تھا۔ اور وہ اسے سننے سے محروم ہو کر سننے لگے تھے۔ اور اس سے بہت سی
مہمات حل کراتے اور اس کی برکت سے مراد دلی حاصل فرماتے تھے۔

وجه تسمیہ قصیدۃ البردہ

فانج سے صحت، آشوب چشم کی شدت سے نجات، امور مخفی دینی و دنیوی کی مہمات کا حل
تو اس کی برکت سے ظاہر ہے جیسا کہ عرض ہو چکا۔ اس بناء پر صاحب شعر اور دہنے لکھا:
”ان البردة الثوب المخطط كما في القاموس والناظم قدس سره يذكر فيها
مضامين المختلفة فتارة يذكر الصباية ولوامها من الاشواق والاحزان و
مرة يتجرد من نفسه مخاطباً وبخاورة عناباً وبخاطبه سواً وجواباً وطوراً
يعترف بالتقصير و يعتذر عنه و حيناً يحذر عن مكانة النفس وبعض الناس
وساعة يتشبث بالرجاء ويستعيث ويستشفع به صلى الله عليه وسلم ووقتاً
يمدحه عليه السلام ويشرح كمالاته الذاتية والممكنية وبين معجزاته
الظاهرة الباهرة و يذكر فضائل اصحابه باتم بيان الى غير ذلك فكانه لكل
مضمون لون عجيب فائق يشبه كل مضمون بخط حسن الهيئة الرائق
فشابهت القصيدة بردة مخططة فسميت بها“۔

”غلام یہ کہ لغت میں بردہ و عماری دار کپڑے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس قصیدہ میں نام فام
نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے۔ کہیں باصحابائے مخاطب کہیں اخبار شوق و ذوق کہیں علم

بہر کی داستان کہیں تنہائی کا شکوہ، کہیں نفس امارہ پر عتاب، کہیں مدنی مدعا علیہ کے سوال و جواب، کہیں اعتراف قصور، کہیں مذر خواہی، کہیں نفس کے مکروں سے ڈراتا، کہیں عوام و قارئین کو غلط سنانا، کہیں دربار رسالت میں استغاثہ، کہیں سرکار مدینہ کے حضور میں استغاثہ، کہیں مدحت و مناعت، کہیں شرح کمالات ذات، کہیں اظہار معجزات، کہیں فضیلت سما، کہیں مانحت عذبات النان ریح صبا (۱)، کہیں واطرب العیس حادی العیس بالغم تو گویا یہ مختلف مضامین ثوب عشق و محبت پر خط ہیں۔ اس بناء پر اس قصیدہ مبارکہ کا نام قصیدہ بردہ رکھا گیا۔

(۲) بعض نے کہا کہ بردہ ایک اسم ہے جس سے شخص کد حاصل کی جائے اور اس کا ماخذ برد ہے جس کے معنی سوہان، سونیدن اور راست گردن کے ہیں۔ تو چونکہ اس قصیدہ مبارکہ کے الفاظ حشو و زوائد سے مصنون، لوازمات شاعری سے مزین ہیں۔ اور اس کے پڑھنے سے قلب میں برودت اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔ بناء بریں اسے قصیدہ بردہ کہا گیا۔

(۳) اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ بردۃ ماخوذ برد سے ہو۔ یعنی ترویج و تنفیس اور طماننت بخیر۔ جیسے عرف عرب میں کہتے ہیں: "برذ امرنا" یعنی صلح و حسن، تو چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ حصول صفاء روح اور بہت راحت قلب قاری ہے۔ اس لیے اسے بردہ کہا گیا۔

(۴) چوتھی وجہ میں لکھتے ہیں:

قيل المي عليه الرسول صلى الله عليه وسلم بردته المباركة في النوم
عند سماع القصيدة فعرف في ساعة۔

یعنی کہا جاتا ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام یومیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو سنایا تو حضور نے اپنی دروہائی ان پر ڈالی تو علی الغور آپ کو صحت کاملہ حاصل ہو گئی۔

(۵) اور شرح شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ المعروف بشیخ زادہ میں اس طرح ہے:

ثم قصة وصول البردة من الحضرة للصلة مشهورة وحكاية ما شوهد

عند علي بن ابي طالب وشریف کا جس کا ترجمہ ہے: میری حالتیں اسی وقت بہت تھک رہی تھیں جب اس بار صبا (۱) کی دعا کی گئی تو میں کوئی وقت نہ دیا کہ میں نے اسے اپنے غم سے بہت کر دیا۔

من آثار برکاتها فی الكتب مسطورة واشتهار شأنها العجیب عند جمیع
الانام اغنائی من الکفار فی وصفها واطالة الکلام۔

”یعنی قصہ بردہ ایمانی عطا ہونے کا دربار رسالت سے مشہور و معروف ہے۔ اور حکایات
عجائب و غرائب اس قصیدہ کے کتابوں میں مسطور ہیں اور شہرت جماعہ انام میں اس قصیدہ
کی اس قدر ہے کہ اس نے ہمیں اس کے فضائل زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا اور
اطالت کلام سے بچالیا۔“

(۶) علاوہ ازیں عطر الوردہ میں سعد الدین الفاروقی کی آشوب چشم میں پریشانی لکھتے ہوئے
لکھا ہے:

فرا فی الحمام قائلًا له امض الی صاحب بهاء الدین وخذ من البردة
واجعلها علی عینک تبرء بها۔

”یعنی سعد الدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ بہاء الدین کے
پاس جا اور بردہ لے کر آنکھوں سے لگا ابھی صحت یاب ہو جائے گا۔“

فجاء الی صاحب وقص علیہ ما رای فقال ما عندی شیء یقال له البردة
و انما عندی مدیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستشفی بها فاخرجه
ووضعها علی عینہ وقرء وهو جالس فشفاه اللہ تعالیٰ من الرمہ لوفته
”تو سعد الدین اپنے حاکم بہاء الدین کے پاس آئے اور خواب بیان کیا۔ بہاء الدین درجہ
نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی شے نہیں جسے بردہ کہا جاتا ہے مگر ایک نعت حضور کی ایسی
مقبول ہے کہ اس کے اللہ سے ہم شفا طلب کرتے ہیں اور وہ قصیدہ لکال کر ان کی آنکھوں
سے لگایا اور سنایا، اسی وقت خدا نے صحت عطا فرمائی۔“ افول و باللہ التوفیق۔

پاس جا اور بردہ لے کر آنکھوں

سے لگا ابھی صحت یاب ہو جائے گا۔“

فجاء الی صاحب و
انما عندی مدیح رسول

ص علیہ ما رای فقال ما عندی شیء یقال له البردة
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستشفی بها فاخرجه

بہر حال قصیدہ شریف کا نام قصیدہ بردہ پانچ توجیہات سے تو تو جیہا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور شیخ زادہ کے قول کے مطابق یہی نام مشہور و معروف ہے۔

عام اس سے کہ رداء مبارک عطا کی گئی ہو یا مناسبت مضمون کے اعتبار سے ہی اس نام سے سنی ہوا ہو بہر حال یہ قصیدہ، قصیدہ بردہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔

اور قصیدہ کی پسندیدگی پر عطاء بردیمانی بعید از عطاء بھی نہیں۔ اس لیے کہ قصیدہ بانث سعاد جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بارگاہ رسالت میں بغرض حق تعالیٰ پیش کیا اور دربار رسالت میں سنا شروع کیا تو جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس شعر پر آئے:

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُفَيْتُ يُسْتَضَاءُ بِهِ مُهْنَدٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مُسْلُوفٌ
”یعنی ہمارے حضور یقیناً برہنہ تلواریں ہیں اور اس کی چمک سے نور ہدایت عالم میں عام پھیل رہا ہے۔“

تو حضور نے بردیمانی کعب کو عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب نے مُهْنَدٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مُسْلُوفٌ کہا تھا اس لیے کہ ہندوستان کے لوہے کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں، تو حضور نے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ فرما کر اصلاح کی۔ اور یہ چادر ایک مدت تک آپ کے گھرانہ میں تیمکاری رہی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس رداء مبارک کو دس ہزار درہم میں لینا چاہا مگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عطاء سرکار کے بدلے درہم و دینار پسند نہ کیے۔ آخر شہر مدینہ مکہ سے بعد وفات حضرت کعب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار درہم کو خرید لیا اور ان کے بعد خاندان عباسیہ میں بھی یہ تیمکاری اور تاجپوشی کے وقت خلیفہ کے شانوں پر اعلیٰ جاتی تھی۔ پھر قسطنطنیہ میں یہ چادر شریف منتقل ہو گئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ کی بخششوں میں دربار رسالت سے عطاء رداء ہوئی ہے اور بصری رحمة اللہ علیہ کو بھی اگر عطا ہوئی ہو تو تعجب نہیں۔

لہذا قصیدہ بردہ کا نام رداء بردیمانی سے منسوب ہونا صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آداب قراءت قصیدہ مبارکہ

اول ایک نکتہ عجیبہ مرکوز خاطر رہے کہ اس قصیدہ مبارکہ کی ابتداء میں ایک بشارت خاص ہے۔ اور اختتام قصیدہ میں اس بشارت کا نتیجہ ہے جو بنیان حال قائم رہے کہ اس قصیدہ کا ملازم ہمیشہ امن میں رہ کر فرح و طرب کے قلعہ حصین میں محفوظ رہے گا۔ چنانچہ امن قلعہ کثر جنیران بلدی سلم میں اصل لکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں تو امن میں آ گیا۔ اور قصیدہ میں ہے: **وَأَطْرَبُ الْعَيْسَ حَادِي الْعَيْسَ بِالنِّعَمِ تَوَامِنَ وَامَانِ** کا نتیجہ طرب و فرحت ہے۔ گویا قصیدہ مبارکہ اہل شہر کو کرے والے کو ناکر ختم پر خیریت کی بشارت عظمیٰ دیتا ہے۔ (۱)

اس قصیدہ مبارکہ کے آداب تلاوت میں **اَوَحَدُ الْعُلَمَاءِ الْاَعْلَامِ، وَ مَفْرُودِ الْعِظَمَاءِ الْفَخَامِ، الْاِنْسَانِ الْكَامِلِ، الْجَهْدِ الْفَاضِلِ ذُو السَّبِّ الرَّفِيعِ السَّامِيِّ، صَاحِبِ الْاَدَبِ الْبَدِيعِ النَّامِيِّ، قَامُوسِ الْبَلَاغَةِ وَالْفَصَاحَةِ وَبِرَاسِ الْاَفْهَامِ، السَّيِّدِ عَمْرِو اَنَسِيِّ مَعْنَى مَدِينَةِ حَبْرِيَّتٍ وَ مَقْبِلَةِ الْحُكَّامِ صَحِيحِ الْاَحْكَامِ** فرماتے اور فرمائی دیتے ہیں کہ اس قصیدہ کے پڑھنے میں چند شرط و آداب کا لحاظ لازمی ہے۔ ورنہ اگر نتیجہ میں فائدہ و ظاہر نہ ہو تو قصیدہ کی بے اثری نہ کہی جائے بلکہ اپنی فطرت پر اس کو معمول کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدہ مبارکہ کو ہر رات پڑھا کرتے تاکہ اس کی برکت سے زیارت سرکار ابد قرار ملے **اَللّٰہُمَّ حَاصِلُ اَمْرِیْ** ایک مدت تک پڑھا مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے تو انہوں نے اپنے شاگرد کی خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا راز ہے؟ آپ نے جواب دیا: **لَعَلَّکَ لَا تَرَاغِبُ مَشْرِئَتِہَا، غَزَنُوہِ!** شاید تو اس کی شرائط کی رعایت نہیں کرتا۔ علامہ غزنوی نے عرض کیا: لا بل اوعیہا۔ نہیں حضور! میں خاص رعایت اور توجہ سے پڑھتا ہوں۔ **فَرَأَى الشَّيْخُ** تو

۱۔ یہ مضمون قصیدہ مبارکہ کے پہلے اور آخری شعر کی شرح میں صاحب مقررہ حصے میں لکھا گیا ہے۔

من کے لئے سراج کیا اور فرمایا تو قلت علی سرہ وهو انک لا تصلی بالصلوة
صلی صلی بہا الامام ابو صیری اذہو یصلی علیہ علیہ السلام بقولہ:

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
"فرمودی از یارت نہ ہونے کا جو راز ہے وہ معلوم ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ تم وہ درود نہیں پڑھتے
جو امام پیروی نے حضور ﷺ پر اس قصیدہ کو سناتے ہوئے پڑھا تھا۔ اور وہ درود یہ ہے:
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اور اس قصیدہ میں اس درود کا پڑھنا ہی خاص سر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی درود نہ ہو۔
چنانچہ شرائط قراءت میں اول یہ ہے کہ:

(۱) پاؤں ہو۔

(۲) قبل کی طرف منہ کر کے بیٹھ کر پڑھے۔

(۳) صحیح الفاظ میں خاص کوشش کرے اور زیر برکالفاظ رکھے۔

(۴) جو شعر پڑھے۔ اس کے معنی کو سمجھتا ہو اس لیے کہ دعا کے لفظوں کو اگر نہ سمجھتا ہو تو اس کی
تائید جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ حزب الاعظم میں فرمایا:
لعلک بحفظ معانیہ والتأمل فی معانیہ

(۵) ہر شعر کو شعر کی طرح پڑھا جائے نہ کہ نثر کی طرح پڑے۔

(۶) تمام قصیدہ اول حفظ ہو، پھر معمول پڑھے۔

(۷) جو اس کی قراءت کرے اور درود سنائے وہ پہلے اجازت کسی ماذون سے حاصل کرے۔

(۸) قصیدہ کے اول اور آخر میں مخصوص وہ درود پڑھا جائے جو امام ابو صیری رحمۃ اللہ علیہ
نے سرکارہ الام میں پڑھا تھا یعنی

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
یہ شرائط علامۃ العظام امام ابو صیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ کے شارح خرپوٹی مفتی
عبد خرپوت نے اپنی شرح میں نقل فرمائیں اور صاحب الشوارب الفردہ نے سلسلہ سہروردیہ

کے قاعدہ کے تحت طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ مجھ کو اپنے والد ماجد میر سید علی بخاری
سہروردی علیہ الرحمۃ سے اس کی اجازت ہے۔ طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ
(۱) جس دن شروع کرنا ہو حسب مقدور ایک یا چند جمل کو کھانا کھائیں اور کھانا شیریں و
نکلیں در طرح کا ہونا چاہیے۔ اول اس کھانے پر حضور کی وسالت سے مسنونہ قصیدہ کی
فاتحہ ہو۔

(۲) صاف اور خوشبودار لباس پہن کر قصیدہ شروع کیا جائے۔

(۳) جس شعر میں حضور ﷺ کا نام نہائی آئے اس کی تین بار تکرار کی جائے اور روز پڑھا
جائے۔

(۴) وقت معین پر روزانہ کا ورد ہے۔

(۵) قدرت ہو تو ہر ماہ کے آغاز میں طریق مذکور پڑھا کھانا کھائے۔

(۶) قصیدہ شروع کرنے سے اول یہ ورد شریف پڑھا جائے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلًا الدُّنْيَا وَمِثْلًا الْآخِرَةَ وَبَارِكْ
عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلًا الدُّنْيَا وَمِثْلًا الْآخِرَةَ وَارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا
مِّلًا الدُّنْيَا وَمِثْلًا الْآخِرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ اللّٰهَ یَا رَحْمٰنُ یَا
رَحِیْمُ یَا جَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ یَا اَمَانَ الْخَالِعِیْنَ یَا عِمَادَ مَنْ لَا عِمَادَ
لَهُ یَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ یَا دُخْرَ مَنْ لَا دُخْرَ لَهُ یَا حِزْرَ الصُّغَفَاءِ یَا
كَزَلَ الْفُقَرَاءِ یَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ یَا مُنْقِذَ الْهَلٰكِیْ یَا مُنْجِیَ الْغُرَقٰی یَا
مُحْسِنُ یَا مُجِیْلُ یَا مُنْعِمُ یَا مُفَضِّلُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا فَصِیْرُ اَنْتَ
الَّذِیْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّیْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَ
خَفِیْفُ الشَّجَرِ وَدَوٰی الْمَاءِ وَنُورُ الْقَمَرِ یَا اللّٰهَ اَنْتَ اَنْتَ لَا
شَرِیْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عِنْدَكَ

وَرَسُولِكَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَعَلَى
 آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ يَا اللَّهُمَّ وَأَعْطِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ يَا الرَّسُولَ
 وَالْفَضْلَ وَالْفَضِيلَةَ وَالذَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ اللَّهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهُ وَأَفْلَحْ
 حُجَّتَهُ وَأَبْلِغْهُ مَأْمُولَهُ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ وَأُمَّتِهِ۔

(۷) قصیدہ ختم کر کے یہ دعا پڑھی جائے:

اللَّهُمَّ اخْرِسْنِي بِعَيْتِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَاسْكِنْنِي بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا
 يُرَامُ وَأَرْخِضْنِي بِقُدْرَتِكَ عَلَى فَلَا أَهْلِكَ وَأَنْتَ رَجَائِي فَكُم
 مِن نِّعْمَةِ أَعْمَتَ بِهَا عَلَيَّ قُلْ لَكَ بِهَا شُكْرِي وَكُم مِنْ بَلِيَّةٍ
 ابْتَلَيْتَنِي بِهَا قُلْ لَكَ بِهَا صَبْرِي فَيَا مَنْ قُلْ عِنْدَ نِعْمَتِهِ شُكْرِي
 فَلَمْ يَحْرَمْنِي وَيَا مَنْ قُلْ عِنْدَ بَلِيَّةٍ صَبْرِي فَلَمْ يَخْذَلْنِي وَيَا مَنْ
 رَأَى عَلَى الْخَطَايَا فَلَمْ يَفْضَحْنِي يَا ذَا الْمَعْرُوفِ الَّذِي لَا يَنْقُضِي
 أَبَدًا وَيَا ذَا النِّعْمَاءِ الَّتِي لَا تَحْصَى أَبَدًا اسْئَلُكَ أَنْ تَصَلِّيَ عَلَى
 سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبِكَ أَدْرَأُ فِي بَخْوَ
 الْأَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَةِ اللَّهُمَّ أَنْكَ تَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي فَاقْبَلْ
 مَعِيدَتِي وَتَعْلَمُ حَاجَتِي فَاعْطِنِي سَوْلِي وَتَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي
 فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي۔ آمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّحِمِينَ۔

قصیدہ بردہ کا وزن شعری

یہ قصیدہ بحر بسیط میں ہے اور بحر بسید علم عروض میں یہ ہے:

مستفعِلن فاعِلن مستفعِلن فاعِلن

اس میں پہلا فاعِلن کہیں کہیں فاعِلن پڑھا جاتا ہے اور دوسرا فاعِلن ہر جگہ فاعِلن بالزحاف پڑھا جائے گا۔ اسے علم عروض کی اصطلاح میں قطع کہتے ہیں اور مُستفعِلن کا پہلا رکن کہیں کہیں مفاعِلن کے وزن پر آیا ہے۔ اس قسم کے زحاف کو حقین کہتے ہیں۔

سید ابن معنوق متوفی 1087ھ نے اس قصیدہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

لا بر فی الحب یا اهل الهوى قسمی ولا وقت للعلى لا حتمکم دمی
”یعنی اے محبت والو! میں تم سے خیانت کروں تو میرا ایمان وفا بھی مٹ جائے۔ اور ترقی کے مدارج پر فائز ہونے کا عزم کبھی پورا نہ ہو۔“

اگرچہ شاعرانہ بندش میں یہ قصیدہ بھی کم نہیں لیکن بصری کے جذبات سے جب اس کا تقابل کیا جاتا ہے تو انصاف یہی کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ چاہت خاک را بجا لم پاک۔ بہر حال محنت بہت کی ہے لیکن بصری کے جذبات اور عظیم عشق کی کیفیت جو اشعار قصیدہ میں موجزن ہے، وہ ابن معنوق کو میسر نہ ہوئی۔ باقی مہمی لطافت اور تہائی فصاحت کا ہمیں انکار نہیں۔

اب ہم اول ان چند اشعار کو قصیدہ سے منقح کر کے غزلیہ مقررین کرتے ہیں جو بھلا و خلیلہ پڑھنے سے حل مراد میں اکسیر اعظم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جسے مطلق مدینہ غرپوت شاعر قصیدہ نے ارشاد فرمایا ہے اور بعض وہ ہیں جو ہمارے مشائخ کرام سے ہم تک پہنچے۔ وہ وہ تھا۔

منتخب اشعار قصیدہ بردہ برائے حصول مرام

ہدایت خواندن شعر برائے حصول مرام

(۱) اے ہدایتی شعراء! میں سے جو شعر پڑھا جائے اس کے بدلے آسمانی پادشہ سے شریف پڑھا جائے۔

لَوْلَا اَنْضَلِيْ وَسَلِّمْ دَابِقًا فَبِذَا عَلَيَّ خَيْبَتِكَ عَمْرُ الْعَالِي الْكَلْبِمْ
(۲) جو شعر پڑھا جائے اس کی ہر آیت پر رحمت اللہ کا کمان میں لانا پڑھا جائے۔

(۳) ہر شعر پڑھنے سے ہر قسم کا غم و اندوہ دور پڑ جائے۔

(۴) ہر کمال کا کمال تو اس میں ہے کہ ہر کمال کا نام پھر اس کے بعد لکھا جائے۔

نوامیس از شرح غریبانی

مصحف قلب الکبیری، تنقید قرآن کے لیے یہ شعر ہر ایک مہربان شخصیت میں سب پر لکھ کر رکھا جائے۔ ہر کمال کے لیے رحمت ہوگی اور ہر کمال کے بدلے یہ شعر پڑھا جائے اور ہم اگر پڑھا جائے تو شیخ قرآن اور سب کا قرب ہوگا۔

لَوْلَا اَلْهُوِيْ لَمْ تَبْقِ دُنْفَا عَلَيَّ حَظِيْ لَا اَرْهَبُ لِدُكْمِ الشَّيْءِ وَالْعَلَمِ

www.maf555.com

ہر کمال شخصیت کے لیے لکھا جائے کہ ہر کمال کے بدلے یہ شعر پڑھا جائے۔ ہر کمال کے بدلے یہ شعر پڑھا جائے۔

لَوْلَا اَلْهُوِيْ لَمْ تَبْقِ دُنْفَا عَلَيَّ حَظِيْ لَا اَرْهَبُ لِدُكْمِ الشَّيْءِ وَالْعَلَمِ
کتاب الہدایۃ والاعمال

نوامیس از اشعار

ہر کمال شخصیت کے لیے لکھا جائے کہ ہر کمال کے بدلے یہ شعر پڑھا جائے۔ ہر کمال کے بدلے یہ شعر پڑھا جائے۔

المطبعة والنشر: دار المطبعة والنشر

فَكَفَى تَكْرُاحًا بَعْدَ مَا قُضِيَ بِهِ أَغْلَبَ الْغُلُوبِ وَالْمُغْلَبِ

توابع الضمان

(۱) اگر اپنی زندگی کی طرف سے کسی اور مخلوق کا وہم ہو تو اس شعر کو لیموں کے پتے پر لکھ کر جب گلاب و سوسانوں کے بیچ پر رکھ دیں۔ لیکن یہ فریال ہے کہ بائیں چھاتی پر رکھیں تو وہ سب سے سب سے پہلے کھٹکے گا۔

[illegible]

نعم مريد طيف من الغوى فازلى
والحق يقهر من اللذات بالآل

خواص المضامد

جیسے حسنعلی احمد، گوہر گل، کاغذی، یہ شعروں و شعر میں کچھ کر اپنے شمار کے اندر رکھے اور
وہابی کی طرف سے شعور ہے۔ **عقلمند** شعور (اصل خود بخود) ان کے شرعے مکتوب ہے۔

محطس الطرح لكن لك ضبط ابن المصنف عن الغزالي في ضم

www.خواص_النباتات.com

ہمارے مقبولی اور انمول کاغذ پر شعر و سطر میں لکھ کر اپنے غلام میں اس طرح رکھے کہ جو صافی کی طرف یہ نقش رہے۔ انکے ساتھ شریعت سے کھٹولا و معصون رہے گا۔ اور اگر غلام کتاب سے ہی گھبرائے اور مضمون کتاب کو جس نے لکھے تو یہ شعر ایک سو اسی بار پڑھ کر غلام کرے۔ انکے ساتھ کتاب مل ہوگی۔

والاستعارة التلميح من غني لغة السالكين من المتعارفين والهم حصة السالكين

توضیحات

عصرِ اولیٰ بعد از ان کی استیلا کے لیے پختل کیوں نہ ہو۔ بعد ازاں ان کے

یہ بعد از ہر گناہ کہ گناہ کے عرق سے دم کر جائیں۔ اور اس گناہ و گنہہ اطاعتیں اور
فروع و فروع سے پار گاہ الہی میں دعا و تعلق تو بہ الصواع کر لیں۔ صمدی طریقیہ میں ہی
پہلی جائے۔ علیٰ انکسالی طرح صلوٰۃ و سلام الشوخی و فروع و صواع تو انکسالی و صلوٰۃ
کے کہ ہر سے گناہ و گنہہ ہے:

وَلَا تَطْعَمْ مِنْكُمْ خَضًا وَلَا خَمًا فَاتْلُ تَعْرِفَ كَلِمَ الْعَظِيمِ وَالْعَظِيمِ
خواص ایضاً منہ

برائے عبادت ربی و تعالیٰ یہ بیت مبارک آیت میں ایک بار ایک صمدی
اول آخر و وسط و قید و گیدہ گیارہ بار پڑھیں۔ انکسالی ایک ہی گناہ کے پڑھنے سے مراد
پہلی ہے۔

اور اگر اتنی مقدار نہ پڑھ سکتے تو پھر آٹھ بار پڑھیں کہ ہر وقت پڑھا جائے تو اس کی
برکات سے محروم نہیں رہتا۔ بے شک یہ قول مراد چہرہ ہوتی ہے۔

هُوَ الْعَبْدُ الْيَتِيمُ الْفَقِيرُ الْغَلِيظُ الْفَقِيرُ الْغَلِيظُ الْفَقِيرُ الْغَلِيظُ الْفَقِيرُ الْغَلِيظُ الْفَقِيرُ
خواص ایضاً منہ

برائے آسمانی مخلوقات موت ہائیں مر لیں یہ پڑھیں۔ اگر وقت پورا نہ ہو جائے اسے
آسانی سے ہوگی۔

لَوْ تَقَالَتْ لِقَوْلِهِ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ اَتَقَالَتْ
خواص ایضاً منہ

انگل یا آواز میں سب کہ وہاں وہاں کا غلو و دعا یہ تعریضات ہر بار پڑھیں کہ
اسیہ کہ گناہ و گناہ کے بعد کر لیں۔ انکسالی ایک ہی گناہ کے پڑھنے سے مراد
پہلی ہے۔

وَلَا يَأْتِيكَ الْفَقْرُ مِنْ اَمَّا لِيْلَا مِنْ الْفَقْرِ وَفِي الْفَقْرِ مِنْ الْفَقْرِ
خواص ایضاً منہ

سطح میں سیب پر لکھ کر کھلائیں۔ انشاء اللہ رفع مرض ہوگا اور اگر شیشہ پر لکھ کر دھو کر پلا دیں تو بھی سلید ہوگا لیکن قحاح یعنی سیب پر لکھ کر دینا زیادہ مفید ہے۔

فَكَيْفَ تَبْكُرُ حَبًا بَعْدَ مَا شَهِدْتَ بِهِ عَلَىكَ عُدُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
مُخَمَّتٌ سَيِّدُ الْكُونَيْنِ وَالْفَقْلَيْنِ وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
یہ بیت مبارک ہر قسم کے آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور چینی پر لکھ کر پلائیں تو چند روز میں شفایا حاصل ہو، بلکہ اس کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھ دیں۔

دفع دخل مقدر

یہ اعتراض علامہ بصیری پر محض زائد ہوگا کہ انہوں نے قصیدہ کی ابتداء بغیر بسم اللہ و حمد کیوں کی؟ اس لیے کہ علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں کہ

وَقَدْ سَمِعَ مِنْ بَعْضِ الْعَرَبِ أَنَّ النَّازِمَ الْفَاهِمَ ذَكَرَهُمَا فِي بَيْتٍ مُسْتَقِلٍ
وَهُوَ قَوْلُهُ۔

”بعض عرب سے سنا ہے کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و نعت ایک مستقل شعر میں فرمائی ہے اور وہ یہ ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُنْشَى الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ

لَمْ يَصْلَوْهُ عَلَى الْمُخْتَارِ هِيَ الْقَدَمُ

پورا ترجمان بھی لیا جائے کہ یہ شعر قصیدہ کے مطلع کا نہیں تو ممکن ہے کہ قصیدہ کے پہلے شعر کا ہر جملہ نذکر میں اشارۃ الحمد کا خوف ہو جیسا کہ ارباب تصوف میں مشہور ہے۔

پورا اگر یہ بھی مسلم نہ ہو تو بھی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ اس لیے کہ حمد و نعت کے متعلق جو احادیث میں تاکید ہے وہ ذکر لسانی کی ہے نہ کہ کتابت کی۔ بناء براین ممکن ہے کہ علامہ بصیری رحمۃ اللہ علیہ نے انشاء قصیدہ فرماتے ہوئے زبانی حمد و نعت کر لی ہو۔ علاوہ ازیں ایک بات اور بھی ہے کہ شرائط و سبب سے پہلے بتایا گیا ہے کہ قصیدہ شروع کرنے سے قبل یہ درود ممکن نہ تھا۔ پھر یہ درود ہے جو ناظم فاہم نے دربار رسالت میں عرض کیا:

مَوْلَانِ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 اس میں ذکر الہی اور صلوة علی رسالت بنی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ بہر حال یہ معتزلیوں کا
 زائد ہے اور کسی طرح علامہ فاضل رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں پڑتا۔

ابوالحسنات قادری

خطیب مسجد وزیر خان لاہور

نافس اسلام



نافس اسلام

WWW.NAFISISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح بردہ

فصل اول۔۔ یاد محبوب اور مذاکرۂ صبا

اَمِنْ تَذَكُّرٍ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ
مَرْجَتْ دَمْعًا جَرِیًّا مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

حل لغات: ہمزہ استفہامیہ تذکر۔ بمعنی یاد جیران۔ جمع جار یعنی مسایہ۔ سلم۔ ایک درخت ہے جو چیلے کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے۔ ذی سلم۔ وہ مقام جہاں ایسے درخت کثرت سے ہوں اور ذی سلم عرب میں ایک خاص مقام بھی ہے۔ مزجت۔ صیغہ ماضی مخاطب، ماخوذ از مرج یعنی آلودہ ہوایا آمیزش کیا ہوا۔ دمعاً۔ بالفتح اشک، آنسو۔ من مقلة۔ بالضم گوشہ چشم جسے کو یہ کہتے ہیں، یعنی کو یہ چشم سے۔ جری۔ جاری ہیں۔ بدم۔ دم، خون، خون آلودہ۔

ترجمہ: کیا مسایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے، تیری آنکھوں سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔ تشریح: دل بے قرار ہے اور اس راز محبت کو جسے عاشق امانت کی طرح مخفی رکھ رہا ہے، یہ بے قراری ظاہر کرنے پر مجبور کر رہی ہے، اگرچہ یہ کوشاں ہے کہ وہ راز فاش نہ ہو۔ مگر جب آنکھوں نے اس کا پردہ چاک کر دیا تو اب کسی مخصوص محبوب کے راز کو مخفی رکھنے کے لیے اس کا دم چھپا کر ایک مقام خاص ذی سلم کو ظاہر کر کے وہاں کے مسایوں کے پردہ میں کہتا ہے کہ اسے بے قرار از خود رفتہ ہے چہنیں! کیا آج تو ذی سلم کے مسایوں کی یاد میں خون آلودہ آنسو اپنی منقہ چشم سے گرا رہا ہے اور اس امر کو باوجود یکہ اتنا مضطر (بے قرار) ہو چکا ہے پھر بھی مخفی رکھتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ مقام ذی سلم کے مسایوں میں سے وہ کون ہے جس کی تفسیر یاد یہ نمل کے آنسو گرا رہی ہے۔ یہ مختصری شرح وہ ہے جو فقیہ کے ذہن نارسا کا

خلاصہ ہے۔ اب علامہ خرپاتی نے جو شرح فرمائی وہ غدرناظرین ہے:

لذکر اگر مصدر ذکر بکسر ذال ہے تو زبانی یا دلی طرف دال (رہنمائی کرتا ہے) اور اگر
ذکر بالضم ہے تو ذکر قلبی کا حال بتاتا ہے۔ اور جیوان سے اس جگہ بطریق مجاز مجاہد ہے
اور چار کو جمع کرنا اور جیوان کہنا قطعیاً ہے۔ ہندی مسلم، علم بطریق امام ایک درخت کا نام ہے اور
مسلم بکسر لام اسم جنس ہے سلم کا۔ اور ایک قول میں علم ایک درخت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ
کے مابین ایک جنگل میں واقع ہے۔ اور اس مقام پر مسلم سے مراد یہی درخت ہے۔ اس لیے
کہ جب حضور ﷺ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لارہے تھے تو راستہ میں اس درخت
کے نیچے استراحت فرما ہوئے تھے۔ اور بعض کے نزدیک مسلم سے مراد دارالسلام ہے جو جنت
میں ایک مقام ہے اور یہاں استقارۃ روضہ محبوب خدا ﷺ مراد لیا گیا۔ اس لیے کہ گید
اخضر جنت کے مشابہ ہے اور وہ خیر مکان اور جنس دارالسلام سے ہے۔ اور محمد دارالسلام سے
استقارہ روضہ پاک کا کر کے ذی سلم کہا، تاکہ صاحب روضہ مراد ہو جائے اور اسے فتح اس
لیے کیا کہ نہ صرف حضور بلکہ جملہ ارواح انبیاء علیہم السلام کی یاد پر جاؤں تو ہوائے۔

تو حاصل معنی یہ ہوئے: کہ کیا جبر ان عالم ارواح کی یاد دہانی ہو ذی سلم ہیں اور اہل
عالمین میں رہتے ہیں تیری آنکھوں سے مزدوج بزم آنسو جاری کر دے۔

اور مقلہ محاورہ میں جواض و طوار چشم دلوں کو کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا

قول ہے:

اِذَا مَا مَقْلَتِي زَمَلْتُ فَكُحْلِي قُرْآنُ قَلْبِي نَهَى قُرْآنُ
یعنی میرے منہ (تاکہ کہہ سکاں) میں رہا چشم (آغوش چشم) اور تو اس کا سر پہنچتا ہے
کے عین (جوئے) کی خاک ہے۔

اور ایک تو یہ علامہ خرپاتی بیت مذکور کی یہ فرماتے ہیں: کہ عاشق جب اپنے عشق کو مقلی
کر کے محبت کا ٹکڑا جو اتنا وہ عشق جو متصوفین کے نزدیک قلب انسان میں ہوتا ہے۔ اس نے
نہ جتنے جتنے مقلد کی خاصیت پیدا کر لی کہ جتنا اسے مقلی کیا گیا اتنا ہی وہ بڑھتا ہوئے گا۔

تو سلطان محبت کے دربار میں جو شیر قلب میں مقیم ہے عاشق نے جب انکار محبت کیا تو مدق نے کہا کہ اگر تجھ پر حشر عشق نہیں تو کس لیے خون آلود آنسو اپنے مقلد چشم سے بہا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہانے رفیقوں کی یاد نے جو ذی سلم کے ہم وطن تھے، تجھے بے تاب کیا اور اس بے تابی کے ضبط نے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو بہائے۔

بہذا دعویٰ ثابت کہ تیرے دل میں سلطان محبت نے اپنا سکہ جمایا اور تو اسی کے اثر سے متاثر ہو کر خون آلود آنسو بہا رہا ہے۔

گے ابر کرم گاہے ترشح گے جو درباراں یاد چشم مانگر ہوائے بر شکالی را
مراہر سات کاویکھواتو آن آنکھوں میں آئینو سپیدی ہے سیاہی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

توجیہ عجیب

یا ظلم فاہم رمتہ اللہ علیہ بطریق تجرید اپنی طرف خطاب کر کے بطور تجال عارفانہ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب! کیا تجھ سے ہمایوں کی یاد نے جو موضع ذی سلم کے ہیں، اپنی آنکھوں سے خون آلود آنسو جاری کرادیے، یہ یاد تیری ایک مبارک یاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی یاد میں خون رونے والا اس خطاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو قصیدہ کے شروع میں لفظ آتا ہے یعنی اوست۔ گویا اس محبت والے کو امن و عافیت کی بشارت ہے۔

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ بَلْقَاءِ كَاظِمَةٍ

وَأَوْمَضَ الْبُوقُ فِي الظُّلُمَاءِ مِنْ إِضْمٍ

حل لغات نام۔ متصل ہے یا منقطع۔ متصل ہونے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ کیا ہمایوں کی یاد میں خون آلود آنسو قذال رہا ہے۔ یعنی ”کیا“ استفہام ہے یا یتوب ریح کے باعث یا ذہل مدق کے سبب تو خون کے آنسو رہا ہے۔ اور منقطع ہونے کی صورت میں تو کہ تیرے کارہ کر کے مزاحمت دفع کی علت یتوب ریح قرار دی جائے گی۔ ہٹ سیف۔ ماضی از یتوب، ہوا چانا، تخریک، نشر ریح ہوا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِنِّیْ لَا اُحِیْطُ بِالْحَمْدِ لَکَ مُطْمَ۔ الرِّیحُ۔ روح سے ہے اور یہ معنی ذباب استعمال ہوتی ہے۔ یعنی چلنے اور

جانے کے معنی میں آتی ہے۔ تلقاء بالسر طرف، حجت، جانب کمالی قولہ تعالیٰ۔
تَلْقَاءَ مَدَیْنِ۔ کما طبعہ ایک شہر کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے منور
فرمایا۔ اور یہ کظلم سے مشتق ہے جو تسکین غضب کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ قرآن کریم
میں ہے: **وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ**۔ بعض نے کہا: کاظم سے مراد گنہگار غصہ زدہ للعالمین ہے۔

اور محبوب رتخ من جانب المدینہ سے مراد حقیقی ہے۔ اس لیے کہ جب محبوب کی طرف سے
ہوا آتی ہے تو محرک حزن و ملال عاشق ہوتی ہے اور صورت بکا و بن جاتی ہے۔

أَوْ مَضْ ماضی و مض سے ہے یعنی بجلی کا ہلکا سا چمکنا۔ یعنی یا سب اجراء الدمع بالدم کا ان ماضی
برق ہے۔ برق۔ بجلی۔ ظلماء۔ بفتح اول و سکون ثانی، شب تاریک۔ اضم۔ بکسر اول و
فتح ثانی۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے، اس کا نام ہے۔ اس پہاڑ پر حضور ﷺ اکثر
جلوہ آرا رہے ہیں۔

ترجمہ: یا ہوا آرہی ہے کاظم کی جانب سے یا کوہ اضم کی طرف سے بجلی چمکتی ہے اور تجھے
وہاں کی یاد خون رلا رہی ہے۔

تشریح از خرپوتی: یعنی اے عشق کے منکر اور اے چھپانے والے دراز محبت کے تو نرا انکار
کر لیکن علل و اسباب اتنے شاید ہیں کہ تو انکار نہیں کر سکتا۔ اگر جب بکا و حزن تذکرہ جبران
ذی سلم نہیں ہے تو بکل کاظم جہاں جلوہ محبوب جلوہ آرا تھا وہاں کی ہوا تجھے وہاں کی صحبتیں
یاد دلا کر تیرے حزن و ملال کو بڑھا رہی ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو کوہ اضم کی نرم نرم بجلیاں
تجھے اندھیرے میں بے چین کر رہی ہیں اور کاکل (زلف) محبوب کو یاد دلا رہی ہیں۔ جیسے
شاعر نے کہا ہے:

صدغ الحیب و حالہ کلاهما کاللبالی

شب بھر اور گیسوئے مشک بار میں دونوں سیاہ اور ہر ایک و ہر

ایک تشریح کا طرزیوں ہو سکتا ہے کہ یاد دلا رہے جو مطلع کے بیت میں کہی گئی ہے یا یہ وجہ

ہے کہ مقام کاظم کی طرف سے یاد دلا رہی ہیں و یاد دلا چلی ہے یا یہ وجہ ہے کہ نرم وضع اضم کی سمت ہے

ہر ایک شب میں بجلی کوندی ہے یعنی ناظم فائیم اپنے نفس سے بطریق تجاہل عارفانہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تیرے گریہ خون آلود کی وجہ موضع ذی سلم کے مسایوں کی یاد ہے یا ست کاغذ سے ہوائے محبت چلی ہے اور نسیم بوئے کا کل یار لاری ہے کہ اسے سونگھ کر تیری بے نیابی بوجھ اور مضطربانہ گریہ خون آمیز شروع ہو گیا یا کوہ اضم کی جانب سے برق محبت چمکی جس کی روشنی میں تجھے دیار محبوب نظر آیا اور بے تابانہ رو پڑا۔ لہذا صاف صاف بتا کہ ان تینوں سیووں میں سے کون سا جب تیرے بے تاب ہونے اور خون کے آنسو رونے کا ہے۔

بتلائے غم و محنت و اندوہ و فراق اے دل! ایس نالہ و فغان تو بے چیزے نیست
یہ آورد صبا از سر کوش بوئے اے گل! ایس چاکہ گریبان تو بے چیزے نیست
چمن کوچہ جاناں سے یہ کیا آتی ہے ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے

واہا السولعات ذہبت آن عہد حضور بارگاہت

جب یا آوت سو ہے کر نہ پرت در وادہ مدینہ کا جانا

ہی الشمس مسکنها فی السماء فعر الفؤاد عزاء جمیلا
فلن تستطيع اليها الصعودا ولن تستطيع اليك النزولا
فَمَا لِعَيْنِكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمًّا
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهُمًّا

عمل لغات: اُففا۔ عطف و استقام۔ پس کیا ہوا؟ لِعَيْنِكَ۔ تشریح: دونوں آنکھیں۔
تیرے دونوں آنکھوں کو۔ اِنْ۔ برائے شرط۔ اِگر۔ قُلْتَ۔ صیغہ ماضی مخاطب، کہا تو نے۔
اُكْفُفَا۔ امر تشریح: ازخف، ٹھہر و تم دونوں۔ هَمًّا۔ ماضی تشریح: ازہمی۔ بہنا، جاری ہونا،
دونوں آنکھیں پہنچ گئیں۔ و ما۔ استقام، اور کیا ہے؟ لِقَلْبِكَ۔ تیرے قلب کو۔ اِنْ۔
شرطیہ۔ اِگر۔ قُلْتَ۔ صیغہ ماضی، کہا تو نے۔ اسْتَفِقْ۔ امر، ازافاقہ، افاقہ حاصل کر۔
یہم۔ ازوہم۔ دل کا بے اختیار کسی طرف مائل ہونا۔ یا ازہیمان کسی طرف فریفتہ ہونا۔
حاصل معنی: لیکن ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: کیا ہوا تیری دونوں آنکھوں کو اگر تو کہتا ہے ظہیر جاؤ تو پہنے لگتی ہیں۔ اور کیا ہوا میرے دل کو اگر تو کہتا ہے سکون پکڑ لو تو ٹنگن زیادہ ہوتا ہے۔

شرح: یعنی ناظم فائز رحمۃ اللہ علیہ اپنے لہجے کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ اگر تیری گریہ وزاری منجملہ اسباب مذکور کے نہیں ہے تو تیری چشم گریاں کو پھر کیا ہو گیا ہے کہ جب تو انہیں رونے سے روکتا ہے تو اور زیادہ پہنے لگتی ہیں اور تیرے قلب حزیں کو ایسا کیا صدمہ گزرا ہے کہ جب تو کہتا ہے کہ زرا سنجھل اور ہوش کر تو وہ اور زیادہ غمگین و مہسوم ہو جاتا ہے بقول شاعر:

چوست محنت، اک چوں کوئی بالیت آنچہ بود اول انساں افروں گریست

چوں بگوئی بادل، اسے دل ہوش دار ہر کشد از سجد آتے پر شرار

أَيْحَسِبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَحِمٌ
مَا بَيِّنٌ مُنْسَجِمٌ مِنْهُ وَمُضْطَرِمٌ

حل لغات: (الف) حرف استعظام، بمعنی کیا، یحسب۔ مصدر حب۔ لگان کرنا۔ یعنی گمان کرتا ہے۔ الصب۔ فاعل بمعنی عاشق۔ ان الصب فی الاصل مصدر بمعنی الارافۃ لکن المراد منه ههنا العاشق الكامل و المناسبی العاشق الكامل بد لاندہ یسکی فی کل احوالہ (عاشق) ان۔ یہ کہ، الحب۔ محبت، منکم، فاعل از انکام، پوشیدہ رہنا کہ تم سے یعنی پوشیدہ رہے گی۔ ما بین۔ درمیان۔ منسجم۔ از انسجام، اشک رواں شدن، آلسو پتے ہونے کے۔ و۔ اور۔ مضطرم۔ (قب) از اضطرام فاعل۔ آگ کا بھڑکنا، یعنی قلب آگ لگے ہوئے کے یا بھل دل۔

ترجمہ: کیا گمان کرتا ہے عاشق یا رونے والا کہ محبت کا باز پوشیدہ رہ جائے گا۔ جب کہ وہ عاشق اشک جاری اور قلب بے قرار کے درمیان ہے۔

شرح: صب استعارۃ بمعنی عاشق لیا۔ اس لیے کہ عاشق کا ہر وقت روتے رہنا اور ہر حال میں رونا لازمی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وما فی الحلق الشقی من صعب وان وجد الہوی حلوا المذاقی

تراہ باکیا فی کل حال مخافۃ فرقة او لاشتیاق
 فیبکی ان ناوا شوقا الیہم ویبکی ان دنوا خوف الفراق
 یعنی عاشق حالت وصل میں خوف فراق سے روتا رہتا ہے اور حالت ہجر میں غم فراق سے
 نالاں رہتا ہے۔ اس بناء پر صب جو بمعنی اراقہ یعنی آنسو بہنے کے اندر مستعمل ہے۔ عاشق
 کے معنی میں استعمال کیا گیا تو اب معنی یوں ہوئے:

کیا عاشق اس خیال و حساب میں ہے کہ اس کی محبت اور سرعشق پوشیدہ رہ جائے گا۔
 باوجودیکہ دو افشاء راز کرنے والے اس پر مستولی ہیں۔ ایک چشم گریاں دوسرا قلب مضطر،
 اب ممکن نہیں کہ یہ راز پوشیدہ رہ سکے۔ اس لیے کہ چشم اشکبار اور قلب بے قرار اس پردہ عشق
 کو فاش کر کے رہیں گے۔

میتواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن زردی رنگ و رخ و خشکی لب را چہ علاج
 ضبط فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پر غم پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

لَوْلَا الْهَوَىٰ لَمْ تَرُقْ دَمْعًا عَلَى طَلَلٍ

وَلَا أَرَقْتُ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

حل لغات: لولا۔ شرطیہ۔ واضح رہے کہ عربی میں لولا کا استعمال چار صورتوں میں ہوتا
 ہے: یا تو جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر امتناع شے کے معنی دے وجود غیر پر، دوم یہ کہ مضارع کے
 ساتھ ہو تو تخصیص و عرض کا فائدہ دے گا۔ سوم یہ کہ ماضی پر داخل ہو تو توبیخ اور تنذیم کے معنی
 میں آئے گا۔ چہارم یہ کہ استفہام کا فائدہ دے۔ اس جگہ لولا امتناع شے لوجود غیرہ کے معنی
 میں ہے۔ یعنی لولا الهوی موجود فیک ”یعنی اگر نہیں ہے ہوا تجھ میں موجود“۔
 ہوی۔ بمعنی عشق، اگرچہ ہوئی تین معنی دیتا ہے: اول میل نفس الی ما لا یقتضیہ
 الشرع یہ مذموم ہے جیسے اَسَاءَ نِیَّتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ دوم بمعنی عشق۔ سوم بمعنی مہوی
 یعنی محبوب۔ یہاں دوسرے اور تیسرے معنی چسپاں ہو سکتے ہیں یعنی عشق یا محبوب۔ لَمْ
 تَرُقْ۔ نفی جحد بلم مضارع۔ اراق یریق سے۔ اس کی اصل یروق تھی بمعنی الصب، بہنا۔

(لم ترق یعنی برگزیدہ) دفعا۔ آنسو۔ جیسا کہ ابن حاسب نے وقت قتل کہا تھا:

اری قدمی اوراقی دمی و ہان دمی و ہا ندمی
علی طلل۔ پرانے کھنڈروں پر۔ طلل، مسہار شدہ عمارت، ویران گھر کے کھنڈر۔ ولا۔
اور نہ اُرفت۔ ماضی مخاطب، ارق یا زرق از باب علم بعلم۔ یعنی سہر الیالی وعدم
النوم یعنی بے خوابی یعنی بے خواب ہوتا تو۔ بلد کو ساتھ یاد۔

عجبا للمحب کیف ینام کل نوم علی المحب کیف
البان۔ بان، ایک درخت لطیف الرائحہ کا نام ہے۔ یہاں بان سے مراد وہ درخت ہے جو مکہ
مکرمہ کے قریب تھا۔ جس کے سایہ میں حضور نے قیلولہ فرمایا تھا اور وقت ہجرت قیام بھی
فرمایا۔ والعلم بحقی جبل یعنی پہاڑ۔ اور اس جگہ پہاڑ سے مراد مکہ کے پہاڑوں سے جبل ابی
قیس یا جبل حراء ہے اور بعض کے نزدیک وہ پہاڑ مراد ہے جس کے غار میں حضور بہت دن
مقیم رہے۔

ترجمہ: اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو کھنڈروں پر آنسو نہ بہاتا اور نہ بان و پہاڑ کی یاد سے جاگتا
رہتا۔

شرح: اس بیت میں منکر پر اثبات دعویٰ کرنے کو اور دلیل دے کر اپنے دعویٰ کو مؤکد کیا
جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر ساہان محبت مدینہ قلب میں نہیں ہے تو تیری پرانی عمارت جسم
پر آنسو کیوں بہ رہے ہیں اللہ تیری بے خوابی شجرۃ البان اور جبل محبوب کے ذکر سے کیوں
بزدھری ہے یعنی اے منکر و سائر محبت! اگر تجھے مرض محبت نہیں ہے تو محبت کے آنسو دیا
محبوب کے کھنڈروں پر کیوں بہا رہا ہے اور وہ درخت بان جو اقامت محبوب کی یاد دلا رہا ہے
اور علم جو کدھنم ہے اس کی یاد تجھے کیوں بے خواب کر رہی ہے۔ گویا ناظم قاہم دلیل انی کے
ذریعہ اثر سے مؤثر کو جاہت کر رہے ہیں اور آگے فرماتے ہیں:

ہذا فرادے سے ہو جائیں نہ آنکھیں پر غم پردہ داری لگی کہیں پردہ دراز نہ ہو

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدْتَ

بِهِ عَلَيْكَ عُذُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

حل لغات: فَكَيْفَ: تو بخ یا استبعاد کے لیے ہے یعنی پھر کیونکر۔ تُنْكِرُ: مضارع انکار سے ہے یعنی انکار کر سکتا ہے تو۔ حبا: مفعول تنکر کا ہے اور تنوین تعظیما ہے یعنی محبت کا جیسے حضرت سیدہ کے شعر میں ہے:

صُبْتُ عَلَى مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صُبْتُ عَلَى الْآيَامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

بعد ما: یعنی بعد اس کے کہ شہادت میغہ ماضی ہے یعنی شہادت دی۔ بہ: یعنی اس محبت کی۔ علیک: یعنی تجھ پر۔ عدول: جمع عادل، یعنی معتبر گواہ۔ الدمع: آنسو۔ والسقم: اور بیماری نے، سقم درحقیقت مرض قلب کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: تو کس طرح انکار کر سکتا ہے محبت کا جب کہ اس محبت پر تیری اشکباری اور قلب کی بیماری معتبر شاہد ہیں۔

شرح: گویا عاشق اخفاء محبت کے لیے مدعی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے تیرے گواہ معتبر نہیں تو عدالت کی طرف سے ثبوت دعویٰ پر ڈگری دی جاتی ہے اور تو بیخیا منکر سے کہا گیا کہ ”فکيف تنکر“ کیونکر تو انکار کر سکتا ہے محبت کا جب کہ دو گواہ عادل معتبر شہادت دے رہے ہیں۔ ایک دمع دوسرا سقم۔

اور اس نے انکار اس لیے کیا کہ قلب عاشق اظہار سرعشق پر کبھی راضی نہیں ہوتا۔ لیکن جب شہادت، خبر صادق شخص صادق سے صادر ہو جائے تو مجبوراً ماننا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس طرز پر اظہار عشق و محبت ہوا کہ آنسو اور قلب حزیں دونوں نے شہادت دی۔ علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

کہ قصیدہ مبارکہ میں چھ بیت ایسے ہیں جو حضور ﷺ نے مسموع فرما کر اظہار پسندیدگی کے لیے ان پر تمایل فرمایا۔ ان میں یہ پہلا بیت ہے۔ اِلٰهِي لَا تَجْعَلْنَا مِنْ رُفْرَةِ اَهْلِ الْفِسْقِ وَالْهَوٰى، واجعلنا ممن قلبه ملي بمحبة نبيك المصطفى

و عینہ فی کل وقت من عشقہ جری وبکی۔

وَأَثَبْتُ الْوَجْدَ خَطِيءَ عِبْرَةٍ وَضَنِي
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلَى خَدَيْكَ وَالْعَنَمِ

حل لغات: نو اثبت۔ عطف علی شہدت، اور ثابت ہو گیا۔ الوجد۔ فاعل اثبت، حزن قلبی اور کیفیت عشق۔ خطی۔ خط، عربی میں تصویر الفاظ کو کہتے ہیں جو حروف ہجا میں ہو۔ اور خط حکمی اسے کہتے ہیں جس میں طول ہو اور عرض میں اس کا انقسام ممکن ہو اور اس میں عمق نہ ہو۔ اور خطی اصل میں خطین تھا۔ اضافت کے ساتھ نون ساقط ہو گیا یعنی حزن قلبی کے آنسوؤں سے کچھے ہوئے دو فطوں سے ثابت ہو گیا۔ عبرۃ۔ ^{بفتح العین}سخاۃ العین۔ ماء جاری من العین علی الوجه حاصل معنی آنسو بہنے سے۔ وضنی۔ اور صرناں مفرط یعنی کمزوری لاغری (اور ضعف مفرط سے) امثل۔ حال ہے یا مفعول ثانی (مثل) البہار۔ بروزن بہار، (زرد گلاب کے جو ریح الاول میں کھلتا ہے، چہرہ زرد پر خط زرد) علی خدیك۔ تیرے رخساروں پر۔ والعنم عنم، بفتح حین، ایک سرخ درخت کا نام ہے جو نرم شاخوں والا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا۔ وہ درخت مہندی ہے۔

ترجمہ: غم عشق نے تیرے رخساروں پر گریہ و بکا اور لاغری کے دو نشان ایسے قائم کر دیے ہیں کہ گل بہار کی طرح زرد اور شاخ عنم کی طرح سرخ ہے۔ اب انکار بے سود ہے۔

شرح: ناظم فہم غم مہاجریت اور عشق محبوب میں گرفتار ہو کر اتنے روئے کہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی آنے لگا تو ان کے رخسارہ مبارک پر دو باریک خط مثل الف کے کھج گئے۔ ایک سرخ خون آلودہ آنسوؤں کی وجہ سے۔ دوسرا خط زرد حزن قلبی کے باعث، تو اپنے نفس سے مخاطبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو باوجود شہادت شاہدین کس طرح انکار کرتا ہے۔

با آنکہ تیرا عشق مخفی ثابت ہو چکا تیرے حزن قلبی کے باعث اور حاکم عدالت نے ایسا فیصلہ دیا کہ اب اس کے فیصلہ کو کوئی رد کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے تیرے صحیفہ حزن پر سرخ خط میں فیصلہ لکھ دیا۔ اب جو تیرا مصحف رخ پڑھے گا قسطی فیصلہ دے گا اور یہی کہے گا کہ فی الواقع

تو عاشق صادق ہے۔

نَعَمْ سَرَى طَيْفٌ مِّنْ أَهْوَىٰ فَارَّقَنِي
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَاتِ بِالَالَمِ

۸

حل لغات: نعم۔ حرف تصدیق و کلمہ ایجاب یعنی ہاں۔ سرى۔ الذہاب باللیل یعنی چلا رات میں۔ طیف۔ الخیال۔ یعنی خیال سے۔ من۔ یعنی اس شخص کے۔ اہوی۔ از ہوی یہوی، یعنی جس نے مجھے اپنی محبت میں قید کیا۔ فارقنی۔ ای اسہرنی و ایقظنی فی النوم، یعنی اس نے مجھے بے خواب رکھا۔ والحب۔ یعنی اور محبت۔ يعترض۔ من اعترض له بسهم اذا اقبل له فرمء یعنی قتل کر رہی ہے۔ اللذات۔ جمع لذة یعنی لذتوں کو۔ بالالام۔ یعنی مہلکات عشق سے۔

ترجمہ: ہاں رات کی سیر میں اس محبوب کا خیال آیا۔ اور اس نے مجھے بے چین کر دیا۔ شب بھر بے خواب رکھا اور محبت کے اندر لذتیں ماری جاتی ہیں الم مہاجرت محبوب سے۔

شرح: جب کہ سائل نے محبت کے انکار پر دلائل کے ذریعے تمام راہیں بند کر دیں تو مجبوراً اسے اپنے عشق کا اقرار کرنا پڑا۔ تو اب کیفیت عشق بیان کرتا ہے کہ ہاں رات کو خیال محبوب میں چل رہا تھا کہ تصور محبوب نے میری نیند اڑا دی اور اس کی محبت نے میری لذتیں مار کر مجھے الم مہاجرت میں ہلاک کر دیا۔

إغْفِرْ لِي يَا مَنْ بِسَعَةِ مَغْفِرَتِهِ شَوْقُنِي وَاعْفُ عَنِ الْفِعْلِ الَّذِي مِنْ رِضَاكَ
فَرَّقَنِي وَلَا تَحْرِقْنِي بِنَارِ الْجَحِيمِ لَانْ عَشَقْتُ نَبِيكَ حَرَقَنِي۔

يَا لَائِمِي فِي الْهَوَى الْعُذْرِي مَعْدِرَةً
مِّنِّي إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلَمْ

۹

حل لغات: بالائمی۔ یا حرف ندا بمعنی اے، لائمی ملامت کرنے والے۔ فی الهوی۔ محبت میں۔ العذری۔ وهو بضم العين، منسوب بقبیلہ عذرہ، یہ قبیلہ عشاق یمن میں مشہور ہے۔ اس قبیلہ کے اکثر نوجوان عشق میں جانیں دے چکے ہیں۔ اس قبیلہ

کے دل نہایت نرم اور صاف ہوتے ہیں۔ ان کی عورتیں نہایت پاک دامن اور بادیا ہوتی ہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ (محبت میں قبیلہ عذرہ کے) معذرتہ۔ عذر پیش کرتا ہوں۔ صنی الیک۔ میری طرف سے تجھ پر۔ ولو انصفت۔ اور اگر تو انصاف کرتا۔ لم تلم۔ ہرگز ہرگز ملامت نہ کرتا۔

ترجمہ: اے قبیلہ عذرہ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے! میں تیرے آگے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں۔ اور اگر تو انصاف کرے تو مجھے ملامت کبھی نہ کرے۔

شرح: ناظم قاسم فرماتے ہیں کہ اسے ملامت کرنے والے! اس عشق پر جو میرے دل میں قبیلہ بنی عذرہ کے عشق کی طرح مستحکم ہو چکا ہے۔ اور اگر تو اس کے استحکام کی حقیقت کو جان کر انصاف کرے تو مجھے کبھی ملامت نہ کرے اور میرے عذر کو قابل پذیرائی سمجھ لے، حضرت اصمعی فرماتے ہیں کہ میں اعراب کے ایک ایسے قبیلے کی طرف جانا چاہتا تھا کہ جہاں کی فصاحت و بلاغت مانی ہوئی ہو، تا کہ ان سے زبان سیکھوں۔ چنانچہ جب میں نے تلاش و تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی عذرہ یمن میں ہے، جس کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو ایک شخص کی لڑکی کا حال سنا کہ موزوں قامت، نمکین حسن، فصیحہ الکلام، ملیحہ الملام ہے۔ تو اصمعی کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی۔ پھر آپ وہاں سے چل کر اس قبیلہ کے اور لوگوں کو دیکھنے چلے تو ایک جوان کو دیکھا جو نہایت لطیف الحس مثل ہلال منور تھا، لیکن کسی کے عشق میں کھل کھل کر مثل خلال ہو چکا تھا۔ زرد چہرہ مثل مہندی کے اور اس کے چہرہ سے آثار محبت اظہر من الشمس تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب یہ داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہے۔ میں نے اس سے یہ کیفیت و احوال پوچھا تو وہ ٹاپنے لگا اور اس لڑکی کا عشق ظاہر کیا جس کے گھر سے میں آ رہا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اس کے بچا کی بیٹی ہے، اور اس نے چند سال سے اس کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں اس کے بچا کے یہاں گیا کہ مفارش کروں اور اس کی مراد پوری کراؤں۔ آپ پٹپٹہ آپ نے اس طرح کلام فرمایا:

یا راحة جراحة كل قلب كینب اری فیكم حرمة وذما ما لكل غریب
فجنت الیكم متشفعا فی امر هذا الشاب۔

”اے قلب حزیں کے زخموں کی راحت، میں کسی غریب کی مصیبت کا حل تمہارے پاس دیکھتا ہوں اور اس کی سفارش لے کر آیا ہوں، اس جوان کی مصیبت دفع کرو۔“

تو انہوں نے میری درخواست منظور کی۔ میں خوش خوش اس نو جوان کے پاس گیا۔ اور اسے بشارت دیدار سنائی، کہ اتنے میں اس محبوبہ کے کوچہ سے کچھ ہوا میں غبار اڑتا ہوا آیا۔ اس سے جوان پر غش طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت میں پاس کی جلتی ہوئی آگ میں گھر گیا اور اس کے بعض اعضاء جل گئے۔ میں ان کے یہاں گیا اور سب حال کہا۔ تو اس لڑکی نے کہا۔

یا سلیم القلب انه لا یطیق مشاهدة غبار نعلنا فكیف یطیق مشاهدة انوار جمالنا۔

”اے اصمعی! جب وہ میری جوتی کے غبار کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تو کس طرح وہ میرے جمال کے مشاہدہ کی تاب لائے گا۔ ایک اور واقعہ اصمعی بیان فرماتے ہیں کہ اسی قبیلہ کی سیر میں نے ایک پتھر دیکھا جس پر یہ بیت لکھا تھا:

ایا معشر العشاق بالله اخبروا اذا اشتد عشق بالفتی کیف یصنع
”اے گروہ عشاق! تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ جب سختی کرے کسی محبوب کا عشق تو عاشق کیا کرے۔“

اصمعی فرماتے ہیں، میں نے پتھر پر اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا:

یداری هواہ ثم یکتّم سرّہ ویصبر فی کل الامور و یخشع
”عشق کو چھپائے اور محبوب کے راز کا کتمان کرے اور ہر بے چینی و اضطراب میں صبر کرے اور محبوب کی بے پرواہی سے ڈرے۔“

دوسرے دن جب اصمعی ادھر سے گزرے تو یہ بیت لکھا ہوا دیکھا:

فکیف یداری والہوی قاتل الفتی وفی کل یوم روحہ یتقطع

”کیسے چمپائے عشق کو ایک منزل حسین جب کہ ہر آن اس کی روح قطع ہو رہی ہو۔“
اصمعی فرماتے ہیں: میں نے اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا:

اذا لم يطق صبرا وكفما لسه فليس له شيء سوى الموت انفع
”جب صبر کی طاقت نہیں اور کتمان سر کی ہمت نہیں تو ایسے عاشق کو موت سے زیادہ مفید تر
کچھ نہیں۔“

اصمعی تیسرے روز جب وہاں سے گزرے تو ایک جوان کو دیکھا کہ پتھر پر سر رکھے مرا
پڑا ہے۔ اور اس پتھر پر یہ بیت لکھے ہوئے ہیں:

سمعنا واطعنا ثم متنا فبلغوا سلامي الى من كان للوصل يمنع
هنا لارباب النعيم نعيمهم وللعاشق المسكين ما يتجرع
”جواب سنا اور اطاعت حکم کر کے ہم مر گئے۔ ہمارا سلام اسے پہنچے جو وصل سے مانع ہے۔
مبارک ہوں اہل نعمت کو ان کی نعمتیں۔ اور عاشق محروم کو وہ مبارک جو خون جگر جرحہ جرحہ پل
رہا ہے۔“

عَدَّتْكَ حَالِي لَا سِرِّي بِمُسْتَبَرٍّ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُنْحَسِمٍ

حل لغات: عدتک: حالی۔ صیغہ ماضی۔ جاوزتک و وصل الیک: حالی۔ یعنی
میرا حال اور میرا مرض تجھے لگ جائے، متجاوز ہو گیا میرا حال یعنی میرا حال مشہور ہو گیا۔ لا
سری۔ اب نہیں میرا راز۔ بمستور۔ پوشیدہ رہنے والا۔ عن الوشاة۔ اصل
وشية، جمع واش، مشتق ازوشی، غم نام یعنی پھانچو روں سے۔ ولا دای۔ اور نہیں میرا مرض۔
بمنحسم۔ انحسام بمعنی انقطاع۔ منقطع ہونے والا۔

ترجمہ: میرا حال تجھ تک پہنچ چکا ہے یا میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے۔ میرا راز چغل
غموں میں حبیب جو لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہا۔ مگر میرا مرض عشق بھی مجھ سے منقطع ہونے
والا نہیں۔

شرح: اس شعر میں چونکہ عاشق کو عیب لگانے والا عیب لگا رہا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ خدا کرے میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے تو ملامت کا تجھے بھی مزا آئے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا:

من غیر اخاہ المسلم بذنب لم یمت حتی ابتلاہ اللہ بہ۔

”جو اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگائے تو مرنے سے قبل اللہ اسے اس امتحان میں ڈالتا ہے۔“

تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اے ملامت کرنے والے! میں نے عذر بامید قبول تجھ سے کیا لیکن تو نے قبول نہ کیا اور ملامت کرنے سے باز نہ آیا۔ تو اب میں امید کرتا ہوں کہ خدا تجھے بھی اس بلاء عشق میں مبتلا کر دے گا اور پھر تو کہتا پھرے گا:

پھر حضرت جنوں ہوئے رونق فزائے دل ہاتھوں سے پھر گیا میرا بیٹھے بٹھائے دل جب تک نہ مبتلا ہو کوئی جانتا نہیں کہتے ہیں جس کو عشق وہی ہے بلائے دل اور اب میرا از محبت تو نکتہ چینیوں سے مخفی رہنا ناممکن ہو گیا مگر جہاں یہ راز پوشیدہ رہنا ناممکن ہے وہاں اس مرض کا منقطع ہونا بھی ناممکن ہے۔

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

مَحْضَتْنِی النَّصِیْحَ لَکِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ

۱۱

إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَالِ فِي صَمَمٍ

حل لغات: محضتی النصیح۔ المحض من الشيء هو الخالص النصيحة۔
تو نے خالص و بے غرض نصیحت کی۔ لکن۔ للاستدراک لدفع التوهم۔ لیکن۔
لست اسمعه۔ لم التفت الیہ۔ نہیں میں اس نصیحت کا سننے والا۔ ان المحب۔ بے شک عاشق۔ عن العذال۔ عذال جمع عاذل یعنی لائم یا ناصح۔ ملامت کرنے والوں یا نصیحت کرنے والوں سے۔ فی صمم۔ ای فی وقر عن سماع کلامهم۔ الصمم ضد السماع۔ بہرا ہونا ہے۔

ترجمہ: تو نے مجھے بے غرض نصیحت کی لیکن میں اسے سننے والا نہیں۔ اس لیے کہ عاشق نکتہ

یعنی اللہ تعالیٰ کی آواز سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

شرح: جیسا کہ حدیث میں ہے:

حبک الشیء یعنی ویصم۔

”کسی شے کی محبت تجھے بہرہ اندھا کر دیتی ہے۔“

تو گویا ملامت کنندہ سے ناظم فایم فرماتے ہیں کہ اگرچہ تیری نصیحت خالص بہرہ رسی اور خیر اندیشی میں مستولی (غالب) ہے اس نے تیری نصیحت سننے سے مجھے بہرہ انداز کر رکھا ہے تو اب عمل کیسا؟ جب وہ نصیحت سنی ہی نہیں جاتی تو مکمل بعد سامع ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ ملامت گروں کی باتوں سے عاشق صادق بالکل بہرہ ور ہوتا ہے بقول شفیق:

لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو کسی نے خوب کہا ہے:

ناصحا! مت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

اِنِّی اَتَّهَمْتُ نَصِيحَ الشَّيْبِ فِي عَذْلِ

وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِي نَصْحٍ عَنِ التُّهْمِ

حل لغات: اِنِّی اَتَّهَمْتُ۔ اتھمت فلانا، نسبة التهمة، وہی شیء یورث العار، صیغہ ماضی مثکم از اتہام تہمت لگانا۔ حاصل معنی: بے شک میں متہم ہوں یا عار کرتا ہوں۔ نصیح الشیب۔ نصیح بروزن فعل بمعنی قائل، اے ناصح، مضاف الی الشیب۔ بڑھاپے کی نصیحت حالیہ ہے۔ فی عذلی۔ یافی عدلی، عذل، لیکن الذال بمعنی ملامت اور بدال مہملہ، بمعنی عدول نافرمانی، ملامت کرنے پر، یا نافرمانی میں۔ والشیب۔ اور بڑھاپا۔ ابعده۔ دور ہے۔ عن التهم۔ تہمتوں سے۔

ترجمہ: بے شک میں عار کرتا ہوں بڑھاپے سے جو زبان حال کے ساتھ میرا ناصح ہے اور نافرمانی رکھتا ہوں یا ملامت سے محفوظ رہتا ہوں۔ اس بڑھاپے کی نصیحت پر عمل کر کے اور بڑھاپے سے بڑے تکلیفوں کا نشانہ بننا بہت بعید ہے۔

شرح: کسی شاعر نے کہا ہے:

موئے سپید از کفن آرد پیام پشت خم از مرگ رساند سلام
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو ایک اعرابی کو حکم ہوا کہ وہ ہر روز
مکان کے باہر سے یہ آواز لگایا کرے:

یا عمر لاتنس موتک واعمل فی الدنیا بقدر مقامک فیہا

”اے عمر! اپنی موت نہ بھولنا اور دنیا میں جس قدر تمہارا قیام ہے، اتنا عمل خیر کرو۔“

چنانچہ جب آپ نے اپنی ریش مبارک میں سپید بال ملاحظہ فرمائے تو اس اعرابی کو منع
فرمادیا اور فرمایا: اب میرا ند کرو منادی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تیری یاد دہانی کی
حاجت نہیں۔

تو ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ میری پیرانہ سالی خود مجھے شرماتی ہے اور برے راستوں
سے روکتی ہے، ایسی صورت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت میرے قریب کیونکر آ
سکتی ہے۔ میں نے اپنی پیرانہ سالی کو صادق القول ناصح اور مخبر قرب موت سمجھا ہوا ہے۔
یا یہ صورت مضمون ہو سکتی ہے۔ اے ناصح! تیری نصیحت مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے جب
کہ میں اپنے بڑھاپے کی نصیحت سے بے پروا ہوں تو تیری کیا حقیقت ہے۔ جا اور اپنی راہ
لے اور دماغ سوزی نہ کر۔ کیونکہ بڑھاپے کو متہم کرنا بعید از فہم ہے۔

فصل ثانی -- در اعتراف تقصیر و بیان نفس

فَإِنْ أَمَارَتِي بِالسُّوءِ مَا اتَّعَظْتُ
مِنْ جَهْلِيهَا بِنَذِيرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

۱۳

حل لغات: فان امارتی۔ امارہ، اسم فاعل بصیغہ مبالغہ، از آمر، حکم دینے والا، امارہ نعتی سے حکم دینے والا۔ اور قرآن کریم میں إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ آیا ہے۔ اور اس سے مراد نفس امارہ ہے۔ تو اس اعتبار سے یہاں بھی نفس امارہ مراد ہے یعنی بے شک میرا نفس امارہ حکم دیتا ہے۔ بالسوء۔ برائیوں کا۔ ما اتعظت۔ از اتعاظ، وعظ سے بمعنی نصیحت، ما اتعظت۔ اور نہیں حاصل کرتا۔ من جہلیہا۔ بوجہ اپنی جہالت کے۔ بنذیر الشیب۔ باوجود بڑھاپے کے جو ڈرانے والا ہے۔ والہرم۔ اور باوجود انتہائی پیری کے جس نے کبڑا کر دیا ہے۔

ترجمہ: بے شک میرا نفس امارہ جو ہدی کی طرف مائل کرتا ہے، اپنی جہالت کے سبب سے ڈرانے والے بڑھاپے اور انتہائی پیرانہ سالی کی عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

شرح: نفس کی تحقیق میں بعض متکلمین کا مسلک تو یہ ہے کہ وہ جسد اور ہیکل محسوس ہے اور بعض اس طرف گئے کہ وہ اجسامِ اصلیہ باقیہ ہیں جو ابتداءِ عمر سے ملتہا و عمر تک رہتے ہیں۔ اور ابنِ راوندی کہتے ہیں کہ نفس اس قسم کے اجزاء کا نام ہے جو قلب سے تجرد میں نہیں آتے بلکہ وہ اجسامِ لطیفہ نورانی ہیں جو بدن میں اس طرح سیران کرتے ہیں جیسے کونکہ میں سیران نامیت ہوتا ہے۔

اور اطباء کی تحقیق یہ ہے کہ نفس ایک قوت مودعہ ہے جو بائیں جانب قلب کے اندر ہے اور اسی کو روح حیوانی کہا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نفس ایک قوت مودعہ ماغ میں ہے اور اس کا نام نفسِ انسانیہ ہے۔ اور کھانا، کہتے ہیں کہ نفس ایک جوہر بخرد ہے۔ بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف میں کچھ نہیں

اور اسے نفس انسانیہ کہا جاسکتا ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مامور من اللہ ہے اور امر و منافی میں اور یہی معدن اخلاق ذمیمہ ہے۔ اور یہی تمام جسم انسان میں ان اخلاق کو تقسیم کرتا ہے۔ اور یہ ضد ہے اس روح رحمانیہ کا جو اعلیٰ علیین میں رہ کر امر خیر اور نہی عن الشر کرتی ہے۔ اور یہ نفس ان ارواح کا تابع ہے جو اسفل السافلین میں ہیں مثل شیطان کے جو امر بالشر کے سوا اور کچھ نہیں کرتا اور نہی عن الخیر کے سوا دوسرا اس کا کام ہی نہیں۔

اور متصوفین کی تحقیق یہ ہے کہ نفس کے سات مراتب ہیں:

(۱) اول نفس امارہ، یہ وہ ہے جس کا میلان طبیعت مدنیہ کی طرف ہے۔ اور یہ لذات و شہوات حسیہ کا حکم کرتا ہے اور قلب کو جہت سفلی کی طرف جذب کرتا ہے۔ اور یہ مادی شرور اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے۔ اس لیے کہ یہ مبداء ہے کبر و حرص و شہوت کا اور جڑ ہے حسد و غضب و بخل و حقہ کی۔

(۲) دوسرا نفس لوامہ ہے۔ یہ نور قلب کے ساتھ منور ہوتا ہے اور یہ بھی عاقلہ کا مطیع ہوتا ہے۔ کبھی مخالف جب مخالفت کر لیتا ہے تو نادم ہوتا ہے۔ اور یہ منبع ندامت ہے اور مبداء حرص و ہوس۔

(۳) تیسرا نفس مطمئنہ ہے۔ یہ بھی نور قلب کے ساتھ اتنا مستنیر ہوتا ہے کہ صفات ذمیمہ سے صاف ہو کر اخلاق حمیدہ پیدا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا نفس ملہمہ ہے۔ یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ الہام علم فرماتا اور تواضع و قناعت اور سخاوت کی استعداد بخشتا ہے۔ اور اسی لیے وہ منبع صبر و تحمل اور شکر ہے۔

(۵) پانچواں نفس راضیہ ہے یہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو کر اثر رضا فرماتا ہے اور اسے منبع کرامت و اخلاص و ذکر بناتا ہے۔

(۶) چھٹا نفس مرضیہ ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہ کر مَرَّضُوا عَنَّا کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور عرفان کنہ ذات اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

(۷) ساتواں نفس صالح ہے۔ یہ وہ ہے جس میں اسرار الہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ ان

اسرار کا اسٹین ہوتا ہے۔

پہلا نفس کافرین و شیطین و فاسقین ہے۔

دوسرا نفس مؤمنین غیر فاسقین کا ہے۔

تیسرا نفس متعلمین عالمین کا ہے۔

چوتھا نفس معلمین اور عالمین کا ہے۔

پانچواں نفس اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

چھٹا نفس عارفین کے لیے مخصوص ہے۔

ساتواں نفس انبیاء و مرسلین کے لیے ہے۔

اور تاظم فایم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا وہ نفس خامس (پانچواں) ہے اس لیے کہ آپ

ولی کامل صاحب کرامت اور ذی فائز ہیں۔

اور آپ کافان امارتی بالسوء فرمانا کسر نفسی کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت

یوسف علیہ السلام نے ہضمًا للنفس فرمایا: وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي إِنَّ النِّفْسَ لَأَمَّارَةٌ

بِالسُّوءِ۔

تو اب یہ مفہوم شعر ہوا کہ میرا نفس جو برائیوں کی طرف مجھے مجبور کرتا ہے وہ اس کی جبلی

جہالت کے باعث ہے۔ ورنہ میری ہیرا نہ سالی اسے برابر کہتی اور یہ نصیحت کرتی ہے کہ۔

باش بیدار کہ خوابے عیجے در پیش است

وہاں قالوا جے یاں بت پرستی! ذرا سوچو کہا کیا تھا کیا کیا؟

یہ نمر کب تک وفا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا

مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کرے گا خدا کرے گا

موت ہے ہنگامہ آراء قلمزم خاموش میں ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

اللهم اجعلنا ممن نفوسهم راضية وقلوبهم وجلة وارحمنا حين واصلت

الروح الی لخلقوم وصعدوا بها الی الحی القيوم۔

وَلَا أَعْدْتُ (۱) مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ قِرَى

ضَيْفِ أَلَمْ بِرَأْسِي غَيْرَ مُحْتَشَمٍ

حل لغات: ولا اعدت۔ لانافیہ اعدت۔ ماضی متکلم از اعد تیاری کرنا۔ اور نہ تیاری کی میں نے۔ من الفعل الجمیل۔ اچھے افعال سے۔ قری۔ (استعارہ اعمال حسنہ کا) عمدہ کھانوں کی۔ ضیف۔ تنوین تعظیسی۔ مہمان عظیم الشان کے لیے۔ یعنی پیرانہ سالی کے لیے۔ الم براسی۔ از المام، اترنا۔ الم ماضی جو اتر امیرے سر پر یعنی بیاض مو۔ غیر محتشم۔ احتشام بمعنی توقیر و تعظیم، غیر موقر و معظم ہی رہا۔

ترجمہ: ایسا مہمان جو بے تکلف میرے سر کے اوپر اتر اور فروکش ہوا یعنی بڑھاپا۔ اس کے لیے میں نے اعمال حسنہ سے مہمانی کا سامان مہیا نہ کیا۔

شرح: اس شعر کا عطف پہلے شعر سے ہے یعنی نہ میرے نفس امارہ نے اس مہمان عظیم الشان کی ضیافت کا انتظام کرنے دیا جو میرے سر پر اترال یعنی بیاض سر۔ اچھے کاموں کی تیاری سے، یعنی جب بڑھاپا بطور مہمان آیا۔ تو میرے نفس کو لازم تھا کہ اس کی مدارات اور مہمانی کرتا ایسے اچھے افعال سے جو اس کے لیے شایان شان تھے۔ لیکن انکسار افرماتے ہیں کہ یہ نفس امارہ ایسا نکلا کہ اس عظیم الشان مہمان کا وقار اور احتشام بھی اس سے نہ ہو سکا۔

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أَوْقَرُهُ

كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِي مِنْهُ بِالْكُتْمِ

حل لغات: لو كنت۔ اگر میں ہوتا۔ اعلم۔ جاننے والا۔ انی۔ کہ میں۔ ما اوقرہ۔ صیغہ متکلم۔ من التوقیر۔ تعظیم و تکریم اس مہمان کی نہ کر سکوں گا۔ یعنی بڑھاپے کی۔ کتمت۔ من الکتمان، بمعنی اخفاء، چھپاتا میں۔ سرأ۔ اس راز کو۔ بدا لی۔ جو ظاہر ہوا مجھ پر۔ بالکتتم۔ کتم اس پتہ کو کہتے ہیں جو دوسرے کے نام سے مشہور ہے۔ ساتھ دوسرے کے۔

۱۔ بردہ شریف کے اکثر نسخوں میں وَلَا أَعْدْتُ ہے اور ضمیر نفس کی طرف لوٹی ہے جس کا ذکر سابقہ شعر میں ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہیں میرے نفس نے تیاری نہ کی۔ دیکھو شرح خرپوٹی۔ عطر الوردہ اور شرح علامہ نور بخشہ۔ ۱۵ من الناشر غفرلہ۔

ترجمہ: اگر میں چاہتا کہ اپنے معزز مہمان، بوجھاپے کی عزت میں نہ کر سکوں گا تو موئے سپید سے جو راز ظاہر ہو گیا نہ ہونے دیتا بلکہ دمہ کر لیتا۔

شرح: گویا ناظم فہم فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے اس چیز کا علم ہوتا کہ اپنے معزز مہمان ہی انہ ساری کی مدارات اطعام افعال جمیلہ سے نہیں کر سکوں گا تو میں موئے سپید کے راز کو چھپاتا اور ظاہر ہی نہ ہونے دیتا۔ بلکہ خضاب (۱) کر لیتا جو سنت ہے۔ پھر کوئی میرے راز کو نہ جاننا۔

مَنْ لِي بِرَدِّ جَمَاحٍ مِنْ غَوَايِهَا
كَمَا يُرَدُّ جَمَاحُ الْخَيْلِ بِاللَّجْمِ

حل لغات: من لی۔ یا استلہام انکاری ہے، یا استلہام التثنی، کون ہے میرے لیے۔ برد۔ جماع۔ بالکسر سرکش اسب، جمع جموح، خیل سمین، منہ زور گھوڑا۔ جو رو کے منہ زوری اسب نفس سرکش کی۔ غوا بیتھا۔ غوا بیت یعنی ضلالت اور اس کی گمراہی کو۔ کما برد۔ جیسے کہ رد کی جاتی ہے۔ جماع الخیل۔ منہ زور طاقت ور گھوڑے کی۔ باللجم۔ کچم جمع ہے لجام کی، یہ معرب ہے لگام سے۔

ترجمہ: کون ہے جو رو کے میرے اسب نفس کی منہ زوری اور گمراہی کو۔ جس طرح رو کی جاتی ہے منہ زوری سرکش گھوڑے کی لگاموں سے۔

شرح: گویا ناظم فہم سرکش نفس سے بچنے کی ایک ترکیب ایسی شان سے بتا رہے ہیں کہ سننے والا یہ سمجھے کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حالت بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں تعلیم دے رہے ہیں ہند گان نفس کو اور فرما رہے ہیں کہ اپنے نفس کی اصلاح ارشاد مرشد کامل کے ذریعے کر کہ وہ اس سرکش نفس کے لیے لگام ہوگی۔ اسی لیے بایزید ابطالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْخٌ فَشَيْخُهُ شَيْطَانٌ

۱۔ عربی زبان میں خضاب کے معنی رنگ کے ہیں ہمارے ہاں بالوں کو سیاہ کرنے کو خضاب کہہ دیتے ہیں۔ عربی زبان میں اس کا استعمال ہر قسم کے رنگ پر ہوتا ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا ”جو سنت ہے“ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس سے بالوں کو سیاہ کرنا ہرگز مرا نہیں کیونکہ بالوں کو سیاہ کرنا نبی کریم ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں بلکہ متعین بہت کی احادیث و روایات میں مذکور ہے۔ دیکھو حدیث اور فقہ کی کتابیں۔ 12

”یعنی جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔“

اور اسی لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف تقرب حاصل کرنے کو وسیلہ ڈھونڈو۔“

تو من لی فرما کر یا استفہام انکاری کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج ایسا پیر کامل نہیں ملتا جو تجھ کو گمراہی سے ہدایت پر لے آئے اور اس کا ذمہ دار ہو۔ اس لیے کہ میرا نفس دریاے ضلالت و طغیان میں غرق ہے۔ اب اس کی ہدایت کا کون ذمہ دار ہو سوارب الملک المنان کے۔ اگرچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ**۔ ”ہم نے ہر قبیلہ اور قوم میں ہدایت دینے والا بھیجا ہے۔“ لیکن زمانہ حال میں یہ سلسلہ پیری مریدی ایک پیشہ بن کر رہ گیا یا باز بچہ اطفال ہو گیا ہے۔ اس کی بھی میراثیں تقسیم ہوتی ہیں۔ باپ مراد بیٹا مسند نشین کیا۔ عام اس سے کہ وہ صغیر ہو یا کبیر۔ خرقہ پہنایا اور شیخ کامل کی مسند نشینی کا حق دار کیا۔ شاید ایسی ہی رسوم نے مشائخ سلف کے آثار محو کر ڈالے۔

یا استفہام للتمنی واستعطاف واستغاثہ ہے۔ گویا آرزو فرما رہے ہیں کہ کوئی ایسا پیر کامل مل جائے کہ اس گھوڑے کو جو میرا نفس ہے ہدایتوں کی لگام دے کر سیدھے راستہ پر لگا دے۔

کوئی سب حجاب اٹھا دے، مجھے ہند میں دکھا دے

یہ نجف، یہ کربلا ہے، یہ ہے مکہ اور مدینہ

خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آ جاتا

مگر کام اس سے جب چلتا ہے کہ یہ دل میں سما جاتا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انت باعتبار غضبك كلب و باعتبار شهوتك بهيمة كالفرس

وباعتبار عقلك ملك وانت مأمور بالعدل بينهم والقيام بحقوقهم

والاعانة لهم لتقبض بمعونتهم شرف الدارين وسعادتهما. فان روضت

الفرس وادبت الكلب وسخرتهما للملك يتيسر لك الظفر بما طلبت

والا فانت هلكت۔

یعنی اس انسان کو ہاتھ پاؤں غصہ کے کتاب ہے اور ہاتھ پاؤں خوات کے مثل گھوڑے کے چار پائے اور ہاتھ پاؤں غصہ کا وہاں ہے اور تو ماں اور باپ کے ان کے اندر اور ان کے حقوق لازم رکھتے ہیں اور ان کی اعانت میں۔ تاکہ ان پر اپنا قبضہ رکھے اور شرافت و سعادت دارین حاصل کرے۔ اگر گھوڑا تجھ سے مل گیا اور کن موڈ ہو گیا اور دونوں عقل کے ساتھ مسخر ہو گئے تو غصہ کا مرانی تیرے لیے آسان ہو گئی اور نہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

فلا ترم بالمعاصی کسر شهوتها

اِنَّ الطَّعَامَ يُقْوِيْ شَهْوَةَ النَّهْمِ

حل لغات: فلا ترم۔ نہیں ماضی، ازراہ، بمعنی طلب، پس نہ طلب کر۔ بالمعاصی۔ کثرت گناہ ہے۔ کسر۔ ٹوٹنا۔ شهوتها۔ شہوتوں کا۔ ان الطعام۔ اس لیے کہ کھانا۔ بقوی۔ قوی کرتا ہے۔ شهوة۔ خواہش۔ النهم۔ کھانے کی، یعنی بغیر بھوک کے حرص کھانے کی ہونا۔

ترجمہ: یہ نہ سمجھو یا یہ امید نہ رکھو کہ زیادہ گناہ کرتے کرتے طبیعت گناہوں سے سیر ہو کر ترک گناہ کی طرف مائل ہو جائے گی۔ یاد رکھو، زیادہ کھانے سے حرص کھانے کی بڑھ جاتی ہے۔

شرح: اے، غصہ انہیں نے اپنے نفس کو حب شہوات سے مزین کر رکھا ہے اس خیال کو اپنے دل سے نکالو کہ کسر شہوت نفس اور قطع معاصی کثرت معاصی کے بعد خود ہو جائے گا۔ اس لیے کہ معاصی شہوت نفس کو بڑھاتے اور قوت دیتے ہیں۔ جیسے زیادہ کھانا حرص اکل و شرب کا رونا دیتا ہے۔

اللَّهُمَّ لَا تَكِلْنَا إِلَى أَنْفُسِنَا فِي زَمَانٍ مُّبِينٍ وَلَا تَجْعَلْ مَصِيرَنَا دَارَ السَّعِيرِ
وَأَعْمَلْ نَفْسَنَا مَوْافِقَةً لِّفِرْطَانِكَ اَنْكَ كَاثِفٌ كُلُّ عَسِيرٍ وَ مَعِينٌ كُلُّ
لَسِيمٍ وَ هَانِكٍ لِمَادِكِ كَثِيرٌ وَ نَسِيرٌ۔

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تَهْمَلُهُ شَبَّ عَلَى

حُبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمُهُ يَنْفَطِمَ

حل لغات: والنفس: یعنی نفس امارہ۔ کالطفل: مثل شیر خوار بچے کے ہے۔ ان۔ اگر، تہملہ۔ مضارع، اہمال سے، کسی چیز کو اپنے حال پر چھوڑنا۔ چھوڑ دے تو اسے اپنے حال پر۔ شب۔ ماضی از شباب، طاقتور ہونا، جوان ہونا، قادر ہو جائے گا۔ علی۔ اوپر۔ حب۔ محبت۔ الرضاع۔ دودھ پینے کے۔ وان تפטّمہ۔ تפטّم مضارع، از فطام، بچہ کا دودھ چھڑانا۔ اور اگر دودھ چھڑانا چاہے تو اس کی مدت شیر خواری میں۔ ینفطم۔ مضارع از انقطاع، آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

ترجمہ: نفس امارہ مثل اس شیر خوار بچے کے ہے کہ اگر نہ روکے تو اسے جوانی تک دودھ پینے سے تو خواہش شیر خواری میں قوی ہوگا اور اگر مدت رضاعت میں دودھ چھڑا دے تو آسانی سے چھوڑ دے گا۔

شرح: نفس مطیۃ الانسان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: نفسک مطیک فارفق بها۔ اسی بناء پر فرمایا کہ نفس امارہ کو اپنے موافق بنانا چاہیے نہ کہ اس کی پیروی میں رہا جائے۔

یہاں یہ امر بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اصطلاح عربی میں طفل کس عمر تک کے بچے کو کہتے ہیں اور اس سے آگے کی عمر والے کو کیا کہتے ہیں۔

رحم میں جب تک بچہ رہے اسے جنین کہا جاتا ہے اور جب پیدا ہو جائے تو اس کا نام ولید ہے اور جب پیدا ہو کر کچھ دن شیر خواری کے گزارے تو اس کا نام طفل ہے۔ اس کے بعد اسے صبی کہتے ہیں۔ پھر مراہق اس کے بعد غلام، انیس سال تک، اس کے بعد شباب چونتیس برس تک، پھر کھل اکاون برس تک، پھر آخر عمر تک شیخ۔

ایک قول ہے کہ طفل وہ ہے جس پر بعد ولادت دو سال مکمل گزر جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں والنفس کالطفل فرمایا۔

کائنات ہی نہیں کہا۔ اس لیے کہ جس شکل بالغ کے مائل ہوتا ہے۔

اور (آیت ۱۶) پر مفسر ہے کہ نفس امارہ کو اگر ابتدائے ہی درست رکھا جائے تو وہ قبولِ ہدایت کر لیتا ہے۔ جیسے شیر خوار کا دودھ دو سال کے اندر اندر آسانی سے پھیرایا جاسکتا ہے اور اگر تین سال تک اسے دودھ افراطِ محبت کی وجہ میں پلایا جائے تو بچے کے دل میں اس کا شوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ سر مار مار کر ماں کو بلان کر دیتا ہے یہی حال نفس امارہ کا ہے کہ اگر اس کو نصیحت سے تروکا جائے تو حرصِ نصیحت میں جو ان ہو کر انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

فَاضْرِبْ هَؤُلَاءِ وَ خَافِزْ اَنْ تُؤَلِّيَهُ

اِنْ الْهَوٰی مَا تُوَلِّیْ یُضْمِ اَوْ یَنْصِمِ

عمل لغات: فاضرب۔ امر ہے ضرب بضرِب سے بمعنی افشع، روک یا پلٹ دے۔
خوفا۔ اس کی خواہش کو۔ وخافز۔ امر ہے مُحَاذَرَة سے۔ خوف کرنا۔ اور ذر۔ اَنْ
تُوَلِّیْ۔ مضارع ہے۔ تُوَلِّیْ سے۔ اختیار دینا۔ اس سے کہ خود مختار کرے اس کو۔ ان۔ بے
ثب۔ الهوی۔ خواہش۔ ما۔ جب کہ۔ تُوَلِّیْ۔ خود مختار ہو جائے۔ یُضْمِ۔ اضمی،
یضمی، قتل و ہلک۔ ہلاک کر دیتی ہے۔ او۔ یا۔ یضم۔ عیب دار بنا دیتی ہے۔

ترجمہ: اور روک تو خواہشِ نفس کو اور ذرا اس سے کہ وہ غالب آجائے یا خود مختار ہو جائے،
بے ثبات جب خواہش غالب ہو جاتی ہے تو ہلاک کر دیتی ہے یا عیب دار بنا دیتی ہے۔

شرح: یعنی جب معلوم ہو چکا کہ نفس امارہ کیا بلا ہے۔ تو اس کی خواہشات کے روکنے میں
جدہ و جدہ کر اور اس امر کا خوف رکھ کہ کہیں وہ تجھ پر خود مختار ہو کر غالب نہ آجائے اور مملکت
عقل میں تصرف نہ کر بیٹھے اور تیری عقل مغلوب نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ غلبہ نفس موجب
عداوتی ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلَا تُشِبُّ الْهَوٰی قَتِيْلًا عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ

”خواہشاتِ نفس کی جیڑی نہ کرو کہ یہ اللہ کے راستے سے بھٹکا دیتا ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ

”اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خواہشات نفسانیہ کا پیرو ہوا۔“

اور حدیث میں ارشاد ہے:

وَمَا أَمَّا أَلْمَهْلَكَاتُ فثَلَاثُ شَحْطٍ مَطَاعٍ وَهَوًى مُتَّبِعٍ وَاعْجَابَ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.

”ہلاک کرنے والی تین باتیں ہیں: غرور مطاع، ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے

اور اپنے آپ پر اترا نا اور گھمنڈ کرنا۔“

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں چھت کے نیچے چالیس سال تک نہ سویا۔

رسالہ قشیری میں ابی تراب نخشی فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کوئی خواہش نہ کی مگر ایک

بار انڈاروٹی مانگا اور میں سفر میں تھا۔ ایک گاؤں سے گزرا تو ان لوگوں نے مجھے چور سمجھ کر پکڑا

اور ستر درے لگائے۔ بعد میں مجھے پہچانا اور معذرت کر کے مجھے ایک مکان میں لے گئے اور

وہاں انڈاروٹی پیش کیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا: لے ستر درے کھا کر اب انڈاروٹی کھا۔

ایک حکایت میں ہے کہ ایک بادشاہ عظیم السلطنت تھا اور اس کی یہ عادت تھی کہ جب

رمضان المبارک آتا تو روزے رکھتا اور بعد عصر سے افطار کے وقت تک گانے بجانے کا

مشغلہ رکھتا، تا کہ روزے کا توڑ اس شغل میں محسوس نہ ہو اور بھوک پیاس نہ ستائے۔ ایک روز

ایک پیر کامل ادھر سے گزرے تو بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر محسوس فرمایا کہ اس غفلت سے اسے

بیدار کرنا ضروری ہے جو وقت رحمت و غفران کا ہے اسے یہ اس لہو و لعب میں خراب کر رہا ہے

علاوہ ازیں دفع منکر واجب بھی ہے۔ چنانچہ شیخ بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے اور گویوں

طبلوں کو مار مار کر بھگا دیا اور ان کے تار طنبورے توڑ ڈالے۔ بادشاہ محل میں یہ تماشا دیکھ کر

غضب ناک ہوا اور ملازمین کو گرفتاری کا حکم دیا۔ خدام نے شیخ کو پکڑ کر بادشاہ کے پیش کیا۔

بادشاہ نے کہا: اے شیخ! یہ تم نے نامناسب فعل کیوں کیا۔ شیخ نے فرمایا: یہ منکرات سے

تھا اور میں منجانب اللہ دفع منکرات پر مامور ہوں۔ بادشاہ نے کہا: کیا تمہیں میرا ڈر نہیں۔

شیخ نے فرمایا: جو کچھ تیری طرف سے مجھ پر ہوگا اس پر میں صبر کروں گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

کا حکم ہے: **وَأَصْرِ عَلَى مَنَّا أَصْلَابَكَ**۔ اور میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں اس لیے کہ تو میرے غلام کا غلام ہے۔ یہ سن کر تمام حاشیہ نشین قہقہے سے پکارے:

ہیہات ہیہات ضیع الشیخ عقلہ۔

”افسوس! افسوس! شیخ کی عقل جاتی رہی۔“

شیخ نے فرمایا: میری عقل نہیں گئی بلکہ میں پھر کہتا ہوں کہ بادشاہ میرے غلام کا غلام ہے اس لیے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں:

ایک یہ کہ اپنے نفس کو مغلوب کر کے اس پر خود غالب رہے اور اسے جس مہادت کی طرف چاہے لے جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو غالب کر کے اس کی زیر حکومت اپنی مملکت بدنی کو دے دے۔ اے بادشاہ! اب تو بتا کہ تو کس حال میں ہے۔ بادشاہ نے فوراً کہا اور کہا: دوسری حالت میں۔ تو شیخ نے فرمایا کہ نفس میرا غلام ہے اور تو نفس کا غلام ہے۔ تو تو میرے غلام کا غلام ہوا یا نہیں۔

بادشاہ نے انصاف سے بات مانی اور توبہ کر کے ان سے بیعت ہو گیا۔

وَرَاعَهَا وَهِيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ

وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَى فَلَا تُسَمِّ

حل لغات: وراعها۔ عطف الانشاء علی الانشاء۔ راع۔ امر۔ از راعی۔ یواعی۔ مصدر الرأى، چراگاہ میں جانور کی نگاہ رکھنا۔ اور نگاہ رکھ اس نفس کی۔ وہی۔ حالیہ، ہی ضمیر، کیونکہ وہ۔ فی الاعمال۔ تبع عمل، اعمال میں یعنی عملی کھیتوں میں۔ سائمتہ۔ خبر مبتداء۔ محاورہ ہے، سماعت الماشیہ، یعنی جانور چرتا ہوا حد سے باہر چلا گیا۔ سائمتہ ہے۔ یعنی حد سے زیادہ عملوں کا چرنے والا ہے۔ وان۔ اور اگر۔ ہی۔ اسحلت۔ پسند کرے یا لذت بخشنے۔ المرعى۔ چراگاہ کو۔ فلا تسمن۔ تو نہ چرنے دے۔ اور رک اسے۔

ترجمہ: اور نگاہ رکھ اس نفس کو چراگاہ ٹٹل میں اور اگر وہ حد سے گزر کر چراگاہ کو لذت بخشنے کو

چرنے سے روک۔

شرح: گویا ناظم فہم ہدایت اصلاح نفس میں طریقہ تعلیم فرماتے ہیں کہ اس نفس امارہ کی خالص طور پر نگرانی کر۔ اس لیے کہ یہ مثل سائمنہ چھٹے ہوئے جانور کے ہے۔ اعمال صالحہ کی کشت زار میں اگر یہ چرنے اترے تو اس کے چرنے پر نظر رکھ، کہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لیے کہ نفس جب بعض نوافل میں ملتفت ہوتا ہے اور لطف عبادت سے خوش ہونے لگتا ہے تو عجب اور نخوت کا مادہ پیدا کرتا ہے اور قوم میں اپنا افتخار اور تکبر کا اثر جھمکتا ہے جو عابد کے لیے سخت مضر ہے۔ لہذا اگر ایسا عمل صالح کرتے کرتے محسوس ہو تو نفس کو آزاد نہ چھوڑ۔ بلکہ اسے زجر و توبیخ کر۔

اسی بناء پر اہل تصوف اس بیت کے یوں معنی کرتے ہیں: اے عارف باللہ! اپنے نفس کو فنا کر اللہ جل شانہ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کر اور نہ رہ اعمال کی گنجیوں میں، اس لیے کہ یہ مرتبہ صلحاء اور زہاد کا ہے اور تو مستغرق ہو جا ملا حظہ جمال ذات میں اور چھوڑ قعود و رکوع و سجود کے دیکھنے کو اگر تو اس میں الجھار ہا تو ایک دن محبوب ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے الگ رہتا تو ایک دن مطلوب بن جائے گا۔

اس لیے کہ وراء اعمال و استدلال اصول کمال ہے اور یہی حقیقت وصال ہے اور بے شک نفس اپنی خباثت کی وجہ میں اس امر کو پسند کرتا ہے کہ تو ذکر و فکر میں پھنسا رہے۔
فعلیک بالتحول ولو بالتامل۔

كَمْ حَسَنْتَ لَذَّةَ لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً

مِنْ حَيْثُ لَمْ يَذِرْ أَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

حل لغات: کم۔ یعنی کم مرہ، کتنی بار۔ یا بہت سی دفعہ۔ حسنت۔ ماضی، پسند کیا نفس نے۔ لذہ۔ لذت دنیا کو۔ للمرء۔ جو انسان کی۔ قاتلہ۔ قاتل ہے۔ من حیث۔ ایسی طرح۔ لم یذر۔ کہ نہ معلوم ہوا۔ ان السم۔ کہ زہر۔ فی الدسم۔ مرغن کھانے میں ہے۔

ترجمہ: نفس نے بار بار ایسی لذت دنیا کو پسند کیا جو انسان کے حق میں قاتل تھی اور انسان اس

قد رہے خبر ہا کہ اسے معلوم ہی نہ ہوا کہ اس مرفن اور لذت نہ کھانے میں نہ ہر ملا ہوا ہے۔

شرح: نفس مارہ نے انسان کے ساتھ ایسا دھوکا کیا کہ اس کی نظر میں بظاہر وہ دھوکا بھلا معلوم ہوا اور اس نے نہ جانا کہ

زہر پلائے شہد دکھائے یہ بس کی گانفہ ہے حرافہ
صورت دیکھو عالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

گویا ظلم قائم فرماتے ہیں کہ نفس غیث نے بہت دفعہ مرد عاقل کی نظروں میں اس مزے کو جو درحقیقت اس کا قاتل ہے نہایت خوشگوار دکھایا اور اس نے نہ جانا کہ ہر مرفن کھانے میں ملا ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نفس ایسا مکار ہے کہ اس کے شر سے بچنے کے لیے بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

وَ اخْشِ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شَبَعٍ
قَرُبَ مَخْضِبَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

حمل لغات نو اخش۔ امر تا وی یا ارشادی از عخی بخشی۔ فائزہ۔ الدسائس۔ جمع دس۔ بمعنی کید و حیلہ مخفی۔ اس نفس کے دجل و مکر سے۔ من جوع۔ بھوک میں اور شبع۔ شبعی میں۔ ومن شبع۔ ظلم سیری میں اور فائزہ البالی میں۔ قرب۔ حرف جر بدخل علی التکرار صومرا۔ اکثر۔ مخصصہ المخصصہ شدۃ الجوع المفرط۔ شدت کی بھوک کا۔ شر۔ شر اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ من التخم۔ بمعنی عدم مضم الطعام۔ بدیشمی سے۔

ترجمہ: اور خائف رہ نفس کے دجل و مکر اور دھوکے سے بھوک اور ظلم سیری میں، اس لیے کہ اکثر شدت کی بھوک زیادہ مضر ہوتی ہے بدیشمی سے۔

شرح: امر سولہ قسم کا ہوتا ہے: (۱) امر ایجاب جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَ أَقِمْ صَلاٰتَکَ وَ آتِ الزَّکٰتَ (۲) دوسرا امر ندب جیسے ارشاد ہے: اِذَا نَدَّیْتُمْ بِنَبِیِّ رَاقِلٍ

مُسْتَسْتَفِی فَاکْتَبُوْهُ (۳) تیسرا امر تادیب جیسے حدیث میں ارشاد ہے: کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ۔ جو تیرے آگے ہو وہ کھا لے۔ (۴) امر ارشاد: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ (۵) امر باحت جیسے ارشاد الہی ہے: کُلُوْا وَاشْرَبُوْا (۶) امر تہدید ہے جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۷) امر امتنان جیسے: کُلُوْا مِنْ ثَمَرِیْ الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا (۸) امر اکرام جیسے: اَدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ (۹) امر تعجیز جیسے: فَاتُّوْا بِسُوْرٰتٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ (۱۰) امر تسخیر جیسے: کُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِیْنَ (۱۱) امر اہانت جیسے: اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ (۱۲) امر تسویہ جیسے فَاصْبِرْ وَاٰوَّلًا تَصْبِرْ وَا (۱۳) امر دعا جیسے: رَبَّنَا غْفِرْ لٰی (۱۴) امر تمنا جیسے کسی شاعر نے کہا: اِلَّا اَیُّہَا اللَّیْلُ الطَّوِیْلُ اِلَّا اَنْجَلِی (۱۵) امر اعتقاد جیسے: قَالَ لَہُمْ قُوْلُوْا اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (۱۶) امر تکوین جیسے: کُنْ فَیْکُوْنُ۔

بھوک کی آفتیں، جن سے خائف رہنا ضروری ہے یہ ہیں:

حدۃ، شدۃ، ذبول، کلال، ملال نفس، تحصیل کمال میں خیالات فاسدہ کا آنا، اوہام کا سدہ کا پیدا ہونا۔

اور شکم سیری کی آفتیں یہ ہیں: کثرہ نوم، کسل، سختی قلب، غفلت عن الموت، نور یقین کا ماند پڑ جانا، شہوتوں کا بڑھنا۔

اسی بناء پر حضور ﷺ نے فرمایا:

کَادَ الْفَقْرَانِ یُکُوْنُ کُفْرًا۔

”تنگدستی کبھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔“

اور وہ اس طرح کہ شکوہ رزاق مطلق بے ساختہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ بھکی بھکی

اوندھی اوندھی باتیں بکنے لگتا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا:

الْفَقْرُ اَسْوَدُ الْوَجُوْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

”بعض تنگ دست بوجہ بدنیتی اور تغیر مذہب کے قیامت کے دن سیاہ روہوں گے۔“

ابو سلیمان درانی نے چند نکات شکم سیری کے ظاہر فرمائے:

مَنْ شَبِعَ لَمْ یَجِدْ حِلَاوَةَ الْعِبَادَةِ، وَتَعَذَّرَ عَلَیْہِ حِفْظُ الْحِکْمَةِ وَحَصَلَ لَہٗ

حرمان الشفقة على الخلق ولقل عليه العبادة وحصل له زيادة الشهوة وان
سائر المؤمنين يدورون حول المساجد والشعبان حول المزابل۔

”پسید بھرا انسان عبادت کی شیرینی نہیں پاسکتا (۲) عبادت کی محافظت اس کے لیے
معذور (مشکل) ہے (۳) مخلوق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے (۴) عبادت اس پر
بھاری ہوتی ہے اور بارگزر رہتی ہے (۵) شہوت بڑھ جاتی ہے (۶) اور تمام مومنین جب مسجد
کے گرد پھر رہے ہوں، یہ گندی جگہ پھرتا ہوگا۔“

اسی بناء پر حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

ان نفسك عطيتك فارفق بها وليس من الرفق الا ان تجيعها
وتذيبها۔

”انسان کا نفس تیری سواری ہے، تو اپنی سواری کو اپنے موافق بنا اور موافق نہیں بن سکتا
مگر اس سے کہ اسے بھوک کے ساتھ نرم کر۔“

اور کھانا ایک صورت میں فرض بھی ہے، یعنی اس حالت میں جب کہ ہلاکت سے
بچانے کو کھایا جائے تو اس کی فضیلت میں حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الله ليوجر في كل لقمة يرفعها العبد الى فمہ۔

”اللہ ہر لقمہ کے بدلے میں ثواب عطا فرماتا ہے جو بندہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔“

اور کھانا مستحب بھی ہے اگر اس نیت سے کھائے کہ اداۃ صلوٰۃ ہو جگا نہ میں ضعف پیدا
نہیں ہو۔ چنانچہ طاقت بدنی قائم رکھنے کے لیے کھانے والے کی فضیلت حضور نے فرمائی:

المؤمن القوى احب الى الله تعالى من المؤمن الضعيف۔

”طاقتور مومن اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔“

اور مرتبہ عبادت میں کھانا تقوم بدن کی حد تک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

نہ چاندیں غمور نہ دہانت برآید نہ چنداں کہ از ضعف جانن برآید

بہر حال نظمِ مادہ کی خفیہ شہرتوں سے ہوشیار رہنا اور اس کی کیا دی حیاری (نکرو حیال) کا

شکار ہونے سے بچنا ہر مرد مؤمن پر لازم ہے۔

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمَاعَ مِنْ عَيْنٍ قَدْ امْتَلَأَتْ

۳۳

مِنَ الْمَحَارِمِ وَالزَّمْ حِمِيَةَ النَّدَمِ

حل لغات: واستفرغ: استفرغ صیغہ امر، از استفراغ، جاری کرنا، بہانا، یعنی بہانا رہ۔ الدمع۔ آنسوؤں کو۔ من عین۔ ان آنکھوں سے۔ قد امتلئت۔ جو بھری ہوئی ہیں یا ڈبڈبا رہی ہیں یا آلودہ ہو چکی ہیں۔ من المحارم۔ حرام چیزوں کی رویت سے۔ والزم۔ اور لازم پکڑ۔ حمیة بمعنی الاحتماء والحفظ، محافظت۔ الندم۔ یعنی ندامت، پشیمانی، پشیمانی کو۔

ترجمہ: اور بہا آنسوؤں کو اس آنکھ سے جو حرام چیزوں کے مشاہدہ سے پر ہو چکی ہے۔ اور پشیمان ہو کر ایسے افعال شنیعہ سے پرہیز کرنے کو لازم پکڑ۔

شرح:

نہ جاگنے میں وہ لذت نہ شب کے سونے میں

مزا جو دیکھا تو پچھلے پہر کے رونے میں!

او غافل انسان! اس آنکھ کو جو مشاہدہ محرمات سے آلودہ ہو کر گندی ہو چکی ہے، آنسو بہا کر پاک کر لے۔ اس لیے کہ گریہ و بکا ہر اس ناپاک کی کو دھو دیتا ہے جو انسان کے اکتساب معاصی سے پیدا ہو۔ اسی لیے بزرگوں کا مقولہ ہے:

صب العبرات يحط السيئات ويرفع الدرجات۔

”آنسوؤں کے بہاؤ میں گناہ بہ جاتے ہیں اور مدارج بلند ہوتے ہیں۔“

اسی وجہ میں بعض احادیث میں آیا:

يوتى بعد يوم القيامة وتشهد عليه اعضائه بالزلة والعصيان فيستحق ان يدخل النيران فتطير شعرة من جفن عينه فتستأذن تلك الشعرة من الله تعالى بالشهادة له فيقول الله تعالى عز وجل تكلمى يا شعرة واحتجى

عن عبدی فاستہدہ لتذک الشجرۃ لذلك العبد بالہ قدسکی فی الدنیا من عرف ربہ فیعرفہ وینادی مناد ہذا عقیل اللہ تعالیٰ بشعرہ۔

”ایک گناہگار قیامت کے دن پیش ہوگا کہ اس کے تمام اعضاء اس کے خلاف لغزش اور معصیت کی شہادت دے چکے ہوں گے اور وہ سختی و دخول و اقرار پا چکا ہوگا کہ ایک ہال اس کی آنکھ سے اڑ کر اذان شہادت طلب کرے گا اور جناب باری کی طرف سے اسے ابھارت ملے گی تو وہ عرض کرے گا کہ الہی! یہ شخص دنیا میں تیرے خوف سے روتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرماوے گا اور منادی اس کے بارے میں ندا کرے گا کہ یہ قیق (آزاد اللہ ہے ایک ہال کی شہادت پر)۔“

حضرت حمزہ الاسلام سے دریافت کیا گیا: فیہما عینان تجربین کس کے لیے بشارت ہے تو آپ نے فرمایا:

ہما لمن عینان تجربان۔

”وہ دو چشمے جنت کے اس کیلئے ہیں جس کی دو چشم دنیا میں خوف الہی سے بہتی رہیں۔“

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا

وَإِنْ هُمَا مَحْضَاكَ النَّصْحَ فَاتَّبِعْ

اصل لغات: وخالف امر، اور مخالفت کر۔ النفس۔ الف لام معجبہ، اپنی نفس امارہ کی۔

والشیطان، از شیط، بعید از خیر و رحمت اور شیطان کی۔ واعصہما۔ اور نافرمانی کر

دونوں کی۔ وان۔ اور اگرچہ۔ ہما۔ وہ دونوں یعنی نفس اور شیطان۔ محضاک۔

تھما۔ النصیح۔ نصیحت کرتے ہوں۔ فاتتبع۔ پھر بھی تو مشکوک و متہم ہاں۔

ترجمہ: مخالفت کر شیطان اور نفس امارہ کی اور نافرمانی کر دونوں کی اگرچہ وہ دونوں مخلصان

نصیحت اور خیر خواہی کر رہے ہوں پھر بھی متہم اور مشکوک سمجھو۔

شرح: یہ مہم شعرا و شیع ہے کہ نفس اور شیطان، انسان کے ابدی دشمن ہیں اور ابدی دشمن

کے لیے جو کچھ اسی کو کھلی اور ناخوشی بخشنے کی وجہ سے کہ تاہم کاہم رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان اگر بھلی بات بھی بتائیں تو سوچ سمجھ کر ان کی تعمیل کرنا کیونکہ اس میں بھی کوئی خاص سر مضمحل ہوگا۔ ہمیشہ اسے متہم بالعدوات سمجھو۔

چنانچہ احمد بن ارقم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نفس نے مجھے زور دے کر مشورہ دیا کہ میں غزوہ میں جاؤں۔ اس مشورہ سے مجھے تعجب ہوا کہ الہی! یہ معاملہ کیا ہے؟ تیرا فرمان ہے: **إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ**۔ نفس ہمیشہ برے کام کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ یہ مشورہ اس کا مبارک اور سعید ہے تو مجھے ظاہر ہوا کہ اس کا اس وقت غزوہ میں نکلنے کا مشورہ یوں ہے کہ لوگوں میں شہرت ہو اور اس شہرت سے میں لوگوں کی نظروں میں معزز بن جاؤں۔ چنانچہ میں اس غزوہ میں نہ گیا اور میں نے کہا: اسلام کے لیے سب سے آگے میں جان دینے کو جاؤں گا لیکن اس وقت تیری مخالفت کروں گا۔ تو نفس نے کہا کہ احمد! تم مجھے دن میں بارہا قتل کرتے رہتے ہو۔ میں نے ایک بار چاہا کہ اس بہانہ سے تمہیں قتل کرا کر تم سے نجات حاصل کروں تو اس میں بھی مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

اور شیطان کی شرارت باطنی میں ایک حکایت مثنوی شریف میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے کہ صبح سے قبل شیطان آیا اور پکارا: **حی علی الفلاح**۔ حضرت معاویہ نے اپنی فطانت سے اسے جانا اور فرمایا کہ تو مجھے جو **حی علی الفلاح** کہنے آیا تو کیسے۔ تیرا کام تو نماز قضا کرانے کا تھا۔ شیطان نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تمہاری صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی اور حضور ﷺ کی اقتداء سے رہ گئے تھے تو اس کی ندامت میں آپ دن بھر غمگین رہے تو آپ کے اعمال صالحہ اس دن دوچند کر دیے گئے تو میں نے خوف کیا کہ اگر آج بھی آپ کی نماز فوت ہو گئی تو اسی طرح آپ اعمال مضاعفہ کے حق دار ہو جائیں گے۔

لہذا امام ناظم رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے ہیں کہ اس کے نیک مشورہ سے بھی ہوشیار رہو بلکہ اس کی بھی مخالفت ہی کرنا کہ اس میں بھی کوئی خاص شرارت مضمحل ہوگی۔ **اعوذ باللہ من شر الشیطان الرجیم بجاہ حبیب الرحیم الکریم وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**۔

وَلَا تَطْعَ مِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا فَإِنَّ تَعْرِفَ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

حل لغات: ولا تطع۔ نہ پیروی کر۔ منہما۔ ان دونوں کی۔ خصما۔ جھگڑالو ہونے میں۔ ولا حکما۔ اور فیصلہ کرنے میں۔ فانت تعرف۔ اس لیے کہ تو جانتا ہے۔ کید۔ مکر۔ الخصم۔ جھگڑالو کا۔ والحکم۔ اور مکر فیصلہ کنندہ کا۔

ترجمہ: اور نہ پیروی کر نفس و شیطان کی، فریق مخالف، نہیں یا منصف، تو فریق مخالف اور منصف کے دھوکے اور فریب سے واقف ہے۔

شرح: یعنی نفس اور شیطان ان دونوں میں سے کسی کی اطاعت نہ کر۔ خواہ تیرا مقابل ہو یا ثالث۔ کیونکہ تو ان کے فریب اور چال سے واقف ہے، ان کے دھوکے میں نہ آتا۔

شراح زر کشی فرماتے ہیں کہ یہ بیت قصیدہ کے تمام بیتوں سے سخت ترین ہے۔ اس لیے کہ خصومت نفس کے ساتھ محاکمہ شیطان سمجھ میں نہیں آتا۔ اور شراح نے جو کچھ اس پر لکھا، اس سے اطمینان نہیں ہوا۔ آخر میں نے روح ناظم فہم کی طرف توجہ کی تو مکاشفہ میں مجھے فرمایا کہ اگر تو غور کرتا تو جو مقصد اس بیت سے ہے وہ ظاہر ہو جاتا۔ میں نے کہا کہ میں اس کی شرح آپ کی زبان سے سنا چاہتا ہوں تو امام نے فرمایا:

انسان میں تین مدعی ہیں: قلب، نفس، شیطان۔ جب قلب کسی عمل خیر کا ارادہ کرتا ہے تو نفس امارہ مانع ہوتا ہے۔ تو ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگتا ہے اور شیطان کی طرف یہ مقدمہ رجوع کرتے ہیں تو شیطان ان کے محاکمہ میں امر بالسوء کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے نفس خصم ہوا اور شیطان حکم، اور اگر شیطان کسی عمل شر کی طرف آمادہ ہوتا ہے تو قلب مانع ہوتا ہے اور شیطان ضد کرتا ہے کہ وہ کام کیا جائے تو ایسی صورت میں فیصلہ کے لیے نفس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور نفس شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے قلب کا خصم شیطان اور قاضی نفس بنتا ہے بایں اعتبار فرمایا: فانت تعرف کید الخصم والحکم۔ تو خصم، مکر و فریب سے خوف واقف ہے لہذا ان دونوں کی نہ مان اور

راہ راست پر قائم رہ۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان اور نفس امارہ کے وساوس سے کس طرح انسان خلاصی پائے تو صوفیہ کرام نے فرمایا ہے: سلاح المؤمن علی الشیطان ستۃ۔ الاستعاذہ و کلمۃ الشہادۃ و بسم اللہ و ترک الطمع و ترک الامل و ترک الدنیا۔
”مومن کے ہتھیار شیطان پر غالب آنے اور وساوس کے دفع کرنے کو چھ ہیں:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اور طمع خام سے اجتناب اور برے اعمال سے شفر اور دنیا کو دین پر غالب نہ آنے دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ قوم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شیطان کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ابھی وہ تم لوگوں کی شکایت مجھ سے کرتا ہوا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کو فرمائیں کہ وہ میری دنیا کو چھوڑ دیں تو میں ان کے دین پر حملہ کرنا ترک کر دوں گا۔

اور وساوس کے دفع کرنے میں سب سے زیادہ نفع اشتکا الی اللہ اور اسی سے امید وابستہ رکھنا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور میچ نہ پیچد ز حکم تو از خلق ہیچ
أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْ قَوْلٍ بِلا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ نَسْلًا لِذِي عَقْمٍ

حل لغات: استغفر اللہ۔ استغفار، طلب غفران کے معنی میں آتا ہے یعنی تبت الی اللہ و اطلب السور۔ یعنی بخشش کی طلب کرتا ہوں میں اللہ سے۔ من قول۔ اس قول سے۔ بلا عمل۔ جو بے عمل ہو۔ لقد۔ بے شک۔ نسبت۔ ماضی متکلم، از نسب، کسی نسل کا ذکر کرنا۔ میں نے نسبت کی۔ بہ۔ اس کی۔ نسلا۔ ایسی نسل کی طرف۔ لذی عقم۔ جو بانجھ ہے۔

ترجمہ: میں بارگاہ الہی میں قول بے عمل سے حافی طالب کرتا ہوں ایسی باتیں کہہ کر جن پر خود عمل نہیں کرتا میں نے بہت باتیں سمجھ گھڑت کے ساتھ کی۔

شرح: اس شعر میں شیخ ابو میری رحمۃ اللہ علیہ اکتساہ فرماتے ہیں کہ میں خود بھی ان نصائح پر عامل نہیں۔ جو نصیحتیں میں دوسروں کو کر رہا ہوں۔ لہذا میں بارگاہ الہی میں اس قول بے عمل سے استغفار کرتا ہوں تاکہ آیہ کریمہ **أَتَاْمُرُونَ النَّاسَ بِالْإِذِّ وَتَنْسَوْنَ الْإِذَّ أَنْفُسُكُمْ** کی وعید شدیدہ کا مستحق نہ ہوں۔ اور قول بے عمل کے سبب میں اس شخص کی مانند ہوں جو کسی کی اولاد کو بالکل غور کی طرف متوجہ کرے یعنی میں اپنے نفس کو اس چیز کی طرف بہت کرتا ہوں جو اس میں نہیں ہے۔

چنانچہ متصوفین فرماتے ہیں:

ان القول الذي يخرج عن اللسان لا يبلغ الاذان والذي يخرج عن الجنان وقع على الجنان۔

”وہ قول جو زبان سے نکلے اور کانوں تک نہ پہنچے، مٹ ہے۔ اور وہ قول جو دل سے نکلے اور دل میں جا کر گھر کرے، اکسیر ہے۔“

اسلامی بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے:

مررت ليلة اسرى بي الى السماء بالقوام تفرض شفاههم بمقاريض من نار فقلت من هؤلاء يا جبريل قال خطباء امتك الذين يقولون مالا يفعلون۔

”ہم ایلاتہ الامران میں ایسی جماعت پر سے گزرے کہ ان کے ہونٹ آگ کی تپنی سے کھڑے ہیں۔ ہم نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ جبرائیل نے عرض کی: حضور! آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ناصح بالاعمال تھے۔“

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک حکایت عجیب و غریب اپنی تفسیر میں نقل فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک عالم مؤثر الامام قوی التصرف تھے کہ ان کے جلسہ وعظ میں ستمائیں اس سے ایک دو خوف الہی کی وجہ سے شہید ہو جاتے تھے اور اسی شہر میں ایک بڑھیا تھیں ان کا بچہ نہایت رقیق القلب اور نیک تھا۔ وہ بڑی بی اس بچے کو جلسہ وعظ کی شرکت

سے منع کرتی رہتیں۔ ایک روز وہ لڑکا وعظ میں چلا گیا اور نصائح سن کر خوفِ الہی سے مر گیا، ایک روز وہ وعظِ راستہ میں ان بڑی بی سے دو چار ہو گیا تو انہوں نے کہا:

اتھدی الانام ولا تھدی الا ان ذلک لا یفیع
فیا حَجَرَ الشَّحَدِ حَتَّى مَتَى تَحَدُّ الْحَدِیدُ وَلَا تَقْطَعُ
”او وعظ! تو زمانے کو ہدایت کرتا ہے اور خود ہدایت کی راہ پر نہیں چلتا۔ خبردار! یہ نصیحت
تیرے حق میں نفع رساں نہیں۔ او سخت پتھر! یہ سنگین دلی کب تک۔ لو ہاٹوٹ گیا لیکن تو دنیا
سے منقطع نہ ہوا۔“

جب وعظ نے یہ رباغی سنی۔ ایک چیخ ماری اور گھوڑے سے غش کھا کر گرا۔ لوگوں نے
اسے گھر پہنچایا، وہاں جا کر شہید ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

اس بیت مبارک میں قارئین و سامعین کو خوبصورتی کے ساتھ ناظمِ رحمۃ اللہ علیہ قولِ بلا
عمل سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ فیلزم لک العمل بکل ما تکلمت بہ۔
کے بود مقبول قول بے عمل کبر مقتا گفت رب عزوجل

أَمْرُكَ الْخَيْرَ لَكِنْ مَا أَتَمَرْتُ بِهِ

وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَكَ اسْتَقِم

۲۷

حل لغات: امرتک۔ ماضی متکلم، حکم دیا میں نے تجھ کو۔ الخیر۔ مالہ عاقبہ
حمیدہ۔ بھلائی کا۔ لکن۔ مگر۔ ما اتمرت۔ ما نافیہ والا اتمار قبول الامر۔ نہیں
حکم مانا میں نے۔ بہ۔ اس خیر کا۔ وما استقیمت۔ ماضی متکلم، اور نہ قائم رہا میں۔ فما۔
استفہامیہ۔ پس کیا ہے؟ قولی۔ میرا کہنا۔ لک۔ تیرے لیے۔ استقیم۔ کہ قائم رہ۔
ترجمہ: میں نے تجھے حکم کیا بھلائی کا اور خود اس پر کار بند نہ ہوا۔ تو کیا اثر ہے میرے اس قول
کا کسی پر کہ قائم رہ۔

شرح: استقامت نام ہے ہمیشہ علم و عمل پر قائم رہنے کا۔ اور استقامت ایسی زبردست
چیز ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: شیبثی سورة ہود ”مجھے سورة ہود نے بوڑھا کر

ایسا۔ بعض علماء سے عروہی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت خواب میں کی اور عرض کیا کہ حضور کو سورۃ ہود کے کس مضمون سے پار گزرا۔ کیا انبیاء کے قصص یا ہذا کہ ہم ماضیہ کے واقعات۔ تو حضور نے فرمایا: نکلیں بلکہ اس آیت نے جو ارشاد کیا ہے: **فَاسْتَقِمْ كَمَا أَوْحَتْ**۔

اس لیے کہ حقیقت استقامت و فدا و عہد بندگی اور ملازمت صراطِ مستقیم بعد اوسط ہے جو ہر معاملہ میں لازم ہے۔ خواہ طعام و شراب ہو یا لباس، امور دینی ہوں یا دنیوی۔ ترغیب خیر ہو یا ترغیب۔ اور درحقیقت **فَاسْتَقِمْ كَمَا أَوْحَتْ** ہی صراطِ مستقیم ہے۔
ابوعلیٰ جرجانی فرماتے ہیں:

کن طالب الاستقامة لا طالب الكرامة، فان نفسك متحركة في طلب الكرامة وريك يطلب منك الاستقامة، فالكرامة الكبرى الاستقامة في خدمة الخالق لا باظهار الحوارق۔

”تو طالب استقامت ہونے کے طالب کرامت، اس لیے کہ تیرا نفس طلب کرامت کے لیے بے چین رہتا ہے اور تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے، اور کرامت کبریٰ استقامت ہے خدمت خالق میں نہ کہ انکسار خرق عادات میں۔“

بعض بزرگوں سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے تو انہیں جواب میں کہا گیا کہ میزدک اور مگلی بھی پانی میں پٹتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ فلاں شخص ہوا پر اڑتا ہے تو کہا گیا کہ نفیس بھی اڑتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ایک ساعت میں مشرق سے مغرب کو عبور کر لیتا ہے جو جواب ملا کہ شیطان بھی ایسا کر لیتا ہے۔

تو عرض کیا گیا کہ حضرت آپ کے نزدیک مقبول شان و اہمیت پھر کیا ہے تو فرمایا:

”الاستقامة في الدين“

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وغير لقي الناس باسم النبي طيب بشاوي الناس وهو مريض

”غیر متقی انسان لوگوں کو تقویٰ کا اگر حکم کرے تو ایسے طبیب کی مانند ہے جو لوگوں کا علاج کرے اور خود بیمار ہو۔“

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحب معنی کو صرف اک لفظ کافی ہو گیا خدا کا نام گوا کثر زبانوں پر ہے آ جاتا مگر کام اس سے جب چلتا ہے دل میں یہ سما جاتا

وَلَا تَزَوَّدُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً

۳۸

وَلَمْ أَصِلْ سِوَى فَرَضٍ وَلَمْ أَصُمْ

حل لغات: ولا، نافیہ، اور نہ۔ تزودت۔ ماضی متکلم، زاد راہ لیا میں نے۔ قبل الموت۔ موت سے پہلے۔ نافلة۔ زائدہ، علاوہ واجبات و فرائض نفلوں کی عبادت کا۔ ولم اصل۔ نفی۔ محمد بلم متکلم۔ اور نہیں پڑھی۔ سوی۔ علاوہ۔ فرض۔ فرائض، پنجگانہ کے۔ ولم اصم۔ اور نہ روزے رکھے۔

ترجمہ: میں نے نفلی اعمال کا زاد راہ ملنے سے پہلے کچھ تیار نہ کیا۔ اور فرضوں کے سوا کوئی تقرب نفلی کے لیے نہ نماز ادا کی۔ نہ فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے رکھے۔

شرح: چونکہ حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل وعد نفسك من اصحاب القبور۔

”دنیا میں مثل مسافر کے رہ یا راہ گزر کی طرح اور اپنے کو قبر کے رہنے والوں میں گن۔“
تو مومن دنیا میں جب مسافر کی طرح رہے گا تو اسے زاد راہ کی فکر لازمی ہے۔ اس لیے کہ مسافر اپنا توشہ دان راستہ کے لیے پر رکھا کرتا ہے۔ اور جو مسافر بے فکر ہو، اسے وقت پر سخت مصائب کا سامنا اور تفکرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس لحاظ سے ناظم فائیم اپنی ذات پر ڈال کر عوام کو یاد دلار ہے ہیں کہ یہ مسافر خانہ ہے۔ یہاں سے جانا ہے لہذا زاد راہ اور راستہ کے آرام کا نظام درست رکھ اور بہترین نظام چونکہ رضائے الہی حاصل کرنا ہے۔ اور رضا الہی تقرب بالنوافل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے

یام رب العالمین! لا ترو دعت قرآن کا تکرار کیا اس لیے کہ حدیث قدسی میں ہے:

لا يزال القلب بطرب الی بالقرآن حتی احیہ۔

جس وقت کہ قرآن پڑھیں گے وہ دل زندہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیا کروں۔

یہی وجہ ہے حضرت حمید بغدادی رضی اللہ عنہ ہر روز اپنے مجرہ عبادت میں پڑھ کر پڑھ کر رکعت نکلتے اور فرمایا کرتے اس کے بعد اپنے دولت سرا میں تشریف لاتے۔

حضرت عبد اللہ بن حنیف فرماتے ہیں: اکثر میں ابتداء میں ایک رکعت میں دس ہزار قل ھو اللہ پڑھتا اور کبھی سارا قرآن کریم ایک رکعت میں ختم کرتا اور کبھی صبح سے عصر تک ایک ہزار قل ادا کرتا۔

حضرت ابن عباس میں ہے کہ شریف فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سال رہا۔ میں نے آپ کے پہلو کو اس سال بھر میں کبھی زمین کا سہارا لیتے نہ دیکھا اور آپ کے ہم صحبت لوگ بیان کرتے تھے کہ آپ فجر کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگ جب آپ سے رخصت ہو کر سونے کے لیے چلے جاتے تو آپ اپنی نشست گاہ سے اٹھ کر مسجد میں تشریف لاتے۔ تو مجھے جب جاننے کی طاقت نہ رہتی تو میں غلیں شریف میں ٹنگریاں ڈال کر اٹھ آئے سو جاتا۔ صبح کی نماز کو جب جاتا تو جوتیوں میں وہ ٹنگریاں پاتا، اور آپ کو اپنی عبادت گاہ پر وہاں جاتا پاتا۔ اور ایسے بہت سے واقعات سلف صالحین کے ہیں۔ نصیحت وغیرہ حاصل کرنے کو یہ تم نہیں۔

طَلَبْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَى الطَّلَامَ إِلَى

إِنْ أَشْكُتْ قَلَمَاهُ الضَّرَّ مِنْ وَرَمٍ

میں نے اس شخص کا نام طلب کیا، جو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی بات نکالی۔

فی غیر موضعه، وفي الشرع التجاوز عن الحق الى الباطل والتصرف فی ملک الغير بغير اذنه والمراد ههنا الترك (ترک کیا میں نے) سنة۔ مفعول ظلمت، لغت میں طریقہ، شریعت میں طریقہ مسلوکۃ فی الدین جو نہ فرض ہو نہ واجب۔ ان کے طریقہ کو۔ من۔ جنہوں نے۔ احی الظلام۔ استعارۃ باحیاء اللیل وترک النوم للعبادة۔ اندھیری راتوں میں شب بیداری کی۔ الی للغایۃ۔ یہاں تک کہ۔ ان اشتکت۔ اخبار المظلوم یہاں بمعنی اظہرت الشکوی۔ ظاہر ہو گئیں۔ قدماہ۔ قدم مبارک پر۔ الضر۔ تکلیف۔ من ورم۔ الانتفاخ، ورم کی۔

ترجمہ: ترک کیا میں نے ان کے طریقہ کو جنہوں نے اندھیری راتوں میں شب بیداری فرمائی۔ یہاں تک کہ ظاہر ہو گئی قد میں مبارکین پر تکلیف ورم کی۔

شرح: چونکہ اس سے پہلی فصل میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کا تعارف کرایا تھا۔ تو اس فصل میں معرفت رب جل مجدہ کرنا مناسب تھا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

”جس نے اپنے نفس کو جان لیا وہ بے شک اپنے رب کو بھی پہچان لے گا۔“

اور چونکہ عرفان الہی بغير معرفت جناب رسالت پناہی ﷺ محال ہے۔ اس لیے اس فصل میں مدح مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ایک انوکھے انداز سے شروع فرمائی۔ کیونکہ مدح

النقش راجع الی نقاشہ نقش کی مدح نقاش کی طرف ہی راجع ہوتی ہے۔

اور ظلمت میں صیغہ متکلم واحد بغرض انکسار و اظہار عجز اختیار فرمایا کہ یہ خاصہ مقربان بارگاہ کا ہوتا ہے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے جب کہ حضور پر وحی کے ذریعہ جہد فی العبادت کا حکم نازل ہوا۔ اس پر حضور ﷺ تمام رات قیام فرماتے حتیٰ کہ پائے اقدس جس پر تمام دنیا کی تقدیس قربان ہو، متورم ہو جاتے۔ آخر جناب باری تعالیٰ عز اسمہ کی طرف سے حضور کو تسلی دی گئی اور تخفیف فرمائی گئی۔ تاکہ امت ضعیفہ پر اداء عبادت بار نہ ہو

جائے۔ اور ارشاد ہوا:

عَلَيْكُمْ مَا أَرْسَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ۖ يَعْنِي ظُلْمًا ۖ اے طاہر عن العین! دوسرے اعتبار سے اس کے معنی یہ تاویل یہ سن سکتے ہیں۔ ط کے عدد 9۔ و کے عدد 5، حاصل عدد 14 ہوئے یعنی جیسے ماہ کامل چودہ تاریخ کا ہوتا ہے۔ محبوب کو فرمایا کہ تم ماہ کامل ہو۔ لہذا اپنی جان پر اتنی سختی نہ فرماؤ۔

مَا أَرْسَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ لَتَتَعَبَنَّ نَفْسُكَ ۖ
 ”ہم نے یہ قرآن کریم آپ پر اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ اپنی جان کو تعب میں ڈالیں۔“

اس کے بعد سے حضور کی عادت کریمہ یہ رہی کہ تہائی رات گزر جانے پر تہجد فرماتے یعنی خواب استراحت سے بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے۔
 اور مقررین نے لکھا ہے:

كَانَتْ صَلَوةُ التَّهَجُّدِ فَرَضًا لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا لِمَتَدَّةٍ يَقُولُهُ تَعَالَىٰ
 فَتَهَجَّدُ بِهِ نَائِلَةً لَّكَ ۖ

یعنی نماز تہجد حضور ﷺ پر پانچ فرائض کے علاوہ فرض تھی اور آپ کی امت کے لیے نفل ہوئی، اور قرآن کریم میں بھی فَتَهَجَّدُ پر نَائِلَةً فرمایا گیا۔ کہ یہ تہجد آپ پر زائد ہے اور نوافل کے فضائل میں امت کو حضور نے بڑے بڑے مدارج عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

رَكَعَتَانِ يَرُكَعُهُمَا الْعَبْدُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ لَا أَنْ شَقَّ عَلَىٰ أُمَّتِي لَفَرَضْتُهُمَا ۖ

”دو رکعت جو بندہ آخر رات میں پڑھے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور اگر امت پر یہ شاق نہ ہوتا تو میں فرض کر دیتا۔“

دوسری حدیث میں ہے:

مَا ذَاكَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي لِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتَّىٰ ظَنَنْتُ أَنْ خِيَارَ أُمَّتِي لَا يَنَامُونَ
 ”بیشک جبریلؑ رات میں قیام کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا

کہ میری امت کے بہتر لوگ رات میں سوتے نہ ہوں گے۔“

اور تہجد کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چار رکعت سے بارہ رکعت تک تہجد کی رکعتیں ہیں۔ اور بعض کے نزدیک دو سے لے کر بارہ رکعت تک۔

اور اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ تہجد کا اطلاق محض قیام لیل پر مطلقاً ہے یا بعض حصہ شب میں، تو قول اصح یہ ہے جو شرح طریقہ میں بتایا گیا کہ تہجد وہ ہے جو بعد سونے کے اٹھ کر ادا ہو۔

اور رات کی عبادت کے فضائل میں بزرگان دین کی طرف خاص فضائل مذکور ہیں:

ان قیام اللیالی افضل العبادات لان اللیل یكون فیہ بین العابد والمعبود خلو من الاغیار وتكون فیہ الدعوات اسرع اجابة اذ هو وقت الاخیار ولذا قیل ان العابد فی اللیالی یتحقق اجرین اجر ترک النوم واجر العبادة مع ان ترک النوم فی اللیالی الكثيرة المتوالية واحیاء جمیعها بالصلوة لا یقدر علیہ الا رسول اللہ الوہاب۔

”یعنی قیام لیلی افضل عبادات ہے۔ اس لیے کہ رات میں عابد و معبود کے مابین تخلیہ ہوتا ہے اغیار سے اور اس وقت کی دعاء سریع الاجابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وقتوں میں بہترین وقت ہوتا ہے اور رات کی عبارت میں دو ہر ا ثواب ہے ایک ترک نوم کا دوسرا عبادت الہی کا، اور تمام رات ہمیشہ جاگنا سوائے حضور ﷺ کے کسی کی قدرت میں نہیں۔ اللہم لا تجعلنا ممن ضل و غوی فاخذته بذنوبه فترى واحشرنا فی زمرة من لا ینطق عن الہوی۔

وَشَدُّ مِنْ سَغَبٍ أَحْشَانُهُ وَطَوَى

۳۰

تَحْتَ الْحِجَارَةِ كُشْحًا مُتَرَفَ الْأَدَمِ

حل لغات: وشد، ماضی بمعنی عقد، اور باندھا۔ من سغب۔ من سبیہ، سغب، بھوک، بھوک سے۔ احشانه۔ جمع حشا، مافی الجوف اعضائه۔ وہ تمام اعضاء جو جوف شکم میں ہیں۔ وطوی۔ ماضی از طی، پیٹنا اور لپیٹنا۔ تحت۔ نیچے۔ الحجارۃ۔ پتھر کے۔

کشتہ دار جسم کا وہ حصہ جو ہڈیوں سے لے کر ہڈی تک ہے۔ صوف۔ صید مفعول از جراف۔ نازک اور ناز پروردہ۔ الا قدم۔ از ادیم یعنی ہلد، کمال پر۔

ترجمہ: اور پانچواں بھوک کی وجہ سے اس شخص قدی نے اپنے عظیم مبارک کو اور اپنے ہار پروردہ کی ہڈیوں کو بھرتے کیا۔

شرح: یعنی اس بیمار سے محبوب حبیب اللہؐ نے شب بیداریاں فرمائیں اور ہاویا معصومیت سجد کے اپنے بطن کو رکھی کو پانچواں ہڈیوں کے نیچے اپنی نازک اور ناز کی ہلد تقدس پر بھرتے کیا تاکہ صحابہ کرامؓ کے لیے اور امت مرحومہ کے حق میں ایک طریقہ مستونہ قائم ہو جائے۔

اور اس میں یہ حکمت بھی ظاہر فرمائی مفسرہ تھی کہ بروایت بحری مرارت جہی کی واضح ہے اور چونکہ وہ مرکبہ والا چارویا کی کسی شے کی محتاج نہ تھے۔ اس لیے اکثر دائم الجوع رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صبح فرمائی ہیں کہ میں نے ایک روز حضورؐ کی بھوک محسوس کر کے رونا شروع کر دیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا:

يا عائشة والدي نفسي **سنة لو كنت ربي** ان بحري معنى حال لهما
ذمها لاجراها حيث شئت من الارض ولكن اعتبرت الجوع في الدنيا
شعبها وفطر الدنيا على حالها وحري الدنيا على فقرها. يا عائشة ان الدنيا
لا تسقى لمحمد ولا لآل محمد۔

اے عائشہ! تم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس کے یہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں اپنے آپ سے تم کے پیاراؤں کو سونے کی شکل میں طلب کروں اور انہیں پتا نہ ہو گا کہ جہاں ہاؤں وہ میرے ساتھ ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں پتا نہ ہو گا میرا ساتھ کر دے لیکن میں نے دنیا میں بھوک اختیار کی۔ غم سیری سے اور فقر دنیا قبول فرمایا غنا پر غم قبول کیا اس کی فرحت پر اسے عالتہ دنیا پر نہیں کہہ سکتا اور ان کی آل کے لیے۔

اور ان حدیث میں حضرت صدیقؓ فرمائی ہیں کہ حضورؐ سید عالمؐ کی سیرت میں جو کچھ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے جنگل کے پہاڑ سونا بنا کر مجھے پیش کیے تو میں نے عرض کی الہی! یہ نہیں بلکہ میں ایک دن بھوکا ایک دن شکم سیر رہنا چاہتا ہوں۔ جس دن بھوکا رہوں اس دن تیرے حضور تضرع اور دعا کروں اور جن دن شکم سیر ہوں اس روز تیری حمد اور ثناء کروں۔

اور پسلیوں سے نیچے تک پتھر باندھنا اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو غزوہ خندق میں ہوا جس کا مختصر حال یہ ہے کہ جب قبیلہ بنی نضیر کے یہود کو اطراف مدینہ سے نکال دیا گیا۔ تو ابو عامر اور ایک انہیں میں سے راہب مکہ گئے اور مشرکین مکہ کو محاربہ کے لیے آمادہ کر کے ابو سفیان کے مکان پر جمع ہوئے، ابوسفیان نے ان کا احترام کیا۔ جمعیت عسکری بنانے میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ دس ہزار کی فوج آنا فانا بن گئی اور مدینہ کی طرف چڑھائی شروع کر دی۔ یہ خبر گوش اقدس تک جب پہنچی تو حضور نے صحابہ کی میٹنگ کی اور مدینہ کے دفاع کے لیے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! بلاد عجم کے ایک شہر پر دشمن غالب آ گیا تھا اور اہل شہر نے اس سے محاربہ کی قوت اپنے میں جب نہ پائی تو انہوں نے شہر کے ارد گرد خندق کھود لیے اور اس میں روپوش ہو کر سب بیٹھ گئے۔ حضور نے اس مشورہ سلمانی کو پسند فرمایا اور پچاس روز کامل خندق کھودے گئے کہ اتنے میں دشمن نے آ کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا اور انتیس دن تک وہ محاصرہ رکھا تو اس مدت میں مسلمانوں پر بڑی مشقت واقع ہوئی اور ان پر پانچ طرح کی مصیبت تھی۔ اول قحط، دوسرے کثرت اعداء، تیسرے خوف قتل، چوتھے بھوک، پانچویں سخت سردی۔ یہاں تک کہ اس رؤف رحیم حبیب کریم ﷺ کو مسلمین پر رحم آیا تو حضور نے فرمایا: تم میں سے جو خبر دشمن کی لائے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ لیکن ضعف جوع کی وجہ سے جانے کی طاقت کہاں، ملنے کی تاب نہ تھی سب خاموش پڑے رہے۔ پھر حضور نے چار اصحاب کے نام لے کر آواز دی۔ تو انہوں نے عرض کیا: حضور ہمیں ہماری جگہ پڑا رہنے دیں۔ ہمارے پاس بھوک اور سخت سردی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر حضور نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور خبر لائے کہ دشمن بھاگ گیا اور شدت سردی سے اکثر ان کے

نظر فرمائیے۔ اس وقت حضور ﷺ نے اپنے بطن اقدس پر چتر باندھ رکھا تھا اور یہ صحابہ کرام تعلیم تھی کہ جسے بھوک شدت کی ہو اور کھانا اسے میسر نہ آئے تو وہ پیٹ پر چتر باندھ لے۔

وَرَاوَدْتُهُ الْجِبَالَ الشَّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهِ فَأَرَاَهَا أَيَّمَا شَمَمٍ

کل لغات نو۔ عاطفہ اور۔ راودتہ۔ ماضی از مرادوت، مطالبہ بالجہد۔ ارادہ کرنا، ارادہ کیا۔ الجبال۔ جمع جبل۔ پہاڑوں۔ الشَّم۔ بلند نے۔ من ذہب۔ جو سونے کے تھے۔ عن نفسہ۔ ان کی ذات اقدس سے۔ فاراھا۔ تو دیکھا ان کو حضور نے۔ ایما۔ کس شان سے۔ شمم۔ اپنے بلند حوصلہ اور استغناء سے۔

ترجمہ: بلند پہاڑوں نے سونے کا بہن کر حضور کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا تو حضور نے اپنے بلند حوصلہ اور استغناء سے انہیں ذلیل دیکھا۔

شرح: حضور کو بلند پہاڑوں نے جو سونے کے تھے بہشت اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور درخواست کی کہ ہم میں سے جو چاہیں، جتنا چاہیں، صرف فرمائیں تو حضور نے ان پہاڑوں سے اپنی بلند ہمت اور استغناء کا وہ مظاہرہ فرمایا جو ادراک عقل سے بالاتر ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ شانہ کا سلام پیش کر کے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الْحَبُّ اَنْ اَجْعَلَ هَذِهِ الْجِبَالَ ذَهَبًا وَتَكُونَ مَعَكَ اَيْنَمَا كُنْتَ۔

”اے محبوب! اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ ان پہاڑوں کو ہم سونا بنادیں اور وہ آپ کے ساتھ ہوں جہاں آپ تشریف لے جائیں تو ابھی ایسا ہو سکتا ہے۔“

فَوَقَفَ سَاعَةً فَقَالَ يَا جِبْرَائِيلُ اِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ مِّنْ لَا دَارَ لَهٗ وَهَالِ مِنْ لَا حَالَ لَهٗ فَدِرْجَسُوعَهَا مِنْ لَا عَقْلَ لَهٗ۔

”تو حضور نے قیام اس وقت فرما کر جواب دیا: جبرائیل! دنیا ایک ایسا گھر ہے کہ کسی کا

گھر نہیں اور ایسا مال ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں، اسے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو۔

فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ ثَبَتَكَ اللَّهُ يَا مُحَمَّدُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔

”تو جبریل علیہ السلام نے یہ سن کر عرض کی: حضور! آپ کو اللہ نے ثابت قدم فرمایا ہے قول ثابت کے ساتھ۔“

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ فضیلت فقیر صابر کی غنی شاکر پر اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھی کہ خلق محبوب کے مشابہ ہے۔ اور اسی بناء پر طائفہ صوفیہ اس پر ثابت قدم ہو کر کہتے ہیں:

همة الرجال تهدم الجبال۔

”ہمت مرداں پہاڑوں کو منہدم کر دیتی ہے۔“

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد اور اس روایت میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ہمت عالی اور فضیلت ذاتی یوسف علیہ السلام پر واضح ہے۔ قرآن کریم میں زلیخا کے واقعہ پر وَرَأَوْدَتُهُ لَتَمَنَّيْهُ هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ فرمایا۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے اس عورت سے اجتناب فرمایا جو حرام تھی اور اس حسن سے استغناء کیا جو آپ کے لیے جائز نہ تھا۔ لیکن حضور نے اس چیز سے استغنی ظاہر فرمایا جو جائز تھی اور وہ چیز خدا کی محبت میں ترک فرمائی جو جمع کرنی حلال تھی۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ اسی وجہ میں اس حبیب لبیب کا عشق دراصل عاشق باللہ افراد کے قلوبوں میں ایسا پیدا کیا کہ زلیخا کے عشق سے ان کا عشق بالاتر ہو گیا۔

حسن یوسف پہ کشیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب پیٹ پر پتھر باندھنا شدت جوع میں سکون دے گا اور طریقہ مسنون ہونے کے لحاظ سے سنت پر عمل موجب اجر بھی ہوگا۔

اللهم لاتبلنا في الدنيا بالكرب واجعل رتبنا في الدارين ارفع الرتب بحرمه النبي ذي المجد والحسب۔

وَ اَكْثَدْتُ زُهْدَةً فِيهَا ضُرُورَةً اِنَّ الضُّرُورَةَ لَا تَعْدُوْا عَلٰى الْعِصْمِ

عملی نکات: و۔ ماضی یا اشدائپ۔ اور۔ اکثدت۔ ماضی ازما کیو۔ مضبوط اور پختہ کرنا۔
اور مضبوط اور پختہ کیا۔ زہدہ۔ حصول اکثدت، قلة الترغيب، فی الشیء۔ وفی
الاصطلاح الاعراض عن الدنيا وتترك راحته۔ ان کے نزدیک۔ فیہا۔ اس دنیا
میں۔ ضرورۃ۔ لعل اکثدت، ضرورت ظاہری اور احتیائی حسی نے۔ ان الضرورۃ۔
بے شک احتیائی ظاہری اور حسی۔ لا۔ نہیں۔ تعدوا۔ غالب آسکتی اور نہیں جبر اور زبردستی
کر سکتی اس سختی مقدس پر۔ علی العصم۔ آپ کی عصمت مآبی پر۔

ترجمہ: حضور کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا، اس لیے کہ ضرورتیں پرہیز گاری
اور عصمت مآبی پر غالب نہیں آسکتیں۔

شرح: ہدایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز آرام گزین تھے اور آپ کے نیچے نیم تر
گھاس کی چٹائی تھی، بولی تھی اور سر ہانے جو تکبیر تھا اس میں چلوے کی کترن بھری ہوئی تھی
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ایک جماعت صحابہ کی ان کے ہمراہ تھی، تو حضور
نے ان کی طرف کمرہ بدلی تو حضرت عمر نے دیکھا کہ پہلوئے نورانی پر چٹائی کے نشان
پائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے ماضیہ نے لگے۔ حضور نے فرمایا:

فَاَيْسَكِيكُ يَا عُمَرُ۔

”عمر تم نے مجھ پر کیا کیا۔“

تو آپ نے عرض کی:

لَكَلْبٌ لَا يَكْنَى اِلَّا كَسْرِي وَفِيصْرُ يَتَعَمَّانُ فَيَمَّا يَتَعَمَّانُ فِيهِ فِي الدُّنْيَا
وَلَمَّا هُوَ هَدُو لِحَالِي۔

”میں ایسی جیسے نہ ہوں جب کہ میں، تھا ہوں کہ کسری، فیصراں نعمتوں میں ہیں
میں، ہاتھ پائی کہ، ہے نہ ہی اور عصمت اللہ کے نقص قدم پر غرور کسری، فیصراں ہوں۔“

حال میں ہوں۔“

تو حضور نے فرمایا:

یا عمر اما ترضیٰ ان یکون لہم فی الدنیا ولنا فی الاخرۃ۔

”اے عمر کیا تم اس سے خوش نہیں کہ قیصر و کسریٰ کو جو کچھ مل رہا ہے دنیا کی چند روزہ زندگی تک ہے اور ہمارے لیے ابدی نعمتیں غیر زائل ہمیشہ کو آخرت میں ملیں۔“

حضرت عمر نے فوراً عرض کی:

بلیٰ یا رسول اللہ۔

”بے شک حضور میں آخرت سے خوش ہوں۔“

کہ اتنے میں روح الامین حاضر دربار ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے یہ قانون نافذ فرما دیا ہے کہ لذت آخرت میں ہر اس شخص کے لیے نقصان ہے جتنا وہ لذت دنیا حاصل کرے لہذا جس قدر لذت دنیا زیادہ ہوگی، لذت آخرت اتنی ہی کم ہو جائے گی اور جس قدر لذت دنیا کم ہوگی، لذت آخرت بڑھے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں حضور کی خدمت میں یہ بشارت دوں کہ اعزاز دنیاوی جو حضور پسند فرمائیں پیش کیے جائیں اور ان نعمتوں کی وجہ سے حضور کا اخروی درجہ کم نہ ہوگا، یہ حضور کا خاصہ ہے

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔

”حضور نے فرمایا: جبریل! اللہ کی ذات بہترین نعمت اور غیر فانی دولت ہے۔“

گویا مضمون بیت میں ناظم فہم حضور کا عزم و استقلال بتا رہے ہیں کہ حوائج ظاہری و حسی نے حضور کے زہد و ترک دنیا کو بجائے اس کے کہ کمزور کرتے اور مضبوط و موکد کر دیا۔ اور کیوں نہ ہو، نور مجسم رحمت دو عالم کی شان ارفع و اعلیٰ کے شایان شان یہ ہے کہ حوائج و ضروریات ظاہری ہوتے بھی حضور کو دنیا کی طرف رغبت نہیں اور استغناء تام حاصل ہے۔

اور اسی دریائے نعمت و کرم کی لہریں ہیں جنہوں نے اولیاءِ صوفیہ کرام میں یہ استفناء و زہد و رعب پیدا کیا۔

مالک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
تہی دست و سلطان پشینہ پوش غلامی خرد بادشاہی فروش

وَكَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضَرُورَةً مِّنْ

لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

حل لغات: و۔ ناظرہ اور۔ کیف۔ استفہام انکاری، کیونکر۔ تدعوا۔ من الدعوة،
بائیں۔ الی الدنیا۔ دنیا کی طرف۔ ضرورۃ۔ حوائج ظاہری۔ من۔ اس ہستی پاک کو۔
لو۔ کہ اگر۔ لاہ۔ وہ ہستی پاک نہ ہوتی۔ لم تخرج۔ نہ ظاہر ہوتی۔ الدنیا۔ دنیا۔ من
العدم۔ کتم عدم سے۔

ترجمہ: اور کیونکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا
میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصفہ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

حمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی
شرح: یعنی دنیا حضور سرورِ عالم ﷺ کی محتاج ہے۔ اگر حضور دنیا کے محتاج ہوتے، تو
حوائج معاذ اللہ حضور پر غالب آجاتے، مگر چونکہ حضور محتاج الیہ ہیں اور دنیا حضور کی محتاج۔ تو
حضور کو کوئی ضرورت ظاہری اور حسی، دنیا کی طالب نہیں بنا سکتی۔ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ
مائل الی اللہ ہیں تو طالب مولیٰ اور مائل الی اللہ کا خیال تنعیم دنیا کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔
حدیث قدسی میں ہے:

الدنیا حرام علی اهل الاخرة والاخرة حرام علی اهل الدنیا و کلاهما
حرامان علی اهل اللہ تعالیٰ۔

”دنیا اہل آخرت پر حرام اور اہل دنیا پر آخرت حرام اور دنیا و آخرت دونوں اہل اللہ پر
حرام ہیں۔“

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا:

من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاه فآثروا ما یبقی علی ما یفنی۔

”دنیا کی محبت سخت مضر ہے آخرت کے لیے اور آخرت کی محبت مضر تر ہے دنیا کے لیے تم محبت کرو اس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے اس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی۔“

اور دنیا کو دنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق دلو سے ہے یعنی قرب سے، اور اگر دنائت سے دنیا لی جائے تو ٹوٹا اور خسارہ ہی ہے چونکہ اس کا ماحصل ہے اس لیے دنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں لولاہ جو فرمایا، اس میں تلمیح ہے، حدیث قدسی کی طرف جو جناب باری نے فرمایا:

من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاه فآثروا ما یبقی علی ما یفنی۔

دنیا کی محبت سخت مضر ہے آخرت کے لیے اور آخرت کی محبت مضر تر ہے دنیا کے لیے تم اس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے اس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی۔“

دنیا کو دنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق دلو سے ہے یعنی قرب سے، اور اگر دنائت سے دنیا لی جائے تو ٹوٹا اور خسارہ ہی ہے چونکہ اس کا ماحصل ہے اس لیے دنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں لولاہ جو فرمایا، اس میں تلمیح ہے، حدیث قدسی کی طرف جو جناب باری نے فرمایا:

ک لما خلقت الدنیا۔

”میں نے محبوب! اگر ہم تمہیں پیدا نہ فرماتے دنیا ہی نہ بناتے۔“

ولاک لما خلقت الافلاک میں افلاک سے مراد مطلقاً جمیع مکونات ہیں۔ اسم جزئی کل پر حاوی ہوتا ہے۔

واقعہ معراج میں ہے کہ جب حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر ساجد الی اللہ ہوئے تو اللہ حضور کو فرمایا:

انت وما سوی ذالک خلقتہ لاجلک۔

الحمد لله ملهم الصواب واليه المرجع والمآب۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْقَلْبَيْنِ

وَالْقُرَيْشِيْنَ مِنْ عَرَبٍ وَ مِنْ عَجَمٍ

عمل لغات: محمد۔ خبر مبتداء محذوف۔ محمد سید کونین ہیں۔ سید۔ بزرگین جبرہ یعنی سردار اور ملکہ کائنات۔ الکونین۔ کون اول دنیا کون ثانی آخرت۔ دنیا و آخرت کے۔ والقریشین۔ اور جن و انس کے۔ والقریشین۔ اور دونوں جماعتوں کے۔ من عرب۔ عرب سے۔ ومن عجم۔ اور عجم سے۔

ترجمہ: محمد شیخ الاسلام سردار اور ملکہ ہیں کائنات دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور دونوں جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے۔

شرح: قاضی میاں رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں فرماتے ہیں: نام محمد شیخ الاسلام خصوصاً حضور کا اسم عالی ہے اور عرب میں کوئی حضور سے قبل اس نام کے ساتھ مشہور نہ ہوا۔ اور نہ عجم میں کسی کا یہ نام حضور کی جلوہ گری سے اول رکھا گیا۔ حتیٰ کہ حضور کی ولادت سے قبل ہی مشہور ہو چکا تھا کہ

اِنْ لَبِثَا بَعَثَ النَّبِيُّ مُحَمَّدًا۔

”ہمارے نبی سچے نبی مبعوث ہوں گے اور نام پاک محمد ہوگا۔“

چنانچہ بعض قوموں میں محمد نام کے ساتھ اولادیں موسوم کی گئیں اس امید پر کہ جو مشہور کیا ہونے والے ہیں وہ ہماری اولاد سے ہی ہوں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ مَا يَسَالُكُ اَوَّلُ اللّٰهِ بَانَا ہے جس شان سے اپنے رسول کو رسول بنائے۔

ہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضور کی نعمت میں اسم محمد ہی نام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں اختیار فرمایا۔ جب کہ ارشاد الہامی شرع بخاری میں ہے کہ حضور کے اسماء گرامی ایک ہزار ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ تین سو ہیں۔ ایک قول میں نانوے نام ہیں۔ اس کا جواب صرف یہ کہ اسم پاک تمام اسماء سے افضل و اشہم ہونے کے علاوہ مرتبہ محمودیت میں مفید و نافع ہے اس لیے اس نام پاک کو نعمت میں الہاماً مناسب تھا۔

اب سید کا لفظ استعمال کرنا اس لیے تھا کہ سیادت علورفعت کے معنی میں مستعمل ہے۔ یا سید اسے کہہ سکتے ہیں کہ

يَلْجَأُ إِلَيْهِ النَّاسُ فِي حَوَائِجِهِمْ

”پناہ لیں ان کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں۔“

اور حضور سے بہتر ملجأ خلاق اور کون ہو سکتا ہے تو حضور سے افضل سید بھی کوئی نہیں۔

اور کونین سے مراد دنیا و آخرت ہو سکتی ہے یا عالم شہادت اور عالم غیب، علاوہ ازیں دنیا میں حضور کی سیادت یہ کم نہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور سید المرسلین اور معراج کا رتبہ سوا حضور کے انبیاء میں سے کسی کو نہ ملا۔ اور حضور ﷺ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ كَ مَنْصِبٍ جَلِيلٍ کے مسند نشین ہوئے اور حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین اور جن و انس کا سردار بنا کر وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کے تاج سے متوج (سرفراز) فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کی رحمت ہونے کے باعث کفار و مشرکین پر تاخیر عذاب ہے۔

پھر حضور کا شہر مبارک افضل البلاد اور حضور کی مسجد مبارک افضل المساجد اور وہ بقعہ نوری جس میں وہ نور مجسم آرام گزین ہے کعبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اور حضور ﷺ کا نور روحی افضل خلاق ہے بلکہ وہ نور لطیف اصل انوار انبیاء و مرسلین ہے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْمِيثَاقَ لَنِ بَعَثَ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَهُوَ حَيٌّ لِيُؤْمِنَ بِهِ وَلِيَنْصُرَنَّهُ۔

”اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہ فرمایا مگر اس سے یہ عہد لیا کہ اگر میں اس کے زمانہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کو مبعوث کروں تو ان پر ایمان لائے گا اور نصرت کرے گا۔“

اور اسی کی تائید میں یہ آیه کریمہ ہے:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّ لِمَا أَتَيْتُكُمْ مِنْ كَثِيرٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ الْح ہے۔

اور یہاں تا الدلی ہے کہ عذرا قامتِ جنمِ شب لایا جائے تو سحرِ بزمِ جاگوں میں بکرا
 ہوا اور ہر پال کو سحرِ بزمِ جتنے ہوں اور ہر علقہ میں سحرِ بزمِ فرشتے ہوں۔ مگر وہ جنم اپنے
 پاؤں سے ان کے جتن میں تھا۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے موقف پر برکیا ہے، نہ کہ پاس ہے۔

یہاں تک کہ ہر اکرم ہوی و جیسی ملی اور ہر جنمِ باہستہ اور اسلام بھی اسے نہ کہ ہے ہونا
 اور ان کی جیونی کو دیکھ کر اپنے کو بھول کر نفسی نفسی کی آواز میں لگاتے ہوں اور ہر اکرم
 الہی میں داخل کر رہے ہوں۔

نفسی نفسی لا اسسٹک ایوم عیروہا

”الہی الہی ہاتھ کی لکڑی پاتے ہیں، اُن کے ہاں وہ لکڑی نہیں رکھتے۔“

کہ عظم و العظم ہاتھ میں لکڑی کر رہے ہوں

احسنی احسنی سلسلہ و سلسلہ ہا رب

”الہی الہی ہاتھ کی لکڑی پاتے ہیں، اُن کے ہاں وہ لکڑی نہیں رکھتے۔“

ہر جنمِ بزمِ عظمیٰ ہاں ہاں قدم کر رہا ہے

و جیونی مدح و مدح و مدح و مدح

کہہ دانت سے اپنے پیچھے ہے۔“

www.nafseylam.com

خل سلسلہ و سلسلہ ہا رب

”خضر اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ“

کہا ہے میں ہر وقت میں سے آئے

اسسٹک و اسسٹک

”کہہ جنم الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی“

تو ہاں الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی

الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی الہی

خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
وللہ الحمد

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے تر دامن

اور اس پر کثرت عصیان سے تھراتا ہے سارا تن

کہیں کیوں ہے پریشان دیکھو وہ رحمت کے ہیں معدن

مچل جا جا سوال مدعا پر تھام لے دامن

بہکنے کا بہانہ لے تو قصد بے تامل کو

نَبِیُّنَا الْأَمْرُ النَّاهِیُّ فَلَا أَحَدٌ

أَبْرَفِیْ قَوْلٍ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمَ

۳۵

حل لغات: نبینا۔ نبی، نبأ سے مشتق ہے، بمعنی خبر دینے والا۔ اصطلاح میں اس انسان کو

نبی کہتے ہیں جسے اللہ نے اصلاح و تبلیغ کے لیے مبعوث فرما کر اپنی وحی کے ذریعے اس پر

احکام نازل فرمائے ہوں۔ ہمارا نبی۔ الامر۔ حکم دینے والا۔ الناهی۔ منع فرمانے والا

ہے۔ فلا احد۔ اور نہیں ہے کوئی۔ ابر۔ من البر۔ اسم تفضیل بمعنی الصدق، آپ سے

زیادہ سچا۔ فی قول۔ اقوال میں۔ لا منه۔ نہیں فرمائیں۔ ولا نعم۔ یا ہاں۔

ترجمہ: ہمارے نبی حکم دینے والے، نبی فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں

صدق وعدہ میں ہاں اور نہ میں۔

شرح: نبی کی تعریف لغت میں منجر ہے۔ اس لیے کہ نبی نبأ سے مشتق ہے اور اصطلاح

میں نبی وہ انسان کامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہو مخلوق کی طرف تاکہ وہ اس میں

وحی کے احکامات کی تبلیغ کرے۔

نبی اور رسول مرادف المعنی ہیں۔ ابن ہمام سے مروی ہے کہ اس سوال پر کہا گیا کہ

مَا قَالَ لَا قُطَّ إِلَّا فِي شَهْدَةٍ لَوْلَا الشَّهْدُ كَانَتْ لَا نَعْمَ
 ”اس بخئی کو نین، معطلی دارین نے کبھی لا فرمایا ہی نہیں مگر التحیات کے اندر اشہدان لا الہ
 الا اللہ کہا۔ اگر یہ التحیات نہ ہوتی تو ان کی لا بھی نعم کے معنی دیتی۔“

اف بے حیا یاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
 ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے
 مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
 سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
 هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجَى شَفَاعَتُهُ
 لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ

۳۶

حل لغات: ہو۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، وہ سید الکونین والیقین۔
 الحبيب۔ حبیب ہیں۔ الذی۔ ایسے۔ ترجی۔ کہ امید کی جاتی ہے۔ شفاعتہ۔ ان کی
 شفاعت کی۔ لکل ہول۔ ل بمعنی فی اور ہول شدت و مصیبت۔ تمام شدت و مصیبت
 میں۔ من الاہوال۔ شدتوں اور مصیبتوں سے۔ مقتحم۔ از اقسام، داخل شدن، بلاء
 بین الناس، جو انسانوں میں پھیل چکی ہو۔

ترجمہ: وہی حبیب لبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے ان کی شفاعت کی ہر شدت و مصیبت میں،
 شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہیں۔

شرح: اعتراض ہو سکتا ہے کہ صفت حبیب کو مختص حضور کی ذات پاک کے لیے کیوں کیا۔
 جب کہ ابراہیم علیہ السلام بھی خلیل ہیں اور ہر وہ امتی محبوب ہے جو حضور کا قبیع ہو، جیسا کہ
 قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۱)

اس کا جواب تو یہ ہے کہ اول تو خلیل و حبیب میں فرق بین ہے۔ اس لیے کہ خلیل
 بروزن فعلیل ہے بمعنی فاعل، جو مسند ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرف، جیسا کہ قرآن کریم

اور صاف طور پر روشن ہے کہ حبیب بمعنی حقیقی بھی ایک ذات مقدس ہے۔ اور یُحِبُّکُمْ اللہ کے یہ معنی ہیں جو کسی شاعر نے واضح کیے ہیں:

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے ان کی امت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری تو یہ محبوبیت بطفیل سرکار امت مرحومہ کے مقرب افراد کو حاصل ہوئی جو بواسطہ حبیب اکرم ﷺ ہے۔

اور توجہ شفاعتہ جو فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ شفاعت عامہ، خاصہ ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا، اور کسی کو یہ منصب عظمیٰ حاصل نہیں۔

ایک روایت میں ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک رات شہر سے باہر تھا کہ مکاشفہ میں مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر کے تمام لوگ اس وقت سو رہے ہیں اور کوئی بھی اپنے رب کی عبادت میں مشغول نہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں ان کے جلانے پر قادر ہوتا، تو سب کو جلا ڈالتا اس غفلت شعاری کی سزا میں۔ پھر معاً میں نے سوچا کہ اللہ کے بندوں کو جلانا اللہ کے شایان شان ہے میں کون جو ایسا خیال کروں۔ چنانچہ اس خیال پر میں نادم ہوا اور خیال کیا کہ اگر میں ان کی بخشش کے لیے شفاعت کا منصب رکھتا تو سب کی شفاعت کرتا، کہ معاً خیال آیا کہ شفاعت عامہ کا منصب تو مقصود ہے حضور سرور کائنات ﷺ پر، میں نے کیا خیال کیا، اس پر بھی نادم ہو کر ذکر و شغل میں بیٹھ گیا کہ ہاتھ غیبی نے آواز دی اور کہا: غزالی! اگر تو ان دونوں خیالوں سے نادم نہ ہوتا تو ہم تمہیں زمین کے کسی گہرے گڑھے میں ڈال کر تمہارا نام دفتر اولیاء سے محو کر دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ توجہ شفاعتہ میں حضور کی ذات اقدس کے ساتھ اپنی امید مخصوص کی۔ ابن جوزی فرماتے ہیں:

الرجاء الطمع فیما یمکن حصولہ بخلاف التمنی۔

”رجاء اس خواہش کو کہتے ہیں جس کا حصول ممکن ہو بخلاف تمنا کے کہ اس میں حصول

مرام ضروری نہیں۔“

اور بعض نے کہا کہ:

الرَّجَاءُ مَحْصُورٌ بِالطَّمَعِ فِي الْمُمْكِنِ وَالشَّمْنَى غَامٌ۔
 ”رجاء مخصوص ہے اس طمع میں جس کا پورا ہونا ممکن ہو اور تمنّا غام ہے۔“

والشفاعة هي طلب العفو
 ”اور شفاعت طلب عفو کو کہتے ہیں۔“

وشفاعة نبينا عليه الصلوة والسلام ثابتة بالاخبار والاحاديث
 الصحيحة

”اور حضور کی شفاعت اخبار و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔“

قال المحقق الدواني انه عليه السلام يشفع لجميع الانس والجن الا
 ان شفاعته للكفار لتعجيل فصل القضاء فتخفف عنهم احوال يوم القيامة
 وللمؤمنين للعفو ورفع الدرجات فشفاعته عامة لقوله تعالى وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
 إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔

”محقق دوانی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام انس و جن کی شفاعت فرمائیں گے اور
 شفاعت کفار یوں نہ ہوگی کہ ان پر اس وقت سے پہلے حکم مزا نافذ ہو چکا ہوگا۔ تاہم احوال
 قیامت میں تخفیف تو ان پر بھی حضور کی شفاعت سے ہو۔ اور مؤمنین کے لیے تو عفو معاصی
 اور ترقی مدارج حضور کی شفاعت سے ہوں۔ اس بناء پر آیہ کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا
 رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۱) سے حضور کی شفاعت عام ثابت ہے۔

صاحب مواہب نے شفاعت کو پانچ اقسام پر منقسم فرمایا اور اس طرح تصریح کی:

شفاعة اول، الاراحة من هول الموقف وهي اعظمها واعملها۔

”میدانِ حشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف اور یہ زبردست شانِ رحمت ہو جو عام ہوا
 میں ظاہر ہو۔“

دوسری شفاعت، جنت میں اپنے بہت سے غلاموں کو با حساب داخل فرمائیں۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھائی کے لیے رستہ بنا کر بھیجا ہے۔

تیسری شفاعت: ان کے حق میں ہو جو مستحق عذاب نار قرار پا چکے ہوں۔

چوتھی شفاعت: ان سیاہ کاروں کو جہنم سے نکالنا ہے جو دوزخ میں پکار رہے ہوں

پانچویں شفاعت: جنتیوں کے درجات کی ترقی کرانا ہے۔

اس پر حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی قسم اور فرمائی وہ تخفیف عذاب کی صورت میں ہے جو ان کے لیے ہو جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہوں۔

صاحب مواہب نے ساتویں قسم شفاعت یہ اور لکھی کہ سب سے اول حضور اہل مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں۔

یا الہی جب پڑے محشر میں شور دارو گیر امن دینے والے پیارے پیشوا ساتھ ہو
یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں چھنٹ رہی ہیں مجرموں کی فرد ساری واہ واہ
کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

دَعَا إِلَى اللَّهِ فَالْمُسْتَمْسِكُونَ بِهِ

۴۷

مُسْتَمْسِكُونَ بِحَبْلِ غَيْرِ مُنْفَصِمٍ

حل لغات: دعا الی اللہ۔ از دعوت، بلایا اللہ کی طرف یعنی دین الہی کی طرف۔
فالْمُسْتَمْسِكُونَ۔ فاء برائے تفریع، مستمسکون، از استمساک بمعنی تمسک یعنی
پکڑنا ہاتھ سے، پس پکڑنے والے۔ بہ۔ ان کے دامن کو۔ مستمسکون۔ ایسے پکڑنے
والے ہیں۔ بحبل۔ رسی کے ساتھ۔ غیر منفصم۔ از انفصام بمعنی انقطاع اسم فاعل کہ
کبھی نہ کٹے۔

ترجمہ: اس حبیب لیب نے جو سدا لکونین سدا الثقلین ہے، ہمیں اللہ کے دین کی طرف بلایا
تو ان کی اطاعت کی رسی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں کہ کبھی منقطع نہ ہوں گے۔

شرح: قرآن کرم میں حضور کی منقبت فرماتے ہوئے وَدَاعِيَا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا

میں سے اس شعر میں ناظم قائم دعا الی اللہ لما کر ہی آپ کریر کے مفہوم کو ادا فرما رہے ہیں۔ چنانچہ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ودعوتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کانت الی جمیع ذی نطق من العرب والعجم واهل الكتاب والمجوس والوثنی والجن وغیر ذالک ولاجل هذا التعمیم حذف الناظم الفاهم مفعول دعا۔

”ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت خدا تمام ذی نطق کے لیے عام ہے، عرب سے ہوں یا عجم سے، اہل کتاب ہوں یا مجوسی، بت پرست ہوں یا یہودی، جن ہوں یا انس۔ اسی تعمیم کے باعث ناظم قائم رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کا مفعول حذف فرمایا۔“

اور مطلقاً دعا الی اللہ کہا۔ اور چونکہ دعوت و ارشاد میں فرق ہے اس لیے ارشاد نہیں کہا۔ بلکہ دعا کہہ کر ارشاد سے اجتناب فرمایا۔ کیونکہ ارشاد مستعمل ہے طبقات اولیاء میں اور دعوت مخصوص ہے انبیاء میں۔

اور مستمسکون استمساک سے ہے اور استمساک بمعنی تمسک آتا ہے اور تمسک کہتے ہیں کسی چیز کو ہاتھ سے مضبوط پکڑنے کو اور قرآن کریم میں بھی دین محمدی کی اطاعت کو **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا (2)** کہہ کر حکم دیا تو اعتصام بحبل اللہ اطاعت محمد رسول اللہ ہے۔ تو استمساک بحبل بھی اطاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور غیر منقسم فرما کر غیر منقطع اس لیے فرمایا کہ شریعت محمدیہ پر مہر **أَلَيْسَ مَا كُنْتُمْ لَكُمْ دِينُكُمْ (3)** لگ چکی ہے۔ تو دین محمدی تاریخ ادیان و ملل ہے اور یہ بھی منسوخ ہونے والا نہیں۔ جب یہ دین قائم ثابت الی یوم القيامة ہے۔ تو مستمسکون بحبل غیر منقسم یعنی غیر منقطع صحیح ہوا۔

سب نبی نور میں لیکن، ہے تفاوت اتنا نیز نور ہو تم سارے نبی تاروں میں
مولای صل وسلم دانما ابدًا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

۱۔ منہجی طرف اشارے، اور پکا دینے، ۱۱۱، آفتاب۔

۲۔ اللہ کی سی طرف بھی ہے، جو ہوسکتا ہے۔ ۱۲

۳۔ اے نبی! کیا تم کو دین تم کا نہیں ملتا؟ ۱۳

فَاقَ النَّبِيِّنَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

۳۸

حل لغات: فاق، بمعنی ربح و زاد علیہ فی الرفعة۔ وهو من الفوق والفوق والتفوق حقیقتہما ان يستعملان فی الرفعة المکانیة لکن استعمل ہہنا فی الرفعة الرتبیة مجازاً او استعارة (بلند مرتبہ ہوئے) النبیین۔ جمع نبی، الف لام جنسی (جنس انبیاء پر) فی خلق۔ خلق بفتح الخاء وسكون اللام۔ لغت میں تقدیر و ایجاد کے معنی دیتا ہے، اور یہاں مراد کمالات ظاہریہ ہیں، حسن صورت، تناسب اعضاء و اشکال و الوان اور اعتدال اطراف وغیرہ میں (شکل و صورت میں) و فی خلق بضم الخاء واللام، جمع خلق، بمعنی الطبیعیة الحسنة، والمراد الکمالات الباطنیة واعتدال قوی النفس (اور اخلاق حسنہ وغیرہ میں) ولم یدانوه۔ وافر استینافیة۔ یدانوه۔ از دنو بمعنی قرب یعنی (اور ہرگز نہ قریب ہو سکے وہ انبیاء اس حبیب سے) فی علم۔ (مرتبہ وسعت علم میں) ولا کرم۔ اور نہ کرم عام میں۔

ترجمہ: ہمارے حضور تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں شکل و صورت ظاہری اور خلق حسن باطنی میں، اور کوئی نبی حضور کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا مرتبہ علم و کرم میں۔

شرح:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خواباں ہمہ وارند تو تنہا داری حضور کی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام پر وہ تفوق عطا فرمایا کہ خلق اور حسن اور کمال و خصائل حمیدہ میں حضور کا نظیر محال اور جلال و جمال میں حضور اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔ اور اس کا ثبوت آیات و احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (۱)

یعنی رسولوں کو ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور اہل تفاسیر اس کے

کے لئے لکھے ہیں۔

المراة به محمد عليه السلام

اس سے مراد ان کے حضور مجھ سے کیا گیا۔

وكان الحسن بن علي بن فضال (ت ١٠١٥ هـ) يقول:

وَأَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ عَمَلٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ الْقِيَامُ بِأَمْرِ الْمَسْكِينِ

اس کے وقت بھی مصر میں وہاں کے حکام کو یہ خبر تھی۔

اور ان لوگوں میں سے جو کہ ان کے لئے ہیں

الاسماء الأولى والأخيرة والألقاب

"میں نے تمہیں بتا دیا کہ میں نے اس بار کون سا کام کیا۔"

24. 10

الاسماء والاداءات

"...میں نے اس کو دیکھا تھا"

الحمد لله رب العالمين

”میں نے آج کل کے آثار و اشیاء کو دیکھ کر دل میں کہا کہ یہ تو ان کے آثار ہیں جنہوں نے ان کے آثار کو ان کے آثار میں لکھا ہے۔“

وہی ہے جو کہ اس کے لئے ہے

المشركين في الدنيا والآخرة. والذين آمنوا هم الذين هموا في الدنيا والآخرة.

... ..

0.014

اولیٰ از دین و دین داری

وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا گھر تھا جس کے دروازے پر ایک لکڑی کی تختی تھی جس پر لکھا تھا کہ "ہیروئن"۔

تحریر: محمد امجد علی صاحبزادہ

كنت نبيا و آدم بين الجسد و الروح -

”ہم اس وقت عہد نبوت پر مامور تھے جب کہ آدم بین الجسد و الروح تھے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

كنت اول الانبياء في الخلق و آخرهم في البعث -

ہم باعتبار خلق اول الانبیاء ہیں۔ اور باعتبار بعثت آخر الانبیاء اور تفوق حسن و جمال بہجت و کمال سرور عالم ﷺ میں بھی آیات موجود ہیں جو حضور کی ذات اقدس کو سب سے بلند و بالا بتاتی ہیں۔

چنانچہ وَالضُّحَى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ پر شارح خرپوتی فرماتے ہیں:

حيث استعير الضحى من وجهه عليه السلام والليل من صدغه عليه السلام و كفاك شاهدا حديث انس قال قال عليه السلام ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه و حسن الصوت و كان نبيكم احسنهم وجهها و احسنهم صوتا۔
”الضحیٰ میں لفظ ضحیٰ سے استعارہ اس وجہ منیر کا ہے اور لیل سے استعارہ گیسوئے محبوب کا ہے اس پر حدیث انس رضی اللہ عنہ کافی سند ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر حسین الوجہ اور حسین الصوت اور تمہارے نبی ﷺ سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ یلح الصوت ہیں۔“

الصبح بدا من طلعتہ واللیل دجی من وفرته
فاق الرسل فضلا و علا اهدی السبلا لدلالته
سلک الشجر نطق الحجر شق القمر باشارته

اور اخلاق مرضیہ کی سند میں صریح الدالات آیہ کریمہ شاہد ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلَّ خُلُقٍ عَظِيمٍ (۱) اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے خلق عظیم کا حضور پر حصر فرمایا۔ اور حدیث مؤطا میں احمد و مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

بِعَفْثٍ لَا تَجِدَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

”میں مہوٹ ہی اس لیے کیا گیا کہ بہترین اخلاق کا اتمام فرماؤں۔“

اور اسی وجہ میں عظیم فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیت میں ولیم بدادوہ کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ

ان الانبياء عليهم السلام كانوا موسومين بالاخلاق المرضية لكنه
عليه السلام كان جامعاً لجميع الاخلاق العلية على الاحوال السنية
بحيث لا يتصور فوقه كمال۔

”تمام انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کے ساتھ نوازے گئے اور ہمارے حضور کو اللہ نے
جامع جمیع اخلاق عالیہ فرمایا حتیٰ کہ حضور سے بلند اخلاق ہونے کا کسی طرف تصور بھی نہیں جا
سکتا۔“

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبادت کہاں
حیراں اولیٰ یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہے عبداللہ اور عالم امکان کے شاہ
ہدایت ہے وہ سرالہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ فضائل کمال کا مظاہرہ اور خود حضور سید یوم
الانشور علیہ السلام کا ارشاد کہ لا تفضلونی علیٰ یونس ابن مثنیٰ اور لا تفضلوا بین
الانبياء۔ پھر دونوں مضامین میں تطبیق کیونکر ممکن ہو؟ اس کے جواب میں متعدد
توازیات ہیں:

اول یہ کہ حضور نے یہ اس امر کو منع فرمایا کہ حضور کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی
کی تعظیم و توقیر نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ منع تکفیل حق نبوت میں ہے اور منصب رسالت میں، اس لیے کہ انبیاء
من حيث النبوة ومن حيث الرسالة آتیک ہیں۔ اب رہی فضیلت، اولو المعزی اور
ان کی تہذیب یہ ایک متعدد ہے ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا

بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ۔ (1)

تیسری یہ تاویل بھی ہے کہ حضور نے فضیلت غیر کو منع فرمایا قبل اس کے کہے جانے

انہ سید ولد آدم۔

”بے شک حضور اولاد آدم کے سردار ہیں۔“

چوتھی صورت یہ ہے کہ لا تفضلونی جو حضور نے فرمایا، بطریق تواضع اور تحذیر عن العجب ہے ورنہ یہ امر مسلم ہے کہ حضور کی ذات اقدس تمام علوم میں تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور امور آخرۃ اشراط ساعت احوال سعد و اشقیاء اور علم ماکان و ما یکون (2)۔ سوا حضور کے کسی نبی کو مکمل عطا نہیں ہوئے اور قرآن کریم نے مطلقاً فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

”اے محبوب! جو آپ نہ جانتے تھے ہم نے تمہیں سکھا دیا۔“

اور حضور نے خود فرمایا:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ

”میں علم کا شہر ہوں۔“

نیز تفوق علی اکرم میں حضور کی ذات کو قرآن کریم

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (3) فرما رہا ہے اور حضور نے بھی انا اکرم ولد آدم (4)

فرمایا۔ یہ دوسرا بیت ہے جسے سن کر حضور ﷺ نے تمایل فرما کر اظہار پسندیدگی فرمایا۔

لہذا قاری قصیدہ کو چاہیے کہ یہ شعر مبارک کم از کم تین بار تکرار کرے۔

1۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے سے افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ جسے سب پر کئی درجے بلند کیا۔ ۱۲

2۔ آخرت کے احوال، قیامت کی علامات، خوش بختوں اور بد بختوں کے حالات اور جو ہو چکا اور جو ہوتے والا ہے۔ اس کا علم۔ ۱۲

3۔ بے شک وہ عزت والے رسول ہیں۔ ۱۲

4۔ میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر عزت والا ہوں۔ ۱۲

وَكَلَّمَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُقْسِمًا عَرَفًا مِنَ النَّحْمِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الْبَيْتِ

(2)

میں انہوں نے انہیں کلمہ کیا۔ اور انہوں نے کلمہ کیا۔ صبح و جمع الی الامت۔ اور تمام انہوں
کرام۔ میں رسول اللہ کے رسول تھے۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
میں رسول اللہ کے رسول تھے۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
اللہ صبح الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
رشف۔ اور یعنی یا رشف اللہ صبح الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
دیمہ۔ مقرر ہو سکوں بلا رشف ولا رشف و ہجوم اللہ صبح الی الامت۔
اور ہجوم ہو گا۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

ترجمہ: تمام انہوں نے کلمہ کیا۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
کامیاب ہو گئے۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

شرح

اباب رسول اللہ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

نئی ہے کہ میں نے رسول اللہ کی طرف سے کلمہ کیا۔

اباب رسول اللہ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
تو کلمہ میں جو صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
ہے۔ اور میں رسول اللہ سے کلمہ کیا۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
اگر چہ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔
رسول اللہ سے کلمہ کیا۔ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

اور صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

کلمہ ذکر لفظ رسول اللہ صبح و جمع الی الامت۔ صبح و جمع الی الامت۔

اللہ علیہ وسلم دون غیرہ۔

”جب لفظ رسول اللہ اس امت مرحومہ کی کتابوں میں ذکر ہو تو اس سے مراد ہمارے حضور ﷺ ہی ہیں اور دوسرے رسول مراد نہیں ہو سکتے۔“

ملتئم میں جو لفظ مشتق بہ التماس استعمال کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شے کے لیے سوال۔ امر التماس میں تین لفظ مستعمل ہیں:

اگر اپنے سے نیچے درجے والے سے کچھ مانگا جائے، تو اسے امر کہتے ہیں۔

اور اگر اعلیٰ سے ادنیٰ طلب کرے تو سوال کہتے ہیں۔

اور اگر طلب مساوی من المساوی ہو تو التماس کہیں گے۔

یہاں ناظم فائز رحمۃ اللہ علیہ نے ملتئم بوجہ رعایت ادب انبیاء علیہم السلام کہا۔ اگرچہ مراتب علیا سے دوسرے انبیاء کو مساوات حاصل نہیں مگر نبی ہونے کی وجہ سے ان کا پاس ادب بھی لازمی تھا۔

غرفا من البحر او رشفاً من الدیم میں غرف بفتح غین و سکون راء سے مراد اخذ الماء بالید ملی الکف ہے۔ یعنی ہاتھ سے پانی چلو بھر کر لینے کو غرف کہتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کیا گیا کہ بحر خلق محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انبیاء کرام نے چلو بھر حاصل کیا۔ او رشفاً رشف عربی میں اخذ الماء بالفہم کو کہتے ہیں، یعنی پانی منہ سے لینا جے جرعه یا گھونٹ کہا جاتا ہے۔

اور دیم جمع دیمہ کی ہے جو اس بارش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو بارش بغیر بجلی اور گرج کے ہو۔ اور ایسی بارش کم از کم تین روز رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن برتی ہے۔ اس کی اصل دومہ ہے دوام سے مشتق ہے۔

اور غرف دریا کے ساتھ اور رشف بارش کے ساتھ اس مناسبت کے لحاظ سے استعمال فرمایا کہ سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ اس سے غسل، وضو، طہارت کی جاتی ہے تو دریا (سمندر) کے ساتھ چلو فرمایا۔ اور بارش کا پانی چونکہ شفاف اور شیریں ہوتا ہے اس پر رشف

استعمال کیا۔ تو حاصل معنی یہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کرام اور ہر ایک ان کا طالب ہے اور انہیں کے بحر علم سے سب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ علم مصطفیٰ علیہ السلام کی وسعت نعمت میں مثل دریا کے ہے۔ اور کریم و مطہر محمد رسول اللہ ﷺ مثل موسیٰ دھار بارش کے۔ اور حضور چونکہ مفیض ہیں اور انبیاء مستفیض۔ جیسا کہ ثابت ہے۔ کہ اول اللہ تعالیٰ نے روح مطہر محمد رسول اللہ ﷺ تخلیق فرما کر تمام علوم انبیاء و مرسلین اور علم مآکان و مایکون اسے عطا فرمایا۔ پھر انبیاء کو پیدا کیا۔ تو انہوں نے اپنے اپنے حصے اس بحر غفار سے حاصل کیے۔ اور حدیث جابر سے بھی ثابت ہے:

اول ما خلق الله نور نبيك محمد صلى الله عليه وسلم۔ اور انا من نور الله والخلق كلهم من نوري، والمراد انه تعالى لما خلق نور محمد قبل الاشياء خلق اللوح والقلم والسموات والارضين والعرش والكرسي والملائكة والجنة والنار و ارواح الانبياء والمؤمنين ونور قلوبهم ونور انفسهم من نوره عليه السلام فعلم الاشياء كان كنقطة بالسبب الى ما في اللوح والروح والقلم مخلوقان من نوره عليه السلام فيكون علمهم نقطة من علمه عليه السلام كما لا يخفى۔

خلاصہ یہ ہے: کہ اہل قلم آسمان و زمین، عرش و کرسی، ملائکہ، جنت و دوزخ، ارواح انبیاء و مؤمنین یہ سب حضہ کے نور سے مخلوق اور ان کے علوم، علم مصطفیٰ ﷺ کا ایک نقطہ ہیں۔ یہ بیت ثالث ہے، جس پر حضہ ربیعیہ نے تمایل فرمایا۔ لہذا یہ بیت بھی قرآنی تفسیر و کو تین بار دہرانا چاہیے۔

نبیوں میں نبی ایسے کہ فہم الانبیاء علیہم السلام

حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا علیہم السلام

شفیع، مطاع، نبی کریم، قسیم، جسیم، نسیم و سیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكْمِ

حل لغات: وواقفون۔ واؤ عاطفہ۔ واقفون خبر بعد خبر للمبتدأ۔ از واقف۔
بمعنی مطلع، اور تمام انبیاء جانتے ہیں۔ لدیہ۔ بمعنی عند، دربار رسالت کے نزدیک،
عند، قرب، حدہم۔ اپنی حدود منصب کا۔ من نقطۃ العلم۔ النقطۃ مالا یقبل
القسمۃ اصلاً ای لا فرضاً ولا عقلاً ولا وهماً۔ کہ وہ نقطہ ہیں علم مصطفیٰ کا۔
او شکلة۔ والشکلة من شکلت الكتاب ای قیدتہ بالاعراب۔ بالاعراب ہیں۔
الحکم۔ حکمت (محمد ﷺ) کے۔

ترجمہ: تمام انبیاء دربار رسالت میں اپنے منصب کو جانتے ہیں اور اپنے حدود منصب پر
حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق۔

شرح: خلاصہ مفہوم شعر یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام دربار رسالت مآب ﷺ کی
کتاب علم کے نقطہ ہیں یا آپ کی حکمتوں کے دفتر کے اعراب یعنی زیرِ بر ہیں۔ حاصل یہ کہ
جو علم اور حکمتیں حضور کو عطا ہوئی ہیں وہ اتنی وسیع ہیں کہ علم و حکم انبیاء کو ان سے وہی نسبت ہے
جو نقطہ اور اعراب کو کتاب سے نسبت ہوتی ہے اور چونکہ انبیاء کرام کے درجات مختلف ہیں۔
اس وجہ سے اسے عطف کر کے فرق مراتب دکھانے کو کہا کہ بعض مثل نقطہ کے ہیں جو قابل
انقسام نہیں ہوتا اور بعض مثل اعراب کے ہیں جو نقطہ کے مجموعہ سے بصورت خط ظاہر ہوتے
ہیں اور قابل انقسام ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور ﷺ کی وسعت علم تمام انبیاء پر فائق اور
حضور ﷺ کا منصب جلیل جملہ مرسلین سے بلند ہے۔

اب مفصل تشریح عرض ہے:

واقفون کے معنی مطلعون بھی ہیں اور وقف سے اگر لیے جائیں تو کھڑے ہونے
کے بھی معنی بنتے ہیں۔ اور لدیہ، لدی سے ہے۔ جس کے معنی عند کے ہیں اور ہ جو ضمیر
ہے وہ حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔ اور لغت میں لدی کی آٹھ صورتیں ہیں:

(۱) لدی بالف مقصورہ۔

(۲) لدن بفتح لام وضم دال وسکون نون، لدُن۔

(۳) لدن بفتح لام وسکون دال وکسر نون، لدَن۔

(۴) لدن بفتح لام والدال وسکون نون، لدُن۔

(۵) لدن بضم لام وسکون دال وکسر نون، لدُن۔

(۶) لد بفتح لام وسکون دال، لَد۔

(۷) لد بضم لام وسکون دال، لَد۔

(۸) لد بفتح لام وضم دال، لَد۔

ان تمام لفظوں کا ترجمہ عند معنی نزدیک کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ لدی کا ترجمہ مخصوص طور پر نزدیک کا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے بقیہ الفاظ کا اگرچہ ترجمہ، عند، ہی ان کا بھی ہے۔ مگر ان میں نزدیکی اور قرب شرط نہیں۔ مثلاً ”المال عند زید“ کہہ کر دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں، خواہ وہ مال زید کے پاس ہو خواہ اس کے خزانہ میں ہو۔ لیکن جب المال لدی زید، کہا جائے گا۔ تو اس سے اس مال کو زید کے غایت درجہ قرب میں سمجھا جائے گا۔

اور حد بفتح ما، چھ معانی دیتا ہے۔ اول بمعنی مرتبہ، دوم بمعنی غایت و نہایت، سوم بمعنی عاجز و مانع بین الشیخین۔ چہارم بمعنی تشہید السیف، پنجم بمعنی عقوبت مقدرہ جس کو قائم کرنا امام کے اختیار میں ہو۔ ششم بمعنی تعریف جو ذاتیات پر مشتمل ہو۔ اور بیت مذکور میں حد کے معنی مراد کے ہیں۔

من نقطة العلم من بیانیہ ہے اور واقفون کا مفعول ثانی۔ اس سے حاصل معنی بیت مباہک کے یہ ہوئے کہ انبیاء کرام مطلع ہیں حضور سید الانبیاء ﷺ میں اپنے مراتب پر، اور وہ واقفیت نقطہ علم یا شکل حکمت کے مطابق ہے۔

یعنی علم مصطفیٰ ﷺ علم الہی کے مقابلہ میں مثل نقطہ ہے اور حکمت الہیہ کے مقابلہ میں ایک شکل ہے اور علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس نقطہ اور اس شکل حکمت کا ایک ادنیٰ

جز ہے۔

اور یہ اطلاع لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ مجلس الہیہ میں حضور ﷺ کو حضوری حاصل ہوئی۔ اس وقت حضور ﷺ نے تمام انبیاء کے علوم و حکمت کا مطالعہ فرما کر اپنے علم و حکمت کا علم الہی کے مقابلہ میں اندازہ فرمایا۔ یا یہ اطلاع لواءِ حمد کے نیچے قیامت کے دن واضح ہو۔ جیسا کہ روایت ہے کہ تمام انبیاء کرام لواءِ حمد کے نیچے جمع ہوں۔ اور یہ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ایک جلوہ ہے اور وہاں ہر نبی اپنے مرتبہ کے موافق کھڑا ہو، یا یہ منصب خلقِ ارواح قبل الاجساد کے وقت حضور ﷺ کو عطا ہوا۔ اسی بناء پر شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خص الله تعالى به عليه السلام الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين ومصالح امته وما كان في الامم وما سيكون في امته من النقيير والقطمير وعلى جميع فنون المعارف كاحوال القلب والفرائض والعبادة والحساب وقد وردت آثار۔

وفی حدیث یروی عن معاویۃ رضی اللہ عنہ کان یکتب بین یدیه صلی اللہ علیہ وسلم فقال له الق الدواة وصرف القلم ورقم الباء وفرق السین ولا تحور المیم وحسن اللہ ومد الرحمن و جود الرحیم مع انه صلی اللہ علیہ وسلم لم یکتب ولم یقرأ من کتاب الاولین قطعا کما قال تعالیٰ وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُّهُ بِيَمِينِكَ۔

”خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس اطلاع مصالح دنیا و دین سے متمتع تھی اور آپ ﷺ کو امت کے حالات اور جو کچھ کر رہے ہیں اور کریں گے سب پر عبور تھا اور تمام فنون کا علم حضور ﷺ کو حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے رسم خط کی تعلیم دی اور فرمایا: میم اس طرح لکھو، ب ایسے لکھو۔ س یوں لکھو وغیرہ وغیرہ۔“

خبر آگے جوں ہیں اب بے لطفاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانیں نہ میں زبان نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں
فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
تَمَّ اصْطِفَاؤُهُ حَبِيبًا بَارِئًا النَّسَمِ

(۴)

مل لغات: فہو الذی۔ الفاء للتیجۃ وهو بسکون الہاء، راجع الی سینا۔ پس
نمارے ہی وہ ہیں۔ تم۔ یعنی کمال، کہ کمال ہو گیا۔ معناه۔ اسم مکان و معنی الرجل
کمالہ، ان کا کمال ظاہری۔ وصورۃ۔ کمالہ الباطنی اور کمال باطنی۔ تم۔
اما علی اصلہا اعنی للتمتواخی الزمانی۔ پھر۔ اصطفاؤہ۔ انتخاب کیا ان کا۔ حبیباً۔
محبوبیت کے لیے۔ بارئاً۔ پیدا کرنے والے۔ النسَم۔ ارواح عالم نے۔

ترجمہ: پس آپ ہی کی ذات مقدس ہے جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی ترقیوں میں مکمل
ہے اور جن کو محبوبیت کے لیے چنا خالق ارواح نے۔

شرح: خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور ﷺ خالق وخلق میں سب
سے افضل، اشرف، اجمل، اکمل ہیں اور جمیع کمالات ظاہری و باطنی کے جامع، تو یہ امر بھی
واضح ہو گیا کہ آپ فضائل ظاہری و باطنی میں بھی مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور سب
میں بڑی رفعت منصب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خالق جمیع ارواح ہے آپ ﷺ کو اپنا
حبیب بنایا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل واصطفی من ولد اسماعيل
بنی کنانہ واصطفی من بنی کنانہ قریشا واصطفی من قریش بنی ہاشم
واصطفانی من بنی ہاشم۔ (۱)

۱۔ فضائل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خاص کیا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے
اصطفیٰ کیا۔

خود حسن و جمال بے نہایت داری ہم جود و کرم بحد غایت داری
مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

مَنْزَرَةٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهِ

۴۲

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

حل لغات: منزہ۔ از تنزیہ، بمعنی تبرئہ والتبعیہ اسم مفعول خبر مبتدا محذوف، پاکیزہ
ہیں۔ عن شریک۔ بروزن فعلیل، نکرہ بمعنی معادل، اپنے ہمسرے۔ فی محاسنہ۔
جمع حسن، حسن ظاہری و باطنی میں۔ فجوہر الحسن۔ الفاء للنتیجۃ، جوہر
معرب از گوہر وعند البعض من الجہر، بمعنی الحجر المستخرج
کالیاقوۃ والزبرجد و الزمرد و فی هذا المقام من الجوہر جوہر الحکمۃ
یعنی مادۃ و اصل الحسن۔ فیہ۔ جو حضور ﷺ میں ہے۔ غیر منقسم۔ غیر تقسیم
شدہ ہے۔

ترجمہ: وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ ﷺ کا جوہر
حسن آپ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں۔

شرح: یعنی ذات اقدس محمد ﷺ اس سے منزہ ہے کہ آپ کی خوبیوں میں بالذات کوئی
آپ کا شریک و نظیر ہو۔ بلکہ تمام محاسن میں آپ مستقل ہیں۔ اور دیگر انبیاء میں جتنی خوبیاں
اور محاسن ہیں وہ آپ کی خوبیوں کے ظل ہیں کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ یہ اشارہ
ہے اس حدیث کی طرف جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے حضور ﷺ
سے عرض کی کہ اول مخلوق کون ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

”اے جابر! سب سے اول اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کا نور پیدا فرمایا۔“

اور پھر اس نور کو پھیلا کر اس سے لوح و قلم، عرش و کرسی، ملک و ملکوت اور تمام عالم و آدم

پیدا کیے۔

اور لفظ جوہر میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ حقیقت حسن عدم الظسام میں مثل جوہر فرد کے ہے اور غیر منقسم اس لیے کہا کہ حقیقت حسن مصطفیٰ علیہ السلام والثناء کے حصص و اجزا نہیں کیے گئے۔ بلکہ وہ تمام و کمال اولاً آپ ہی کی ذات شریف پر منحصر رہے۔ اور تمام عالم میں جو کچھ ہے وہ آپ کا پر تو اور ظل ہے۔

لب لعل و عطر و رخ زینا داری حسن یوسف دم صلیٰ ید بیضا داری
شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنها داری

تحقیق جوہر

حکما کے نزدیک جوہر پانچ ہیں: اول بیولی، دوم صورت، سوم جسم، چہارم عقل، پنجم نفس۔

متکلمین کے نزدیک جوہر دو ہیں:

اول جوہر فرد جو لایسجزی ہوتا ہے۔ دوم نفس۔

اس بیت میں تاظم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد جوہر سے جوہر متکلمین ہے۔ یعنی اصل حسن اور مادہ۔
خدا بر جوہر فرد است دلیل تقسیم گرہ باز پچہ شوم مجرم ارباب کلام
مرتباً بقدم ہے تن سلطان زمین پھول لب پھول دین پھول بدن پھول ذقن پھول
دل بستہ و خون گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت کیوں فنجہ کہوں ہے میرے آقا کا دین پھول

ذَعُ مَا ادْعُهُ النَّصَارَىٰ فِي نَبِيِّهِمْ

وَاحْكُم بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْكُم

حل لغات: دع، ازود دع یدع، بمعنی اترک، چھوڑ۔ ما۔ موصولہ، اس کو جو کچھ۔
ادعہ۔ ماضی مؤنث، ازادعاء دعویٰ کیا۔ النصاری۔ نصاریٰ نے۔ فی نبیہم۔ اپنے نبی
کی شان میں۔ واحکم۔ امر، ای احکم علیہ واعمل ما اردتہ من المدح۔ اور
حکم کا۔ بما شئت۔ جو کچھ تو چاہے۔ مدحافید۔ ان کی مدح و نعت میں۔ واحکم۔ از
احکم بمعنی فیصل، اور فیصلہ کرنا، رقیقین۔

ترجمہ: وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کہی کہ ابن اللہ بنا ڈالا۔ اور اس کے سوا جو کچھ نعت میں کہنا چاہے حکم لگا کر اور فیصلہ کر کے کہہ۔

شرح: نصاریٰ جمع نصران کی ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا۔ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ (۱) اس اعتبار سے نصرانی کہلائے یا اس وجہ سے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک قریہ میں گئے تھے جس کا نام نصران یا ناصرہ تھا تو یاء نسبت لگا کر نصرانی نام ہو گیا۔ اور فی نبہم سے مراد عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ السلام ہے۔ اور ”مما ادعته النصاری“ سے مراد وہ اعتقادات باطلہ کا سدہ فاسدہ ہیں جو نصاریٰ میں رائج ہیں۔ یعنی تولید و حلول و اتحاد۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں تفرقہ ہوا۔ اور فرقے بننے بننے بہتر تک پہنچ گئے۔

ان میں سے بڑے تین فرقے ہیں: (۱) ملکانیہ، (۲) نسطوریہ (۳) یعقوبیہ۔

ملکانیہ ان دو بادشاہوں کی جماعت کا نام ہے جو عظماء روم میں سے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح میں لاہوت و ناسوت جمع ہو گئے ہیں اور کلمۃ اللہ جس مسیح سے پیدا ہوا۔ اس بناء پر معاذ اللہ مسیح قدیم ازلی ہیں اور مریم سے اللہ ازلی پیدا ہوا۔ اور لفظ ابوت اور ربوبیت اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کی سند انجیل سے لیتے تھے کہ انجیل میں مسیح کی تعریف میں ہے: انک انت الابن الوحيد آیا ہے۔ ”یعنی تو بے شک یکتا بیٹا ہے“۔ حالانکہ یہاں ابن سے مراد مقرب اور معزز عبد سے تھی۔

اور نسطوریہ، نسطور حکیم کے تبعین کی جماعت کا نام ہے۔ یہ عہد مامون میں ظاہر ہوئے۔ اور انہوں نے انجیل میں تصرف کر کے بہت کچھ تحریفات کیں، اور اپنا عقیدہ اس طرح ظاہر کیا:

ان الله تعالى واحد ذواقنیم ثلاثة الوجود والعلم والحياة وهذه
الاقانیم لیست براندة علی الذات وحلت هذه الصفات فی بدن عیسی
علیه السلام ولذا یحیی الموتی ویبرئ الاکمه والابرص۔

”مستور حکیم نے جب کمالات مسجہ دیکھے تو اس نے کہا: یسعی میں خدا کا وجود معلول کیسے ہوئے ہے۔ وہ جو اہم حیات ان تینوں صفتوں کے ساتھ خدا مسجہ میں ملول کر چکا ہے۔ اس وجہ میں یسعی علیہ السلام احیاء موتی اور ابرامہ اکہ و ابرس کرتے ہیں۔“

یہ توجہ یہ ایک شخص یعقوب نامی تھا۔ اس کی جماعت کے قہعین ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کلہ منقلب بہ لحیم ہو کر دم ہو اور وہ خدا بن گیا اور اس خدا کا نام مسجہ ہوا۔ اور وہ مسجہ ظاہر بجمہد غضری ہو گیا۔

تو عالم فاجہم فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور کے معجزات و کمالات مرتبہ مسجہ سے کہیں زیادہ دیکھ کر تم بہک نہ جانا۔ بلکہ نصاریٰ کے عقیدوں کو چھوڑ کر و احکم بمباششت مدحا۔ جو چاہو مدح و نعت کرنا اور اس پر مجاہدہ کر کے قطعی فیصلہ کر لینا۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ صفاتہ علیہ السلام حادثہ و صفاۃ اللہ قدیمہ۔ ہمارے حضور کے تمام اوصاف حادث، جائز الفناء ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمكن النشاء کما کان حقد بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (1)

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ

وَانْسُبْ اِلٰی قُدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

حل لغات: فالنسب۔ امر، پس نسبت کر۔ الی ذات۔ اس ذات والا کی طرف۔
ما شئت۔ جتنا تو چاہے۔ من شرف۔ تنوینہ للتعظیم و شرف سے۔ و انسب۔
اور نسبت کر۔ الی قدرہ۔ ان کے مرتبہ کی طرف۔ ما شئت۔ جتنا تو چاہے۔ من عظم۔
تقویتوں سے۔

ترجمہ: پس نسبت کر اس ذات والا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جتنا تو چاہے، تعظیم و شرف

۱۔ اس میں، مثل دانتے ذات نام مشائخ کے ہر دانا آپ کے پیروانوں سے چاند مان ہوا ہے آپ کی
مقام پر ہوتی ہے کہ وہ ان کے لئے شرف و عظم ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی سب سے بڑی مقامی ہیں۔
(تفسیر مزہابی میں نہ کوہ انوار و نور ہیں)

سے، اور نسبت کر اس کے مرتبہ کی طرف جتنا تو چاہے عظمتوں سے۔

شرح: بات واضح اور روشن دلالت ہے کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ باعث تخلیق عالم اور سب تکوین آدم آپ کی ذات مقدس ہے۔ اور جس قدر کمالات، انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوئے وہ سب اس آفتاب فیوض و برکات کے پر تو اور اس بحرنا پیداکنار کا ایک چلو اور اس نیاں رحمت (بارش) کا ایک قطرہ ہیں۔ اور باوجود اس کے تجھے ان کی صفات جمیلہ پر عبور تام اور علم تمام حاصل نہیں۔ تو جتنا تو سمجھ چکا ہے اس اعتبار سے ان کے شرف عظیم اور کرم کثیر اور جمال خلق اور تناسب اعضاء اور کرم بد اطیب عرق ذکاء، لب صفاء جنان بلاغت کلام فصاحت لسان اور تمام کمالات انسانیہ کے ماتحت جو کچھ چاہے بیان کر اور سمجھ لے کہ وہ ہستی مقدس منبع الاحسان اور مبدع الرحمن ہے۔

اور مصرع ثانی میں عظم جو فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرف منتسب الی الذات ہوتا ہے۔ اور عظمت منتسب الی الصفات ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ہر قل کو جب نامہ عالی روانہ کیا۔ تو اس میں تحریر فرمایا: من محمد رسول اللہ الی ہر قل عظیم ملک الروم تو لفظ عظیم مکتوب عالی میں بالنسبت الی المرتبت لکھا گیا۔ کہ بالنسبت الی الذات، تو بماشئت من عظم میں علو قدر و منزلت و مرتبت جمال طور اور صفات نور اور عظمت معجزات اور خصوصیت فی المعراج اور امامت الی الانبیاء اور دنو الی جناب العلیٰ اور تفضیل روز قیامت باللہ اور امتیاز بالوسیلہ اور شفاعت کبریٰ مراد ہے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے	باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
گلزار قدس کا گل رنگین ادا کہوں	درمان درد بلیل شیدا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں	اے جان جان میں جان تجلا کہوں تجھے
بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں	بے خار گلبن چمن آراء کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا

یعنی شفیع روز جزا کہوں تجھے

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَيُعْرَبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَهْمٍ

ۛۛ

حل لغات: فان۔ فاللتعلیل، پس تحقیق۔ فضل۔ فضائل، رسول اللہ، رسول اللہ کے۔ لیس لہ۔ نہیں ہے واسطے ان کے۔ حد۔ بمعنی غایت و نہایت، کوئی حد۔ فیعرب۔ مضارع از اعرب۔ بصاحت ظاہر کرنا، جو بالفاظ فصیح ظاہر ہو۔ عنہ۔ ان سے۔ ناطق۔ بولنے والے۔ بفہم۔ اپنے منہ سے۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو بالفاظ فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔

شرح: فرماتے ہیں کہ میں نے جو پہلے بیت میں کہا تھا کہ دع ما اذعته النصاری۔ نصاریٰ نے جو نعت کی اسے چھوڑ کر جو کچھ تو چاہتا ہے، حضور ﷺ کی مدحت میں کہہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات شریف کی طرف جو خوبیاں اور فضائل تو منسوب کرے گا، وہ مرتبہ رسالت سے ادنیٰ ہی ہوں گے۔ اس لیے کہ اس رسالت پناہ ﷺ کے مناصب کی کچھ حد اور نہایت نہیں کہ کوئی فصیح اللسان، بلیغ البیان اپنی زبان ناطق سے واضح کر سکے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَضَمَّ إِلَاهَ اسْمًا بِاسْمِ نَبِيٍّ إِذْ قَالَ فِي الْخُمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَهُ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدُ
کسی عاشق نے خوب کہا ہے کہ میں حضور ﷺ کی منقبت اپنے مقالہ میں نہیں کرتا۔ بلکہ

ﷺ کے نام کی برکت سے اپنے مقالہ کو مقبول بنا رہا ہوں، حیث قال:

مَا أَنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي لَكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

کہاں طاقت بشر کو مدح مصطفیٰ ٹھہرے

مدح ذات پاک احمد کی جب خود خدا ٹھہرے

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَمًا

أَحْيَى اسْمُهُ حِينَ يُدْعَى دَارِسَ الرِّمَمِ

حل لغات: لو۔ شرطیہ۔ اگر۔ ناسب۔ ماضی مؤنث، از مناسبت، مطابق ہونا، مطابق ہوتے۔ قدر۔ منزلت کے برابر۔ آیاتہ۔ ان کے معجزات۔ عظمًا۔ عظمت میں۔ احی۔ ماضی، از احیاء، زندہ کرنا، زندہ کر دیتا۔ اسمہ۔ ان کا نام پاک۔ حین۔ جب کہ۔ يدعى۔ پکارا جاتا۔ دارس۔ اسم فاعل از دروس، ناپدید و بے نشان ہونا، مٹے ہوئے۔ الرمم۔ جمع رمتہ، استخوان بوسیدہ، بوسیدہ ہڈیوں کو۔

ترجمہ: اگر تو ہمارے حضور کی قدر و منزلت کو برابر ان کے معجزات عظیمہ کے دیکھتا تو زندہ کر دیتا ان کا نام پاک جب کہ پکارا جاتا بے نشان اور بوسیدہ ہڈیوں کو۔

شرح: یعنی اگر حضور سید یوم النشور ﷺ کے معجزات کا ظہور آپ ﷺ کے مرتبہ اور عز و شرف کے مطابق ہوتا تو جب اور جس وقت حضور ﷺ کا اسم شریف لیا جاتا، استخوانہائے بوسیدہ کو وہ نام پاک زندہ کر دیتا، بعض نے یوں شرح کی: کہ آیات سے مراد اسماء مبارک سرور عالم ﷺ ہیں۔ گویا ناظم فہم فرماتے ہیں: کہ اگر حضور ﷺ کی عز و منزلت اسماء مبارک کے مشابہ ہوتی تو جیسے مسکمی یعنی ذات بابرکات سے احیاء اموات کا معجزہ ظہور میں آیا۔ ایسا ہی اسم مبارک سے مردہ تو کیا سڑی اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان آ جانی چاہیے تھی۔ اس پر علامہ خرپوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن فهم هذا البيت ان مراد الناظم ان احياء الموتى لم يعط له عليه الصلوة والسلام اصلاً فقال معترضاً على الناظم ان هذا البيت مخالف لما سيأتى "وكل اى اتى الرسل الكرام بها". اذ يفهم منه ان احياء الموتى اعطى اليه عليه السلام اذ كان ذالك معجزة عيسى عليه السلام وهذه المعجزة اتصلت الى عيسى عليه السلام من نور نبينا عليه السلام انتهى فقد خبط خبط عشواء وركب متن عمياء اذ ليس مراد الناظم انه لم يعط له

علیہ السلام ہذا المعجزة اصلا بل مراده ان تلك المعجزة لم تعط له علیہ السلام بعد وفاته الى يوم القيامة والا فهو علیہ السلام جامع لجميع معجزات النبی ظهرت فی ابدی سائر الانبیاء مع معجزات خاصة به علیہ الصلوة والسلام ان كنت فی ریب مما ذكرنا فانظر ما ذكر فی دلائل النبوة۔

یعنی جو اس بیت کے معنی یہ سمجھا کہ معجزہ احیاء موتی حضور ﷺ کو عطا نہیں کیا گیا۔ وہ اس بیت پر بھی اعتراض کرے گا جو آگے آ رہا ہے: وکل آی اتی الرسل الکوام بها۔ اور کہے گا: کہ پہلے تو معجزہ احیاء کا عالم انکار کر گئے اور یہاں فرماتے ہیں، کہ ہر معجزہ جو انبیاء قوم پر پیش کر گئے، وہ سب ہمارے حضور ﷺ کا صدقہ تھے، اور حقیقت یہ ہے، کہ معجزہ احیاء موتی معجزہ ہی حضور ﷺ کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ ہمارے حضور ﷺ کے نور مبارک کے پر تو سے ملا۔ اور وہ شخص جو اس بیت کے معنی وہ سمجھا جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ وہ بخبوط الخواص اور آنکھوں کا اندھا ہے۔ عالم فاقہم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس شعر میں ہرگز یہ نہیں کہ حضور ﷺ کو معجزہ احیاء موتی نہیں عطا ہوا۔ بلکہ مقصود اس امر کا اظہار کرنا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ بعد وفات حضور ﷺ کو قیامت تک کے لیے نہیں دیا۔ اگر دیا جاتا تو نام پاک بھی مردہ زندہ کر دیتا۔ ورنہ وہ ہستی پاک تو جامع جمیع کمالات و معجزات ہے بلکہ تمام معجزات اور کمالات انبیاء حضور ﷺ کے کمالات کا پر تو ہیں۔ اور اگر تجھے اب بھی شک ہے۔ تو دلائل النبیات میں جو معجزات منقول ہیں، انہیں دیکھ۔

چنانچہ نقل فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ایک جوان مر گیا جو انصاری تھا۔ اور اس کے اطراف بھی باندھ دیے گئے کہ اس کی ماں ضعیف تا مینا آئیں اور انہیں ان کے اس جوان بیٹے کی موت کی خبر دی تو انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اللهم ان كنت تعلم انی هاجرت الیک والی نیک رجاء ان تغثنی فی کل شدة فلا تحمل علی هذه المصیبة بحرمة نیک۔

اے اے میری طرف اور تیرے حبیب ﷺ کی طرف اس

امید پر ہجرت کی تھی کہ تو ہر بلا و مصیبت میں میری مدد فرمائے گا تو یہ مصیبت مجھ پر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ میں نہ ڈال۔“

اس دعا کے بعد اس کا مردہ بیٹا زندہ تھا، اس کا منہ کھولا، وہ کھڑا ہوا اور حاضرین کے ساتھ اس نے کھانا کھایا۔

اور ایسا ہی دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور بکری ذبح کی تو آپ کے بڑے صاحبزادے نے چھوٹے صاحبزادے سے پوچھا: ہمارے ابا جان نے بکری کس طرح ذبح کی تھی تو چھوٹے صاحب نے کہا: آؤ میں بتاؤں۔ بڑے بھائی آگے بڑھے۔ انہوں نے انہیں لٹایا اور ہاتھ پیر باندھ کر چھری اٹھائی اور ذبح کر دیا اور سر لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچے ماں رونے لگیں تو انہیں خوف آیا اور سمجھے کہ یہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ خوف زدہ بھاگے اور چھت پر چڑھ گئے اور ماں پیچھے پیچھے چھت پر پہنچی، تو انہوں نے خوف کے مارے چھلانگ لگائی اور زمین پر آ کر جان دے دی۔ والدہ نے یہ واقعہ فاجعہ دیکھ کر سوچا کہ ادھر حضور ﷺ کی دعوت ہے ادھر یہ معاملہ ہے۔ خیال آیا کہ حضور ﷺ کی دعوت کے مقابلہ میں یہ واقعہ کچھ نہیں۔ جبر اور صبر کر کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معاملہ مخفی رکھا، اور دونوں کو چار پائی پر لٹا دیا اور کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے اور دسترخوان پر کھانا چین دیا گیا۔ تو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ کا حکم ہے کہ آپ ﷺ یہ کھانا جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادوں کی معیت میں تناول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرمایا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھر میں آئے اور بیوی سے کہا۔ بیوی نے کہا: وہ دونوں اس وقت موجود نہیں ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر یہی عرض کیا تو حضور ﷺ نے پھر تاکید فرمائی کہ انہیں تلاش کر کے لایا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیوی سے حضور ﷺ کا اصرار ظاہر کیا تو آپ مضطربانہ اٹھیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دونوں لاشیں دکھا دیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے خدمت والا میں حاضر ہوئے اور اصل

سال عرض کیا۔ حضور ﷺ ابھی خاموش ہی تھے کہ جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کی:

ان الله تعالى بامرک ان تدعو لهما ویقول منک الدعاء ومنا
الاجابة۔

”یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب! ان دونوں کے حق میں دعا
فرمائیں۔ آپ کی طرف سے دعا ہے اور ہماری طرف سے اس کی قبولیت۔“

پہنچے حضور ﷺ نے ان کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے علی الغور
انہیں زندہ کر دیا۔ وہ اٹھے اور حضور ﷺ کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اور مثل اس
کے بہت سے واقعات ہیں۔

فرمائیں۔ آپ کی طرف سے دعا ہے اور ہمارے
پہنچے حضور ﷺ نے ان کے زندہ ہو۔
انہیں زندہ کر دیا۔ وہ اٹھے اور حضور ﷺ کے
کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضور ﷺ کو معجزہ احیاء موتی بعد وفات
نام پاک کی برکت سے جب چاہتے مردہ زندہ کر
اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ معجزہ بعد وفات
بالشہادہ ہو جاتا۔ اور امت مرحومہ کی تعریف ایم
قرآن کریم میں وارد ہے۔ اور الایمان بالغیب
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معجزہ قیامت تک کے لیے
چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں بہت سی
جس مردہ کو نہ حضرت عیسیٰ جلا سکیں

عطا کیوں نہ فرمایا۔ تاکہ حضور ﷺ کے
لیتے۔

ت بھی ظہور میں آتا رہتا تو ایمان مومنین
ان بالغیب پر آئی ہے۔ یَوْمُئِذٍ بِالْغَيْبِ
ب اولیٰ من الایمان بالمشاہدہ مسلم
فات کے بعد سے مخفی رکھا گیا۔ واللہ الحمد۔
دکھا دیجے آنکھوں سے شق القمر کو
لے آؤ اس کو میرے پیبر کے سامنے

عَمَّا الْعُقُولُ بِهِ

لَمْ يَمْتَحِنَا بِمَا

لَمْ يَظْهَرْ كَمَالُ حُسْنِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْأَلَمَّا اطَّاقَتْ أَعْيُنُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ النَّظَرَ إِلَيْهِ۔

”حضور ﷺ کا کمال حسن ظاہر ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام میں یہ تاب نہ تھی کہ حضور ﷺ کی طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکتے۔“

رہے عشق میں ہم تو گھر کے نہ در کے
جئے بھی اگر ہم تو سو بار مر کے
تصور میں بھی سامنے تجھ کو کر کے
کبھی دیکھ سکتا نہیں آنکھ بھر کے
ترا رعب اتنا ہے کہتا ہوں ڈر کے
ادھر بھی نظر ہو میں صدقے نظر کے
شعراء نے قصائد و مدائح لکھے۔ لیکن ابی تمام اور بختری، ابن رومی وغیرہ و غیرہ فصحاء
نعت خوانی میں اپنا عجز ہی ظاہر کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے خوب کہا:

وہ کمال حسن حضور ہے، کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقرر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں، وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں

کوئی کہہ دو یاس و امید سے، وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں، ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں

بنے صبح تابش مہر سے، رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب

نہیں ان کی ملک میں آسمان، کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بَعْدِ

صَغِيرَةً وَتُكِلُ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمٍ

۴۹

حل لغات: کالشمس: وہ ہستی مقدس مثل سورج کے ہے۔ تظہر: ظاہر ہوتا ہے۔

اغی الوریٰ فہم مغناہ فلیس یری للقرب والتعد بنہ غیر منفعہ

(۱۵)

عل لغات ناہی، از اعیان البحر، مادہ کرنا، عاجز کرنا۔ الوریٰ۔ بمعنی فلق الف لام
استقرآی تمام مخلوقات کی۔ فہم۔ فہم اور سمجھو۔ مغناہ۔ کمال خالص، اس کی ذات کے کمال
تہ۔ فلیس۔ از لا الیس، اسمہ للموجود یعنی لا موجود ہا لا وجود، جس نہیں
ہے کوئی موجود۔ یری۔ مضارع یر، من الوریٰ عام از ذات قلب و رویت چشم۔ جو
دیکھا جائے۔ للموجود حضور رب العالم کے قریب۔ والتعد۔ اور حضور رب العالم سے دور۔
مغناہ ان سے۔ غیر منفعہ۔ از انعام، انیس من کر عاجز آجا یا لا جواب ہو جانا جو عاجز
آ گیا ہو۔

ترجمہ: مخلوقات حضور رب العالم کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہو گئی۔ اور حضور رب العالم کے نزدیک
و اعینہ کوئی ایسا نہیں، جو حضور رب العالم کے آگے عاجز اور لا جواب نہ ہو گیا۔

شرح: حضور رب العالم کے کمالات ظاہری و باطنی اور حقیقت محمدی کے سمجھنے سے عالم عاجز آ
گیا۔ صحابہ کرام جو قریب ہیں وہ بھی اور عام امت جو بعید ہیں، دونوں ساکت و عاجز
ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ حضور رب العالم کیا ہیں اور کس مقام قرب کے ہیں۔ جہاں سایہ الرحمۃ
کھتے ہیں:

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اسے نازنین
اللہ نہ جاں ہم پاک تر وہی فداک اسے نازنین
پاکاں نہ بدو روئے تو ہاں دادہ انور کوئے تو
ایک عمر دلوئے تو صد ہاں پاک اسے نازنین

فیض الہی

ایں اوتھ دن عالم ہے سایہ سالین عالم
خسہ طہی نہ کر مشافعات ہیں:

میں بہت مائل ہیں۔ علینا۔ ہمارے اوپر۔ فلم نرتب۔ نفی جحد بلم، از ارتاب، شک کرنا، پس ہرگز ہرگز نہ شک میں پڑے۔ ہم۔ ولم نہم۔ نفی جحد بلم، از وہم۔ اور ہرگز ہرگز نہ وہم میں پڑے ہم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز آجائیں اور تھک جائیں۔ وہ حریص ترقی و ہدایت امت ہیں۔ اس وجہ سے نہ ہم کو کسی شک و شبہ کا موقع آنے دیا نہ اندھا دھند شریعت پر ہم چلے۔

شرح: مختصر شرح تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز و درماندہ رہ جائیں۔ کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مطلوب تھی۔ اس لیے ہم کسی حکم کے قبول میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کر سکتے۔ اور احکام کی ایسی وضاحت فرمائی کہ ان کے سمجھنے میں ہم مبتلائے وہم نہیں ہوئے۔ نہ ایسی سختیاں ہم پر ڈالیں کہ ان کی تکمیل سے ہم تھک جاتے، جیسا شریعت ماضیہ میں تھا کہ قتل بالعمد ہو یا بالخطا دونوں میں قصاص یا حرمت دیت یا قطع اعضاء خا طیبہ یا قرض موضع نجاست یا قتل نفس فی التوبہ، قطع ثوب نجس بالمقراض، ترک عمل یوم السبت، عدم جواز صلوٰۃ فی غیر الکناس، فرضیت نماز پچاس بار رات دن میں، مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ میں، بلکہ صاف فرمایا:

اتیتکم بالحنیفۃ السہلۃ السمحۃ۔

”میں سہل، آسان اور صاف واضح شریعت تمہارے لیے لایا ہوں۔“

اور حوصا میں تلمیحا اشارہ آیہ کریمہ حَرِیْضٌ عَلَیْکُمْ کی طرف ہے کہ قرآن کریم میں حضور ﷺ کو ہماری ترقی مدارج میں حریص فرمایا۔ غرض کہ اسلام ایسا واضح ہے کہ اس میں ایک بات بھی بعید از عقل نہیں۔

اللہم انت خالق الوری اجعلنا من اهل المغفرة والتقی بحرمۃ النبی

الذی فی صورته قد بدا۔

للعین۔ دونوں آنکھوں کو۔ من بعد۔ درحقیقت یہ بعد ہے۔ وزن شعر کے لیے دونوں طرف متحرک کیے۔ دور سے۔ صغیرۃ۔ چھوٹا۔ وکل۔ مضارع اکل، گرائی، درمائیگی، اور تھک جاتی ہے۔ الطرفا۔ آنکھ۔ من اعم۔ بفتحین، القرب، کربوں کے قرب سے۔ ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کی مثال سورج کی سی ہے کہ بظاہر دور اور چھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جب آنکھ کھول کر دیکھو تو قرب و بعد دونوں نظر کو خیرہ کر دیتے ہیں۔

شرح: سورج سے حضور ﷺ کی تشبیہ درحقیقت علیٰ تمثیل تقریب و تمثیل ہے ورنہ وہ ذات اقدس اس سے کہیں اعلیٰ و امجد ہے۔ اسی وجہ سے ہم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ باطنیہ کے باعث ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے سورج سے تشبیہ دی کہ وہ دور سے ایک قرص نظر آتا ہے اور دیکھنے والا بسبب نہایت بعد اس کی واقعی مقدار معلوم نہیں کر سکتا اور اگر اسے پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت چشم بیٹھا عاجز اور خیرہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر حقیقتہً دیکھا جائے تو سورج کو حضور ﷺ کی ذات پاک سے کیا نسبت۔ یہ اس نور پاک کے ایک ذرہ سے مستفیض، وہ معدن نور ﷺ۔

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رخ دن ہے یا مہر، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
بلبل نے گل ان کو کہا، قمری نے مرد ہاں فزا
حیرت نے جھنجا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبدال، اور عالم امکاں کے شاہ
مذبح میں وہ سر ال، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ظاہر میں انہیں ایک جسم مقدس دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت واقعیہ بسبب کثرت بعد انسان دیکھی نہیں سکتا اور اباب کشف و شہو کی آنکھیں بوجہ غایت قرب

درخشانی دیکھنے سے قاصر ہیں۔ غرضکہ نزدیک و دور کے دیکھنے والے دونوں حقیقت محمدیہ ﷺ دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ اور حضور ﷺ نے خود بھی دعا فرمائی:

اللهم اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا۔ (1)

وَ کَیْفَ یُذَرِّکُ فِی الدُّنْیَا حَقِیقَتَهُ

قَوْمٌ نِیَامٌ تَسْلُوا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

۵۰

حل لغات: و کیف۔ استفہام انکاری، اور کیونکر۔ یدرک۔ من الادراک، معلوم ہو سکتی ہے۔ فی الدنیا۔ دنیا میں۔ حقیقتہ۔ حقیقت محمدیہ ﷺ۔ قوم۔ اس قوم کو۔ نیام۔ جمع نائم، خوابیدہ، جو سو رہی ہے۔ تسلوا۔ ماضی، از تسلی، بے فکر۔ عنہ۔ اس حقیقت سے۔ بالحلُم۔ جمع احلام، خواب غفلت میں۔

ترجمہ: کیونکر جان سکتا ہے کوئی دنیا میں حقیقت محمدیہ ﷺ کو جب کہ قوم دنیا کے ایک خواب غفلت میں سو رہی ہے۔

شرح: وصول علم کے متعدد مراتب ہیں:

اول شعور، پھر ادراک، پھر حفظ، پھر تذکر، پھر ذکر، پھر فہم، پھر فقہ، پھر درایت، پھر یقین، پھر ذہن، پھر فکر، پھر حدس۔

یہاں ادراک سے یدرک مضارع معروف استعمال کیا گیا۔ تاکہ مطلق تصور یا احاطہ جوانب مرئی کی نفی ہو جائے۔ یعنی بطون حقیقت محمدیہ ﷺ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے، لیکن ظاہر حقیقت پر بھی تصور انسان احاطہ جوانب مرئی سے قاصر ہے۔ اور فی الدنیا کے ساتھ عدم ادراک کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ حقیقت محمدیہ ﷺ کا استتار اور اختفاء کمالات احمدیہ میں مخصوص بالدنیا ہے۔ اور آخرت میں تو ہر ایک کے تمام مراتب ظاہر ہو جائیں گے حتیٰ کہ مومنین کو رؤیت الہی بھی بلا کیف و مکان حاصل ہوگی۔ چنانچہ صاحب قصیدہ امالی نے بھی فرمایا۔

یراہ المؤمنون بغير کیف۔ (2)

1۔ اے اللہ مجھے میری آنکھ میں چھوٹا کر دے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا۔ ۱۲

2۔ مومن اللہ تعالیٰ کی زیارت بے کیف کریں گے۔

اس لیے کہ یوم آخرت میں تبدیل اعیان الیٰ حالة اخریٰ ہوگا۔ اور متصوفین نے عدم رؤیت الہی کی دنیا میں یہی وجہ لکھی ہے کہ باقی کو عین باقی دیکھ سکتی ہے۔ اور دنیا و مافیہا فانی ہے تو یہاں کی آنکھ بھی فانی ہے۔ اور قوم نیام جمع نام کی ہے۔ اور نوم ایک ہوا ہے جو افسوس دہانیہ سے اٹھ کر جب آنکھوں کی طرف آتی ہے تو انسان کو ادھکا دیتی ہے اور جب وہاں سے قلب کی طرف پھٹتی ہے تو سلا دیتی ہے۔ اور عالم دنیا میں چونکہ انسان ایک خواب غفلت میں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا۔

”لوگ سو رہے ہیں، جب مرتے ہیں تو چونکے ہیں۔“

اسی بناء پر حکیمان عالم فہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا اور بتایا کہ اس خواب غفلت میں حقیقت محمدیہ (علیہ السلام) سے بے خبر رہ کر جس کے جودہن میں آیا وہ حضور (علیہ السلام) کی شان میں نکستار رہا۔ بے دین اپنی غفلت کے ماتحت کہتا رہا۔ یہی وجہ حضور (علیہ السلام) کی ذات کو بشر کہنے کی ہے۔

محمد سر وحدت ہے بولی رحمت کی کیا جانے شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے محمد سے صفت پوچھو خدا کی خدا سے پوچھیے شان محمد

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّ بَشَرًا

وَأَنَّ خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ كُلِّهِمْ

حکم لغات: فمبلغ العلم۔ مبلغ بمعنی منتہا و غایۃ، پس انتہا علم۔ فیہ۔ حضور

(علیہ السلام) کی ذات میں یہ ہے۔ انا۔ کہ وہ۔ بشر۔ بشر ہیں۔ وانا۔ وانا حالیہ، اور حقیقت یہ

ہے۔ خیر خلق اللہ۔ کہ وہ خیر خلق اللہ ہیں۔ کلہم۔ تمام مخلوق میں۔

ترجمہ: حضور (علیہ السلام) کے معاملہ میں ہمارا انتہا علم یہی ہے کہ وہ بشر ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ

انا خلق اللہ سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

شرح:

سب سے اعلیٰ و ادلیٰ ہمارا نبی سب سے بالا و والا ہمارا نبی جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی یعنی ہمارے علم کا نہایت بلوغ اور ہمارے ادراک کا غایت وصول یہی اور یہی ہو سکتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کی ذات اقدس پر یہ حکم لگا سکیں کہ وہ بشر عظیم اور جوہر جسیم ہیں۔ افراد انسانیہ اور اجیاد اعیانیہ میں حضور ﷺ سے افضل اور کوئی بشر نہیں۔ لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ معنی صفاتیہ میں حضور ﷺ افضل المخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔

چنانچہ علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ سناتے سناتے جب اس مصرع پر آئے اور دربار رسالت میں عرض کیا:

مبلغ العلم فیہ انہ بشر۔

تو مصرع ثانی کیلئے خاموش ہو گئے تو سرکار ابد قرار ﷺ کی طرف سے ارشاد ہوا اقرار پڑھ۔

فقال الامام انی لم اوفق للمصرع الثانی لهذا البیت یا رسول اللہ

”حضور! ﷺ مصرع ثانی مجھ سے موزوں نہیں ہو سکا خاص کر اس بیت کا۔“

فقال علیہ السلام قل یا امام۔

”اے امام! کہہ و انہ خیر خلق اللہ کلہم۔“

تو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ مصرع درج کیا اور بار بار ہر بیت کے آخر میں شوق و ذوق کے ساتھ و انہ خیر الخلق کلہم پڑھتے رہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

وَکُلُّ آیَ اتی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِهَا

فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ

۵۲

حل لغات: وکل، واو عاطفہ، اور تمام۔ آی۔ معجزات۔ اتی۔ بمعنی تجی، جولائے، الرسل الکرام۔ رسل جمع رسول، کرام، جمع کریم، ای منعمون، رسول انعام فرمانے والے۔

یہاں حضور راجع الی امی، ان مجزوں کو، فالصلا۔ حضور میں جڑا میں ٹھہرتے۔ انصلا۔
 کہ وہ مجزات پہنچے اور ملے۔ من نور۔ حضور راجع الیہ علیہ السلام، محمد ﷺ
 کے نور سے۔ بہم۔ حضور راجع الی الانبیاء علیہم السلام۔ ان انبیاء کرام کو۔
 ترجمہ: تمام مجزات جو انبیاء کرام اقوام ماضیہ (گزری ہوئی قوموں) پر لائے وہ ان کو
 ہمارے حضور ﷺ کے نور پاک کی لعانیت و تائیت سے حاصل ہوئے۔

شرح:

قرنوں پہلی رسولوں کی ہوتی رہی پائندہ ہدی کا لگا ہمارا نبی
 معلوم بیت واضح ہے کہ تمام کمالات جو انبیاء کرام کو حاصل ہوئے۔ وہ سب حضور
 ﷺ کا صدقہ ہیں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ باعث ایجاد عالم ہیں اول ماخلق اللہ
 نوری۔ "سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، وہ میرا نور تھا" ارشاد گرامی ہے۔ پھر
 حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کھنکھایا طلب فرما کر سنایا:
 لولہ لما خلقتک۔

"اے آدم اگر وہ محبوب نہ ہوتا میں تجھے پیدا نہ کرتا۔"

کہیں ارشاد الہی ہوا:

لولاک لما خلقت الافلاک

"اے محبوب اگر تمہیں ہم پیدا فرمانا منظور نہ کرتے تو زمین و آسمان نہ بناتے۔"

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

اور بات بھی قرین فہم ہے کہ جب حضور ﷺ سے پہلے تمام سابقین و تابعین محمد رسول اللہ
 ﷺ ہیں تو ان کے تمام اقتیارات حضور ﷺ کا عین نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں؟ اس لیے کہ

کل ما فی الکونین من نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام،

"وہ کچھ کائنات میں ہے سب حضور ﷺ کے نور پاک سے ہے۔"

اس لیے حدیث عبداللہ بن ابی سلمہ سے نقل فرماتے ہیں جو حضرت ہاجر رضی اللہ

عند سے مروی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ لوح و قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، چاند، سورج، جن و انس، عرش و کرسی، ملائکہ المقربین، جملۃ العرش، نور البصار، مومنین، نور قلوب صالحین، معرفت و توحید، کروہیان عرش، ارواح خلایق، نعمات دنیا، ارواح انبیاء، شہداء، سعداء سب کی تخلیق ہمارے نور سے کی گئی۔ اس کے بعد تخلیق آدم فرما کر اس میں ہمارا نور جلوہ گر ہوا اور وہاں سے منتقل ہو کر جبین شیت علیہ السلام میں آیا۔ اصل حدیث جسے دیکھنی ہو۔ وہ شرح خرپوتی میں دیکھے۔ واللہ الحمد۔

فَإِنَّ شَمْسَ فَضْلِ هُمْ كَوَاكِبُهَا

يُظْهِرُنْ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

۵۲

حل لغات: فانہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام۔ پس تحقیق وہ نبی ﷺ۔ شمس۔ سورج ہیں۔ فضل۔ فضل الہی کے۔ ہم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیہم السلام۔ اور وہ تمام انبیاء۔ کواکب۔ جمع کوکب یعنی نجوم و اقمار، ستارے ہیں۔ یظہرن۔ مضارع جمع مؤنث، ظاہر کرتے رہے۔ انوارہا۔ جمع نور، اپنی روشنیوں کو۔ للناس۔ لوگوں پر۔ فی الظلم۔ جمع ظلمت، تاریکی، تاریکیوں میں۔

ترجمہ: حضور ﷺ آفتاب فضل الہی ہیں اور تمام انبیاء کرام اس آفتاب نبوت سے مستنیر ہونے والے سیارے، جو لوگوں پر اپنی نصحتوں ہدایتوں کی روشنی زمانہ تاریک میں دکھاتے ہیں۔

شرح: اس بیت میں وجہ اتصال انبیاء حضور سرور عالم ﷺ سے ظاہر فرمائی اور فرمایا: کہ حضور ﷺ آفتاب فضل و کمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب۔ جیسے قمر غیبت شمس (سورج کے غائب ہونے) کے وقت شمس سے استفادہ نور کر کے شب تاریک میں روشنی پھیلاتا ہے، اسی طرح انبیاء کرام روح پر فتوح محمد ﷺ کے نور سے قبل ظہور وجود باجود خلق میں نور ہدایت پھیلا کر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور جب حضور جلوہ آراء عالم کون ہو گئے تو جس طرح چاند طلوع شمس کے بعد چھپ جاتا ہے۔ اسی

طرح تمام انبیاء کرام جلو نور محمدی ﷺ میں جو ہو کر اس کی طرف رجوع ہو گئے۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے

جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

عرش پہ جا کر مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا

اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھتر چھاؤ فرش میں طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسماء محمد ﷺ میں شمس بھی حضور ﷺ کا نام بتایا

ہے حیث قال واما الشمس نسمی بها صلی اللہ علیہ وسلم لکثرة نفعہ

وعلو رفعتہ وظہور شریعتہ وجلالہ قدرہ وعظم منزلہ لانہ لا يحاط بکمالہ

حتى لا یسع الرائی ان ینظر الیہ ملأ عینہ اجلالا لہ کما ان الشمس فی

الرتبۃ ارفع من انواع الکواکب لانہا فی السماء الرابعة والانتفاع بہا اکثر

من غیرہا کما لا یخفی وایضا لما کان مائر الکواکب یستمد من نورہا

ناسب تسمیہ صلی اللہ علیہ وسلم بہا لان نور الانبیاء استمد من نورہ

علیہ السلام۔ انتہی۔

”فرماتے ہیں: شمس حضور کا نام پاک یوں ہے کہ علو رفعت، ظہور شریعت، جلالہ

قدت، عظم منزلت میں حضور ﷺ کا وہ مقام ہے کہ احاطہ کمال کرنا محال ہے۔ حتی کہ

دیکھنے والا آئینہ بجز حضور ﷺ کے محال و محال کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح سورج

اپنے آئینے سے بلند ہے اور آسمان چہارم سے نور پزیر کرتا ہے۔ اور جس قدر اس

سے اشراق حاصل ہوتا ہے کواکب و اقمار کے نہیں۔ اسی طرح ذات قدسی صفات بناب محمد

رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ تمام انبیاء کرام مثل کو اکب اس شمس فضل و کمال سے مستنیر ہو رہے ہیں۔ تو حضور ﷺ کا نام مبارک شمس مناسب ہے اور حضور ﷺ اسم با سمنی ہیں۔ سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا نیر نور ہو تم سارے نبی تاروں میں اب یہ سوال کہ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے نور پاک سے کس کس صورت میں مستفید و مستفیض ہوئے۔ اس کی تفصیل میں علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بسیط بحث فرمائی ہے، جس کا خلاصہ مفہوم یہاں منقول ہے:

فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے ظہور سے قبل اپنے فضل و کمال کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن جو کچھ ان سے ظاہر ہوا وہ سب ہمارے حضور سید یوم النور ﷺ کے نور پاک کے فیضان کا ظہور تھا۔ من غیر ان ینقص من نورہ شیء۔ (1) اور سب سے اول جو فیضان نور محمدی ﷺ ظاہر ہوا وہ آدم علیہ السلام میں ہوا۔ جب کہ انہیں حضرت جل و علا تبارک و تعالیٰ عز اسمہ نے اپنا نائب بنا کر تعلیم اسماء فرمائی اور مقام جوامع الحکم محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نوازا اور آدم علیہ السلام نے ملائکہ پر وہ علم الہی ظاہر کیا۔

حتیٰ کہ تمام مخلوق انسانی کا ظہور ہوا اور اصلاب و انساب بدلتے بدلتے زمانہ رسالت مآب ﷺ آیا۔ تو جب حضور ﷺ مثل سورج کے جلوہ آراء ہو گئے تو نور محمدی ﷺ میں تمام انوار محو ہو گئے اور تمام نبوتیں تحت لواء رسالت محمدیہ ﷺ آ گئیں۔

غرض کہ کسی نبی کو کوئی کمال و کرامت عطا نہ ہوا لیکن حضور ﷺ کو وہ کمال ملا ہوا تھا۔ چنانچہ اگر آدم صغی علیہ السلام کی ولادت یہ قدرت کے ساتھ ہوئی۔ تو حضور سرور عالم ﷺ کا شرح صدر فرما کر اس میں ایمان و حکمت اور خلق نبوی ﷺ پر کیا گیا۔

اور جو ملائکہ جو آدم علیہ السلام کو ہوا اس کی وجہ ہمارے حضور ﷺ کا نور پاک تھا جو آدم علیہ السلام کی جبین میں مستنیر تھا۔ اور اگر آدم علیہ السلام کو علم الہی عطا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو علم الہی و مسمیات عطا کیا گیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسماء سے مسمیات کا علم اعلیٰ ہے۔

اور اگر میں علیہ السلام کو اگر قضا کا غلبہ کی رخصت عطا ہوئی تو ہمارے حضور ﷺ کو اس مکان کی رخصت عطا کی گئی کہ آج تک کوئی اس رخصت تک نہیں پہنچا جسے معراج کہتے ہیں۔ اور نوح علیہ السلام کو اگر مع ان کے قہمیں کے طولان سے نجات دی گئی تو ہمارے حضور ﷺ کی رخصت عطا کی گئی کہ اس کے لیے یہ شرف عطا ہوا کہ دنیا میں وہ عذاب نہ ہو یہ سے محفوظ رہے گی اور قضا کا ان کے لیے غلبہ تھا (۱) فرما کر دوائی نجات کی شہادت دے دی۔ اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اگر بارہم و دسروں کے نجات دی تو حضور ﷺ کے لیے ہر حرب سے ہمیشہ کے لیے معصون فرما دیا۔ اور کُلُّنَا أَوْ قَدْ ذُنَا سَرًّا لِلْعَذِيبِ أَطْلَقَهَا اللَّهُ (۲) کا مژدہ دیا اور لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کو بحر النار سے عبور کرایا۔ اور ہر جسم کی تکلیف و حرارت سے مامون رکھا۔ اور اگر انہیں مقام نعت سے نوازا تو ہمارے حضور ﷺ کو اس سے اعلیٰ مقام مقام عیت دے کر حبیب بنایا۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو کسر اسنام نہرودی کی فضیلت دی تو ہمارے حضور ﷺ کو مکہ کی فتح عطا فرما کر تین سو سالہ جنوں سے کعبہ پاک فرمانے کی عزت عطا فرمائی۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو معجزة عصا عطا فرما کر کللی کا سانپ بنا دیا تو ہمارے حضور ﷺ کے لیے ہر عصا یہ منصب جلیل مخصوص رکھا۔ چنانچہ جب ابوجہل نے حضور ﷺ کو پتھر سے شہید کرنے کا ارادہ کیا اور وہ حضور ﷺ کے قریب گیا تو اس نے حضور ﷺ کے دونوں شانہ ہائے اقدس پر دو اثر ہادی کیے، جس سے ہر اسیمہ واپس بھاگ کر اپنی جماعت میں پناہ گزین ہوا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ بیضاء عطا ہوا تو حضور ﷺ کو وہ نور عطا ہوا کہ لیل مظلم (اندھیری رات) میں چمکتا اور چہرہ زیبائے اقدس کے مقابلہ میں چاند سیارہ معلوم ہوتا۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو اخلاق بحر کا جزو ملا تو ہمارے حضور ﷺ کو ان صفات قمر کا ایسا کجھو عطا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا تصرف زمین پر ہوا اور حضور کا تصرف آسمان پر کرایا ہوا اس

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کی رخصت عطا کی گئی کہ آج تک کوئی اس رخصت تک نہیں پہنچا جسے معراج کہتے ہیں۔
۲۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر بارہم و دسروں کے نجات دی تو حضور ﷺ کے لیے ہر حرب سے ہمیشہ کے لیے معصون فرما دیا۔

سے بد اہستہ افضل ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو اگر اجابت دعوت کا منصب ملا تو ہمارے حضور ﷺ کو اتنی وسیع مقبولیت عطا ہوئی جس کا احصاء ناممکن ہے انشاء اللہ مختصر ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔

اور اگر تفجر ماء من الحجارہ (پتھر سے پانی نکلنے) کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ تو ہمارے حضور ﷺ کو تفجر ماء من بین اصابعہ (انگلیوں سے پانی نکلنا) عطا ہوا۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام کا شرف عطا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو لیاتہ الاسراء میں زیادہ دنوود (قرب) مقام سے ممتاز فرما کر اِنِّی عَبْدٌ مَّا اَوْحٰی (۱) کا شرف خاص بخشا۔ اس

میں ظاہر فرق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلام طور سینا تھا اور حضور ﷺ کا مقام سماوات سے پانی نکلنے) کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ تو

اصابعہ (انگلیوں سے پانی نکلنا) عطا ہوا۔ اور

ملا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو لیاتہ الاسراء میں

اِنِّی عَبْدٌ مَّا اَوْحٰی (۱) کا شرف خاص بخشا۔ اس

کلام طور سینا تھا اور حضور ﷺ کا مقام سماوات

کلام کو کمال فصاحت بخشا تو ہمارے حضور ﷺ

السلام کو حسن صبیح عطا کیا تو ہمارے حضور ﷺ

اور اگر یوسف علیہ السلام کو تعبیر رویا (خوابوں کی

ہم کو اس قدر علوم سے نوازا کہ اس کا شمار محال۔

ہونے) کا معجزہ دیا تو ہمارے حضور ﷺ کو اس

ار بنایا اور تغلب اعیان (حقیقت کو تبدیل) کر

اتارا۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام کو جنود (لشکر)

دلائل کا حاکم کیا۔ اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابراء

برص والے کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے) کا

کمالات عطا ہوئے۔ کہ نگلی ہوئی آنکھ ٹھکانے پر

ہمارے حضور ﷺ کو تفجر ماء من بین

اگر موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام کا شرف عطا

زیادہ دنوود (قرب) مقام سے ممتاز فرما کر اِنِّی

میں ظاہر فرق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام

اعلیٰ سے سدرۃ المنتہی۔ اور اگر ہارون علیہ السلام

کو افضح جمیع بنی آدم بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ

کو ملیح الحسن اور تمام کمالات حسن کا منبع بنایا۔

تعبیر) کا علم عطا فرمایا تو ہمارے حضور ﷺ

اور اگر داؤد علیہ السلام کو تلینی حدید (لوہانرم)

سے کہیں زیادہ عطا ہوا کہ لکڑی کو لوہے کی تلو

دکھایا۔ اور پتھر کے دل میں نقش پائے اقدس

جن کا سردار بنایا تو ہمارے حضور ﷺ کو جنو

اکمہ وابرص و احیاء موتی (پیدائشی اندھے او

معجزہ ملا تو حضور ﷺ کو اس سے کہیں زیاد

و اتھو انہ جاہر میں پہلے مذکور ہو چکا۔ اور حضور ﷺ کے کمالات کے ساتھ یہ ذکر ان کا عشر عشر بھی نہیں ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

اَکْرَمَ بِخَلْقِ نَبِیِّ زَانَهُ خُلُقٌ

بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٌ بِالْبِشْرِ مُتَسِمٌ

۵۱

حل لغات: اکرم۔ فعل تعجب، سیفہ امر حاضر، فاعل مستتر۔ راجع الی اللہ۔ ای ما اکرم اللہ، کیا بلند کیا اللہ نے۔ بخلق نبی۔ باء زائدہ، والخلق بمعنی الذات، والتنوین للتعظیم، ذات اور ظاہر تخلق محمد ﷺ کو۔ زانہ۔ صفت لنبی، از زینت، اور مزین کیا اس کو۔ خلق۔ جمع خلق۔ بمعنی صفت و سیرت یعنی شامل مبارک حسن خلق اور سیرت پاک نے۔ بالحسن۔ الف لام للاستغراق یعنی جمیع انواع الحسن مقصود علیہ السلام۔ جو تمام اقسام حسن پر۔ مشتمل۔ از اشتمال، یعنی احاطہ از شمل بمعنی جمع و احاطہ، حاوی ہے۔ بالبشر۔ بشر بکسر الباء تحرک بشرة الوجه عند السرور والبشاشة۔ اور تمام مسرتوں اور بشاشتوں۔ متسم۔ اسم فاعل از اتسم بمعنی الاتصاف از وسم یعنی علامت، کے ساتھ متصف ہے۔ ترجمہ: ہمارے حضور ﷺ کی جسمانی ساخت اللہ نے کس قدر دل آویز بنائی۔ اور اس کو خوش اخلاقی نے کیسی زینت دی کہ چہرہ زیبائے آثار مسرت و بشاشت ظاہر ہیں۔

شرح:

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمین پھول

لب پھول، دہن پھول، بدن پھول، ذقن پھول

قرآن کریم میں اسی وجہ منیر کی تعریف میں ارشاد ہے: نُورٌ عَلَى نُورٍ اور فَضْلٌ نُورٍ
اَکْرَمَ بِخَلْقِ نَبِیِّ زَانَهُ خُلُقٌ بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٌ بِالْبِشْرِ مُتَسِمٌ
کہ وہ تمام نبیوں اور اولیاء میں سب سے زیادہ عظمیٰ ہے۔ بات ہے تو ایسی کہ جس کی بات نہیں۔ اور

خلق ہے تو ایسا کہ جس کا جواب نہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے حسن ظاہری اور خلق و سیرت میں احادیث مشہورہ کثرت سے وارد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجهہ واذا ضحک یتلأ لاً فی الجدر۔

”میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا یہ معلوم ہوتا ہے گویا سورج وجہ منیر پر قربان ہو رہا ہے اور جب تبسم فرماتے تو درود یوار پر دندان مبارک کی جھلک پڑتی۔“
اور حضرت ام معبد بعض اوصاف حسن میں فرماتی ہیں: کہ حضور ﷺ دور سے اجمل الناس نظر آتے اور قریب سے احلی و احسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ بس آخر تو صیف یہ کی جاسکتی ہے کہ پہلی ملاقات میں ہر کس و نا کس پر حضور ﷺ کی ہیبت طاری ہوتی اور کچھ دیر کلام کر کے یہی کہتا نظر آتا۔

لم ارقبلہ ولا بعدہ مثله صلی اللہ علیہ وسلم

”مجھے آج سے پہلے اور قیامت تک حضور ﷺ کا مثل ملنا محال ہے۔“

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے، کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سر پہاں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہے کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں:

ما رأیت احداً اکثر تبسماً من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

”میں نے کسی کو حضور ﷺ سے زیادہ خندہ پیشانی نہیں دیکھا کہ دیکھنے والے کا غم

غلط ہو جائے۔“

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

یہ بیت مبارک چوتھا ان آیات کا ہے جس کو سن کر سرکارِ اقدس ﷺ نے اظہارِ
پندیدگی کے لیے قائل فرمایا۔ اس بیت مبارک کا کم از کم تین بار دہرنا قاری تفسید پر
20 فی ہے۔

كَالزَّهْرِ فِي تَرْفٍ وَالْبَذْرِ فِي شَرْفٍ
وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالْدَّهْرِ فِي هِمَمٍ

علی لغات: کالزھر۔ ک چشمی از ہر شگفتہ۔ مثل کلی کتاب کے۔ فی ترف۔ سرسبزی سر
سبز ڈالیوں میں۔ والبذر۔ واذا عطف، اور ماہ کامل، اور مثل پانچ کے۔ فی شرف۔
بلندی میں۔ والبحر فی کرم۔ اور دریا صفت کرم میں۔ والدھر۔ یعنی ابد۔ یا زمانہ،
اور دوا می ہیں۔ فی ہمم۔ اپنی ہمت عالیہ میں۔

ترجمہ: ہمارے حضور ﷺ کی ذات گرامی تازگی اور لطافت میں مثل شگفتہ ہے، بلندی و
عظمت میں مثل ماہ کامل کے ہے، سخاوت میں مثل بحر تا پیدائش، عالی ہستی میں دوام اور
زمانہ کی مانند۔

شرح: یعنی حضور سیدہ ہوم المنہم در مطہر ﷺ کی ذات گرامی لطافت و لطافت میں مثل اس
شگفتہ کے ہے جو سرسبز ڈالیوں میں چمکتا ہے اور خود لغت و مرتبت میں مثل ماہ کامل کے
ہے۔ جو چودھویں شب قدری کو طلوع ہوتا ہے۔ اور فیضِ عظیم سچا عظیم میں مخلوق کی نفع رسانی
کے لیے مثل اس دریا کے ہے جو بجا بہرات اور موتیوں سے دنیا کو مالا مال کر دیتا ہے۔ اور
ہمت عالی میں اس قدر چلتے ہے کہ زمانہ کی طرح اور اقیانوس کی طرح گردانی کے باوجود
اس شان سے یکساں کرم گستر ہے۔ زمانہ کی ادنیٰ شان یہ ہے کہ ہر ناقص کو اس کے غایت
کمال تک پہنچاتا ہے اور ممکنات کو ظہور میں لاتا ہے، عجائب و غرائب امور کا مظاہرہ کرتا ہے
یہی شان محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے کہ ہر مستفیض کو اس کے ظہور و جلوں کے کمال تک
پہنچاتے اور شر کو مانگ سے افضل بناتے ہیں۔ حظیظہ اگر دیکھا جائے تو یہ تمام تشبیہات سے
ایک صورت سمجھنے کی قصود ہے کہ مخاطب کی قریب الفہم مثال سے تسکین ہو سکے۔ ورنہ

حضور ﷺ کی ذات پاک کو ان تشبیہات سے کیا نسبت؟

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں روئے انور کو
میں ان کے ناخن پا پر قمر قربان کرتا ہوں
یہ تمام عالم اور اس کی تمام موجودات ان کے وجود باجود کی ایک ادنیٰ پنچھاور ہے۔ بلکہ
وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ پنچھاور اس میرے دولہا کے سر کی ہے
اتنا عجب بلندی جنت پہ کس لیے
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لہ راحتہ لو ان معشار جودھا علی البرکان البر امدی من البحر
لہ ہمم لا منتهی لکبارھا وَهِمَّةُ الصغریٰ اجل من الدھر
اسی وجہ میں حدیث انس میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انا اجود بنی آدم

”ہم تمام بنی آدم سے زیادہ بخشنے والے ہیں۔“

اور ایک روایت میں مسلم شریف سے منقول ہے:

ما سئل من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً الا اعطاه فجاء رجل
فاعطاه غنما بین جبلین فرجع الی قومہ فقال یا قوم اسلموا فان محمداً
يعطی عطاء من لا یخاف الفقر۔

”حضور ﷺ سے کسی نے کبھی کچھ نہ مانگا مگر اسے عطا فرمایا۔ ایک بار ایک شخص حاضر ہوا
اور اس نے بکری طلب کی۔ تو حضور ﷺ نے دو پہاڑوں کے مابین جس قدر بکریاں تھیں
سب عطا فرمادیں۔ وہ جب اپنی قوم میں آیا۔ تو پکارا: اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ اس لیے کہ وہ
معطی کو عین ایسی عطا فرماتے ہیں جس کے بعد تنگدستی کا خطرہ ہی نہیں رہتا۔“

ایک روایت میں ہے:

اعطی صفوان یوم حبس وادیا معلوا اہلا و عسما

”غزوہ حنین کے موقع پر حضرت صفوان کو ایک جنگل اونت اور بکریوں کا عطا فرمایا۔“

ابن جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هذا الذي لا يتقى ظفرا اذا يعطى ولو كثر الانعام وداموا

واو من الانعام اعطى املا فتحيوت لعطائه الاوهام (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بناری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا چاندی عطا فرمایا کہ آپ میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔

مرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

مولای صل وسلم دائما ابدا . علی حبیبک خیر الخلق کلہم

كَانَهُ وَهُوَ فَرْدٌ وَفِي جَلَالَتِهِ

(21)

فِي عَسْكَرِ حَيْنٍ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ

اصل لغات: کانہ۔ برائے تشبیہ و یحییٰ للظن و تخمیر راجع بحضور ﷺ، گویا کہ وہ ہستی

مقدس۔ و هو۔ در حقیقت وہو ہے۔ ضرورت شعری کے لیے ہائے ہوز ساکن کی گئی، داؤ

حالیہ، اور وہ۔ فرد۔ بمعنی منفرد، یکتا ہیں۔ فی جلالہ۔ جلالت بمعنی مہابت و عظمت، شان

مہابت و عظمت میں۔ فی عسکر۔ اپنے لشکر میں۔ حین۔ جب کہ۔ تلقاہ۔ مضارع

مخاطب من الملاقات، ملاقات اس سے۔ وہی حشم۔ اور مشمت میں۔

ترجمہ: جب حضور ﷺ فرات پہنچے ہوں۔ تو دیکھنے والے کو یوں نظر آئیں گے لشکر کے انہوہ میں

ہیں۔

شرح: گویا حضور ﷺ اپنے جلال و عظمت میں ایسے یگانہ ہیں کہ جب تو ان سے ملے

تو تجھے ایسا معلوم ہو کہ حضور ﷺ ایک زبردست لشکر میں جلوہ افروز ہیں۔ اس امر کے

تجربہ کرنے کی یوں ضرورت تھی کہ ابتدائی بیڑوں میں حضور ﷺ کی خدمت و پیشانی فرس خلقی کا

حضور ﷺ کی طرف سے ہو کر تھی، پھر وہ اس قدر بڑھ گئے کہ ان کی خدمت و پیشانی فرس خلقی کا

ایک حد تک بڑھ کر تھی، پھر وہ اس قدر بڑھ گئے کہ ان کی خدمت و پیشانی فرس خلقی کا

اس قدر مظاہرہ فرمایا جا چکا ہے کہ سننے والا یہ شبہ کر سکتا تھا کہ حضور ﷺ کا رعب حضور ﷺ کے خلق عظیم کی وجہ سے کسی پر نہیں تھا۔ اس لیے اس بیت میں بتایا کہ جہاں خلق عظیم اور خندہ پیشانی کی شان حضور ﷺ میں تھی وہاں رعب و داب شاہی بھی یہ تھا۔

چنانچہ ابو جہل کے پاس ایک یتیم تھا اور اس کا تمام مال ابو جہل کے قبضہ میں تھا۔ یہ یتیم جب اپنا مال لینے ابو جہل کے پاس آیا تو ابو جہل نے اسے دھکے دے کر نکال دیا اور کچھ نہ دیا۔ یتیم مایوس ہو کر جب لوٹا تو اکابر قریش نے اس سے کہا: قل بمحمد لک ینفع۔

حضور ﷺ سے عرض کر، وہ اگر سفارش فرمائیں گے تو تیرا کام بن جائے گا۔

اور انہوں نے یہ استہزاء کہا تھا اور نہ جانتے تھے کہ ابو جہل جو حضور ﷺ کا جانی دشمن تھا وہ سفارش کیا مانے گا؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں اگر اس نے عرض کی تو حضور ﷺ اسے مایوس نہ فرمائیں گے اس لیے کہ

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر باشہد ان لا الہ الا اللہ
غرض کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ علی الفور اس یتیم کے ساتھ ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے۔ ابو جہل نے حضور ﷺ کو تشریف لاتے دیکھ کر تعظیم کی اور سر و قد کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے یتیم کی سفارش کی۔ ابو جہل نے سب مال یتیم کو دے دیا۔ تو قریش نے ابو جہل کو شرمایا اور کہا:

اصبوت

”کیا تو نے مذہب بدل لیا۔“

تو ابو جہل کہنے لگا:

لا واللہ ما صبوت ولكن رأيت عن يمينه وعن يساره حربة فخفت ان

لم اجبه يطعنني (ذکرہ شیخ زادہ فی سورة الماعون)

”خدا کی قسم، میں نے مذہب نہیں بدلا، لیکن میں نے حضور ﷺ کے دائیں بائیں برچھی بردار دیکھے تو مجھے اس امر کا خوف ہوا کہ اگر میں تعمیل نہ کروں گا تو یہ برچھیوں سے مجھے

یہ دیکھ کے۔ "تو اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ میں اس کی طرف نہیں جاتا۔"

دوسری ایک کہانی ہے کہ کہ مغل میں ایک بہیمانہ لادائی کا قہقہہ بول رہا تھا اور اس میں ہر وقت "Hoo" سے لڑائی کے اس شکل کی پچھتاہٹوں سے بھر پور تھا۔ یہ حال تھا کہ ایک روز حضور شیخ رحمہ اللہ کی ایک گھائی سے قہقہہ بول رہا تھا کہ رکانہ نظر آیا۔ حضور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہو کلمۃ الا لہی اللہ واللہ ما اشعوبک اب۔

"اے رکانہ! یہ قہقہہ ہے اور اس سے تو اس میں کچھ نہیں آتا جس طرف میں تھے جاتا تھا۔"

تو رکانہ نے عرض کیا:

یا محمد! کہ تم اس میں شاهد علی صلیک

"حضور! آپ کی بات پر کوئی شک ہے۔"

حضور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہاں تو اس کا کہنا ہے کہ یہ کہہ کر اس کی قوت پر مارا جائے۔ فوراً کہنے لگا کہ آپ کو یہ سنا ہے اور اس قہقہہ میں اس میں ہر وقت "Hoo" سے لڑائی کے اس شکل کی پچھتاہٹوں سے بھر پور تھا۔ یہ حال تھا کہ ایک روز حضور شیخ رحمہ اللہ کی ایک گھائی سے قہقہہ بول رہا تھا کہ رکانہ نظر آیا۔ حضور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہو کلمۃ الا لہی اللہ واللہ ما اشعوبک اب۔

"آپ کی بات میں شک ہے کہ کوئی اس میں کچھ نہیں آتا جس طرف میں تھے جاتا تھا۔"

تو رکانہ نے عرض کیا:

كَانَمَا اللَّوْلُو الْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ

۵۷

مِنْ مَّعْدِنِي مَنطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسِمٍ

حل لغات: کانما۔ کان برائے تشبیہ۔ ما۔ کافہ عن العمل۔ گویا کہ وہ۔ اللولو۔ الدر الابیص، چمکتا موتی۔ المکنون۔ المستور، والمصنون المحفوظ، پوشیدہ ہے۔ فی صدف۔ الصدف حیوان من حیوان البحر۔ اپنی سیپ میں۔ من معدنی۔ صیغہ تشبیہ معدنین۔ نون آخری حذف ہوا بوجہ اضافت معدن، بکسر الدال، محل العدن، بمعنی اقامہ، دوکانوں سے۔ منطق۔ منطق هو القلب واللسان، قلب اور زبان سے۔ منہ۔ اس سے۔ مبتسم۔ معدن الابتسام هو الفم۔ دہن مبارک۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی گویائی اور تبسم کے معدن یعنی لب و دندان مبارک کی تشبیہ اس درشاہوار سے ہو سکتی ہے جو صدف میں پوشیدہ ہے۔

شرح:

فمن لؤلؤ یبدیہ عند ابتسامہ ومن لؤلؤ عند الکلام تساقط ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور ابھی تک باہر آکر ہاتھوں میں میلانہیں ہوا۔ اپنی چمک دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو دو معدنوں سے نکلا ہو۔ جس کی ایک کان حضور ﷺ کی زبان مبارک ہے، دوسری لب ہائے مبارک جن سے دُر دندان کی تابانی ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ موتی جو ابھی صدف سے نہیں نکلا، وہ اپنی تابانی میں حضور ﷺ کے کلام اور دُر دندان کے مشابہ ہے۔ اگرچہ دندان مبارک کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا۔ علامہ حیاتی شرح التحفہ میں لکھتے ہیں، کہ صدف دریائی جانوروں میں سے ایک جانور ہے، جو اکثر دریا ہند اور چین میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ شہر نیرسان آتا ہے، یعنی کنوار کا مہینا، تو یہ سمندر کی سطح کی طرف آکر ابر نیرسان کا منتظر رہتا ہے، اور جب بارش نیرسان برستی ہے اپنا

موتی نہا تا ہے۔ اگر اس کے منہ میں ایک قطرہ گر تو یہ قطرہ اس کے پیٹ میں مہابت جمی
موتی نہا تا ہے۔ اس موتی کو "درہیم" کہتے ہیں۔

اور اگر دو قطرے گریں تو ان کو اخوان کہتے ہیں، یہ درہیم سے کم قیمت ہوتا ہے۔ اور
اگر اس سے زائد قطرات گریں تو عام موتیوں کی قیمت کے موتی بنتے ہیں۔ جن کی خاص
ممتاز قیمت نہیں ہوتی پھر یہ صدف قہر دیا میں جا کر مثل درخت کے ایک جگہ جم جاتا ہے اور
پتھر کی صورت میں بدل کر سیپ ہو جاتا ہے۔

اس بیت مبارک میں دامن اقدس کو صدف سے تشبیہ دے کر زردندان مبارک کو موتی
سے استعارہ فرمایا۔ اور دو معدن اس لیے فرمائے کہ کلام درحقیقت پہلے دل میں پیدا ہوتا
ہے۔ پھر زبان پر آتا ہے جیسا کہ اھل نے کہا ہے:

ان الکلام لفی الفؤاد وانما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا
تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ حضور ﷺ غایت بشاشت اور نہایت لطافت اور کافی مہابت
کے باوجود غلیظ القاب نہ تھے۔ بلکہ جب دیکھنے والا ایک نظر دیکھے تو یہی کہتا پھرے:

بجرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

اور کلام مبارک فرماتے ہوئے زردندان کی جھلک ایسی نکلتی ہے، جیسے درکنون اپنے
صدف میں جھک جا رہا ہے۔ اور فہم مبارک حفظ کلام میں مثل صدف مقبول بین الانام ہے۔
صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ
حضور ﷺ کی نعت میں یہ بیت اور اس سے پہلے بیت پڑھ رہے تھے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

لا طیب یعدل نربنا ضم اعظمہ

طوبی لمن تشقی منہ وملتئم

عبداللہ: لا طیب نہیں ہے کوئی لوشہو۔ یعدل۔ مضارع از عدل مساوات، برابر۔
طوبی، اعلیٰ کی، اس کی لوشہو کے۔ ملتئم جس سے من کر رہی ہیں۔ اعظمہ۔ مع

عظام، ہڈی، استخوانہا مبارک۔ طوبیٰ۔ مبارک ہو۔ لمنتشق۔ از استشاق، سونگھنا، اس کے لیے جس نے سونگھی۔ عنہ۔ خوشبو اس سے۔ وملتشم۔ از التثام، چومنا، اور چوما اس کو۔ ترجمہ: حضور ﷺ کی اس مٹی سے بہتر خوشبو دنیا میں نہیں جس مٹی سے استخوانہاے مبارک مس کیے ہوئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس خاک اقدس کو سونگھا اور چوما۔ شرح: دنیا کی کوئی خوشبو اس خاک پاک کی خوشبو سے بہتر نہیں ہو سکتی جس خاک پاک پر جسد اطہر آرام فرما ہے، اور وہ خوش نصیب ہے جس نے اس خاک پاک کی خوشبولی اور جس نے اسے چوما اور بوسہ لیا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ قبر معطر محمد رسول اللہ ﷺ تمام روئے زمین بلکہ کعبہ معظمہ بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اور کیوں نہ ہو احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ ہر تنفس کی پیدائش اس خاک سے ہے جس میں وہ دفن ہوتا ہے۔ تو وہ خاک اطہر جس میں حضور ﷺ جلوہ آراء ہیں، حضور ﷺ کے جسد اطہر کا جزو ہوئی۔ اور حضور ﷺ کا صدقہ تمام عالم، عرش و قلم، لوح و کرسی، تو نتیجہ صاف ہے کہ قبر حضور ﷺ تمام عالم سے افضل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ما شمت مسکاً ولا غبراً طیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
”میں نے مشک و عنبر کی خوشبو حضور ﷺ کی خوشبو سے بہتر نہ سونگھی۔“

اور ملتشم بالشین کے معنی چومنے کے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اس

مرثیہ میں پائے جاتے ہیں۔ جو آپ نے حضور ﷺ کی وفات پر کہا تھا۔ وہو هذا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَانِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَيَّ الْآيَامِ صَوْنٌ لَيَالِيَا
مَاذَا عَلَيَّ مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ
ان لَا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا (۱)
اسی بناء پر علماء کرام نے فرمایا:

ان تربة قبره صلى الله عليه وسلم افضل من البيت والمسجد الاقصى

۱۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈالی گئی ہیں کہ اگر ان کو دنوں پر ڈالا جاتا تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے جو ایک مرتبہ نما کریم ﷺ کی تربت اقدس کو سونگھ لیتا ہے تو اسے کبھی کسی خوشبو کے سونگھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

والعمرانی والکھوسی۔ (۱۹)

اور اس امر میں اقوال مختلف ہیں کہ زیارت قبر مبارک واجب ہے یا سنت، علماء مالکیہ تو اسی طرف گئے ہیں کہ زیارت قبر مبارک واجب ہے۔ اور اس پر عقلی نقلی دلائل بہت سے لکھے ہیں۔ مجملہ ان کے ایک دلیل یہ ہے کہ زیارت قبر مبارک تعظیماً کی جاتی ہے اور حضور ﷺ کی تعظیم واجب ہے تو زیارت قبر واجب ہوئی۔ علاوہ بریں حضور ﷺ نے فرمایا:

من وجد سعة ولم يعد الى فقد جفانی،

”جو زائر اعلیٰ میں وسعت پائے اور میری طرف نہ آئے، وہ مجھ سے جفا کرے گا۔“

دوسری حدیث میں ہے

من حج ولم یزرنی فقد جفانی

”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔“

اور جفا چونکہ اذی ہے اور اذی بالاجماع حرام ہے تو زیارت روضہ مقدس واجب ہے۔ اس لیے کہ ازلہ جفا واجب ہے۔ اور وہ زیارت سے زائل ہوگی، تو زیارت واجب ہوئی، اور بعض شوافع اور احناف اس طرف گئے کہ زیارت قبر مبارک سنت ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں:

انہا سنة من سنن المسلمين مجمع علیها

”زیارت روضہ پاک سنت ہے، اور اسی پر اجماع ہے۔“

اور مسلک مشائخ تو یہ ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو	کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
کہن شامی سے مٹی وحشت شام غربت	اب مدینہ کو چلو صبح دل آراء دیکھو
آب زحرم تو پیا خوب بھائیں پیائیں	آؤ جودش کوثر کا بھی دریا دیکھو
ازہر نیلاب تلے خوب کرم کے چھینے	ابہر رحمت کا یہاں زور برہنا دیکھو
وار مطہون کا جگر خوف سے پانی پایا	یاں سیہ کاروں کا دامن پہ چھلنا دیکھو

۱۔ جس شخص نے کسی قبر پر روضہ نہ بنایا اور روضہ نہ کر کے نہ اعلیٰ ہے۔

فصل رابع -- ذکر میلاد محمد رسول اللہ ﷺ

أَبَانَ مَوْلَدُهُ عَنْ طِيبِ غُنْصَرِهِ

(۵۹)

يَا طِيبَ مُبْتَدَأٍ مِنْهُ وَمُخْتَمٍ

حل لغات: ابان، ماضی از ابانتہ، ظاہر کرنا، ظاہر کیا۔ مولدہ۔ اسم ظرف مکان فاعلی، جائے ولادت۔ حضور ﷺ کی جائے ولادت نے۔ عن طیب عنصرہ۔ عنصر اجزاء، اجزاء جسم کی خوشبوؤں سے۔ یا طیب۔ یا کلمہ نداء، ای یا ایہا العقلاء انظروا بنظر التعجب الی طیبہ۔ اے پاک و خوشبودار ہستی کے دیکھنے والو۔ مبتدا۔ ابتداء ولادت میں۔ و مختتم۔ اور وقت وفات قبر میں۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی جائے ولادت نے جسد مبارک کی خوشبو ظاہر کی۔ سبحان اللہ! اے لوگو! دیکھو، حضور ﷺ کی جائے ولادت اور مدفن اقدس دونوں کیسے پاک اور خوشبودار ہیں۔

شرح:

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آرہی ہے باد صبا یہ کس کا مژدہ سنا رہی ہے
ابر بہار یک سو چھڑکاؤ کر رہا ہے بادِ سحر خوشی میں پکھے ہلا رہی ہے
آمد ہے کیا اس کی جس کا خدا ہے شیدا فوجِ نجوم کس کے ہمراہ آرہی ہے
ہر جا ترانہ سخی صل علی النبی کی حبِ نبی دلوں پر کیا رنگ لا رہی ہے
اس بیت مبارک میں ناظم فاہم اس جان عالم رحمت مجسم ﷺ کی ولادت سے قبل
کے حالات شروع فرما کر ایک طرز خاص کا ذکر میلاد بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس کی ابتداء
یوں کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ ولادت نے ایسے ایسے امور غریبہ و کرامات عظیمہ
کا مظاہرہ کیا کہ آپ ﷺ کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ دونوں واضح ہو گئے۔

یا طیب مبتدا منه و مختتم میں حضور ﷺ کے زمانہ ولادت اور زمانہ رحلت

دلوں کی خوبی یاں گود ہے۔

اور کہہ ہے ہیں۔ کہ اسے جان عالم اخیر سے خدا کی کا کیا کہار تو تمام زمانوں سے افضل ہے۔ سورہ العصر میں حیران حیرت ذات مقدس کی قسم کھا رہا ہے۔ سورہ الضحیٰ میں حیرے اور حیر کو قسم یہ کھا رہا ہے کہیں عمر ک فرما کر حیر اقرب خاص اکھا رہا ہے، کہیں نہیں کہہ کر تجھے تاہم ارہا رہا ہے۔

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دو ہوا
بر تو بادا از خدا صلوة یا ہر الدی
ماور کیمتی نہ زاوہ چوں تو فرزند دگر
وہما عالم تجوہ چو تو حسی
کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی کور
نور تو دے دے پورے گروہ بیٹ اسے ہائی
اور پھر لطف تو سر سبز پارے کا نکات
وز نسیم فیض تو شاداب تر روشن الصفا

حضرت سیدہ ام حاتم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت ایسا نور مستطیع ہوا
گدڑ میں سے آگاہ تک پر شے داتن تھی۔ اس نور میں مجھے تصویر تمام نظر آنے لگی۔ اور
ایک انوکھی شان کی طرف اشارہ ہوئی جس نے وقت بعد ماں کے منظر کا لیے زہرا سے مکات کی ایک
سنت سے آواز آنی اسے آواز انہیں نہیں سنا تک تاہم ذکر و کلام کے سامنے کے لیے حاضر ہو
دے ہیں۔ حضور ﷺ وقت ولادت یہ قدرت سے مخلوق عارف پر جو تھے اور آپ
ﷺ کا جہاں حاضر آلاش سے پاک تھا۔ یہ قدرت کا فعل لہر مائے نور کے جلوہ گر ہونے۔
حضرت عقیقہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت میں حضور ﷺ کی دایہ
قمی۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے جہاں حاضر کا نور چہ رخ کی روشنی غالب ہے اور
اس شب میں چہ تھا نہات دیکھے:

حال یہ کہ جب آپ ﷺ حکم مارے سے ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا۔

دوسرے یہ کہ سر مبارک اٹھا کر حضور ﷺ نے اشهد ان لا اله الا الله فرمایا۔

تیسرے یہ کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کے نور سے تمام گھر منور ہو گیا۔

چوتھے یہ کہ میں نے حسب دستور جب حضور ﷺ کو غسل دینا چاہا تو غیبی ندا آئی کہ اے صغیہ! یہ یہ قدرت سے غسل کیے ہوئے ہیں تم تکلیف غسل نہ کرو۔

پانچویں یہ کہ آپ ﷺ مختون و ناف بریدہ تھے۔

چھٹے یہ کہ جب میں نے چاہا کہ حضور ﷺ کو پیرا ہن پہناؤں تو آپ ﷺ کی پشت انور پر دونوں شانوں کے مابین ایک گول نشان پایا۔ جس پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے بوقت غسل حضور ﷺ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے وہ خوشبو مجھے کبھی میسر نہ آئی تھی۔

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانہ ولادت باسعادت کے فضائل عجیبہ اور غرائب لطیفہ بکثرت احادیث میں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے جو کتب احادیث میں مذکور ہیں ایک یہ ہے کہ جب استقرار نطفہ زکیہ اور دریتیم محمدیہ ﷺ صدق آمنہ قرشیہ میں ہوا تو عالم ملکوت و جبروت میں منادی کی گئی کہ تمام عالم قدس کو معطر کر دیا جائے اور جہات شرف اعلیٰ میں بخور کرایا جائے اور سجاد ہائے عبادت صفوف ملائکہ میں بچھا دی جائیں کہ آج نور محمد رسول اللہ ﷺ رحم آمنہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تسری فرماتے ہیں کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ بطن آمنہ میں منتقل فرمایا۔ وہ رجب کی لیل جمعہ تھی۔ اس رات خازن جنان کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کھول دے۔ اور منادی زمین و آسمان میں ندا دے رہا تھا کہ وہ نور مخزون جس سے نور نبی ہادی ظاہر ہونے والا تھا اس رات بطن آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا میں قرار پا چکا۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش ان ایام میں نہایت تنگی اور سخت قحط سالی میں مبتلا تھے کہ یک لخت زمین سرسبز ہونے لگی اور درخت پھل دار ہو گئے۔ اس سال کا نام قریش نے سنۃ الفتح والابتهاج رکھا۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں تنہا تھی اور عبدالمطلب طواف بیت میں مشغول تھے کہ میں نے ایک بیت ناک آواز سنی جس سے مجھے ڈر محسوس ہوا۔ کہ میں نے ایک پردیکھا جو کسی پرند کے بازو کے مشابہ تھا۔ نہایت سفید اور وہ میرے کچھ پر مس کیا گیا تو جو خوف تھا وہ دفع ہو گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک چنے کی چیز سفید رنگ کی ہے۔ وہ میں نے پی تو میرے گرد ایک بلند نور تھا اور بہت سے آدمی میں نے متعلق ہو ا میں دیکھے کہ ان کے پاس چاندی کے اہاریق (لوہے) تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں ایسی روشن فرمائیں کہ میں نے مشارق و مغارب ارض کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ تن علم اہر ہے ہیں ایک مشرق پر، ایک مغرب پر اور ایک علم کعبہ اللہ پر کہ اچانک مجھے دروزہ محسوس ہوا اور مجھ سے وہ دریتیم رؤف و رحیم، حلیم و کریم محمد ﷺ جلوہ آراء ہوئے۔ میں نے حضور ﷺ کی طرف جو نظر کی تو دیکھا کہ آپ ﷺ سر بسجود ہیں اور انگشت سب آسمان کی طرف اٹھا رکھی ہے اور غایت تضرع اجتہال فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک سفید ابرو دیکھا کہ میری طرف جھک رہا ہے حتیٰ کہ اس ابرو نے حضور ﷺ کو مجھ سے پوشیدہ کر لیا کہ اتنے میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے:

طوفوا به مشارق الارض و مغاربها و ادخلوه فی البحار ليعرفوه بنعته و صورته و هذه القصة طويلة يتحير منها الافهام حتى ان بعض الفضلاء الكرام وضعوا المولده عليه السلام كتابا مستقلا في حسن النظام و من اراد فعلية الرجوع والقيام۔

”پھر اس ہستی پاک کو مشارق و مغارب عالم میں اور انہیں بحر عرفان میں داخل کرو، تاکہ یہ اپنے رتبہ اور منصب کو جانیں۔ اور یہ قصہ بہت طویل ہے اور اتنا عجیب ہے کہ افہام عوام تنہی ہو جائیں حتیٰ کہ بعض فضلاء نے میاں مبارک میں مستقل کتاب تالیف فرمائی جسے مفصل دیکھنا وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے۔“

اور شریعت شیعہ زادہ میں یہ اور منقول ہے کہ استقرار حمل کی صبح کو اسنام دنیا منکوس تھے اور تخت شیطان اوندھا چلا تھا اور شیطان لعین اس ٹہم میں چالیس دن دریاؤں میں غوطہ کھاتا

رہا۔ پھر بھاگ کر جبل ابوقبیس پر آیا اور ایک ایسی چیخ ماری کہ تمام ذریت جمع ہو گئی۔ تو ان سے شیطان نے کہا:

و یلکم ہلکم هذه المرة هلاکاً لم تهلکوا مثله۔ قالوا وما القصة فقال هذا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب المبعوث بالسيف القاطع الذی لا حيلة بعده یبطل عبادة اللات والعزی وسائر الاصنام ولا تأتی موضعاً الا وجدنا فیہ ذکر الوجدانية علانية الخ۔

”وائے تم پر، اس دفعہ تم ایسے ہلاک ہو رہے ہو کہ ایسی ہلاکت اس سے قبل تم پر کبھی نہ آئی تھی۔ ذریت شیطنہ نے کہا کہ قصہ تو بتا، کیا مصیبت آگئی۔ شیطان نے کہا: عنقریب اسی جگہ محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب آرہے ہیں جو اللہ کی طرف سے مبعوث بالسيف قاطع ہیں۔ ان کی رونق افروزی کے بعد کوئی چال اور حلیہ نہ چل سکے گا۔ لات و عزى اور تمام بتوں کی پرستش کو باطل کر دیں گے اور کہیں وہ تشریف نہ لائیں گے، مگر وہاں ذکر توحید الہی ہوتا نظر آئے گا۔ اور یہ امت ہمارے خداؤں پر ان کی تعلیم کی وجہ میں لعنت کرے گی۔ اور شیطان کو رجم کہے گی۔ اور اس نبی کی رونق افروزی کے بعد ہماری آنکھیں پتھرا جائیں گی اور ہمارے دل حزین و غمگین ہوں گے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علامات حمل نور مجسم ﷺ سے ایک یہ تھی کہ اس رات قریش کے تمام جانور بول اٹھے اور بزبان فصیح کہنے لگے:

حمل محمد ورب الکعبة وهو امان لاهل الدنيا

”رب کعبہ کی قسم، محمد ﷺ صدف آمنہ میں جلوہ گر ہو گئے وہ دنیا والوں کیلئے امان ہیں۔“

اور کوئی کاہن قریش میں باقی نہ رہا اور نہ قبائل عرب میں کوئی تھا مگر متحیر ہو گیا۔ اور علم کہانت ان سے جاتا رہا اور کسی بادشاہ کا تخت نہ تھا مگر اونداھا ہو گیا تھا۔

اور وحوش مشرق کے مغرب کی طرف دوڑے اور مغرب کے مشرق کی طرف، اور یہ بشارت دے رہے تھے:

ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یشرج الی الارض میمونا مبارکاً طیباً

جلو میں اجابت خواہی میں رحمت یو بھی کس ترک سے دعائے محمد ﷺ
 اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا وہیں بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
 سَلِّمْ وَصَلِّ الْهِنَا أَبَدًا عَلَى خَيْرِ الْوَرَى
 مَنْ وَجْهَهُ بَدْرُ الدَّجَى مَنْ ذَاتُهُ نُورُ الْهَدَى
 مَنْ كَفَّةُ بَحْرٍ الْعَطَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ
 صَلَوَاتُ رَبِّي دَائِمًا طُولَ الدَّهْوَرِ وَ الزَّمَنِ

(علامہ اولیٰ)

يَوْمٌ تَفْرَسُ فِيهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمْ
 قَدْ أَنْذِرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

۶۰

حل لغات: یوم۔ اس دن۔ تفرس۔ ماضی، از فراست، قرینہ و علامت سے جاننا۔
 فراست سے جان لیا۔ فیہ الفرس۔ اہل فارس نے کہ اس دن۔ انہم۔ بے شک وہ۔ قد
 انذروا۔ انذروا، ماضی مجہول از انداز، ڈرائے گئے ہیں۔ بحلول۔ بمنی نزول، ساتھ
 نازل ہونے۔ البؤس۔ سخت مصیبت اور بلاء۔ والنقم۔ جمع، نقم، شدت و عقوبت،
 اور عذاب سے۔

ترجمہ: یوم ولادت کو فراست سے اہل فارس نے جان لیا۔ کہ یہ دن ان پر بلاء و مصیبت کے
 نازل ہونے کا ہے۔

شرح: یوم تفرس میں یوم بدل ہے مولد سے اور یہاں یوم سے مراد وہ صبح جانفزا
 ہے۔ جس میں حضور ﷺ جلوہ آرائے عالم ہوئے۔ چنانچہ جس حدیث میں حضور کی
 ولادت کا تذکرہ ہے۔ اس میں بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انه سئل عن صيام يوم الاثنين فقال ذاك يوم ولدت فيه

”حضور سے سوال آیا کہ ہر پیر کو حضور ﷺ روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور ﷺ

نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں ہماری ولادت ہوئی۔“

تو معلوم ہوا کہ یوم سے مراد اٹھارہ یوم ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کی ولادت نہارہ و غنیمہ کو ہوئی۔ تو تاہم قاسم نے جو یوم استعمال کا محاورہ کے مطابق استعمال کیا۔ اسی طرح دوسری حدیث جو سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

ولد عليه السلام يوم الاثنين والنزل عليه النبوة يوم الاثنين وخرج منها سرا يوم الاثنين ودخل المدينة يوم الاثنين ووضع القبر يوم الاثنين وكذا فتح مكة يوم الاثنين والنزل عليه سورة العائدة يوم الاثنين۔

یعنی حضور ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی اور حضور ﷺ پر اظہار نبوت اسی دن ہوا اور حضور ﷺ نے ہجرت بھی اسی دن فرمائی اور مدینہ میں داخلہ بھی پیر کے روز ہوا اور قبر مبارک میں بھی پیر کے روز آرام فرماوے اور مکہ بھی پیر کو فتح ہوا اور سورۃ مائدہ بھی پیر کے دن نازل ہوئی۔

اور تفسیر کے معنی ظہر کے ہیں۔ یعنی اس دن دیکھا اور بالفراست جانا۔ اس لیے کہ فراست ایک ایسی قوت انسانیہ کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان معانی باطنہ کا ادراک کرتا ہے۔ اور دوسرا تفسیر اسم جمع سے الٰہی فارسی کا۔ اور فارسی پارس سے معرب ہے۔ اس کا شجرہ یہ ہے: پارس بن ماسور بن سام بن نوح۔ انہوں نے بہت سے باد و امصار بنائے۔ مشہور شہر ان کے شیراز اور اصفہان ہیں۔

اور فارسی کی تعریف میں احادیث بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الله اختار من بين خلقه من العرب قريشا ومن العجم فارسا۔

”اللہ نے عرب میں سے قریش کو پسند فرمایا اور عجم سے فارس کو۔“

دوسری حدیث میں فرمایا:

ابعد الناس عن الاسلام الروم ولو كان الاسلام معلقا بالثرى لتناولوه رجال من فارس۔

”تم لوگوں میں اسلام سے بعید تر روم والے ہیں اور اگر اسلام ثریا پر چھ جائے تو بعض فارس کے لوگ اس سے بھی اچھلا لیں گے۔“

چنانچہ ہمارے امام ہمام حضرت ابو حنیفہ النعمان فارسی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ أَبُو حَنِيفَةَ! (1)
 یوں سخت مصیبت کو کہتے ہیں اور قوم جمع قمرہ کی ہے یہ بمعنی عذاب اور بلا کے مستعمل ہے۔
 اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے، جو مروی ہے کہ جس رات کی صبح کو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس رات ملک فارس انوشیرواں نے ایک خواب دیکھا اور اس سے سخت پریشان ہو کر تمام ساحرو کا ہن منجم جمع کیے اور اس نے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس نے متحیر کر دیا ہے لہذا اس کی تعبیر دو۔ سب نے کہا: کہ خواب بیان کر۔ انوشیرواں نے کہا: کہ مجھے خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر سننے سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ بلا خواب سنائے تعبیر سنوں۔ یہ سن کر سب محو حیرت ہو گئے اور سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ بغیر خواب سنے ہم تعبیر دینے سے قاصر ہیں۔

ایک منجم بولا کہ اگر آپ اس طرح تعبیر لینا چاہتے ہیں تو سیطخ کے پاس آدمی بھیجئے، وہ آپ کو سب بتا دے گا۔ انوشیرواں نے عبد المسیح کو بحرین بھیجا۔ وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ سیطخ سال بھر میں ایک دن نکلتا ہے اور اس کے دروازہ پر سونے کے پترے ساٹلوں کی طرف سے پڑے ہوتے ہیں کہ ان پر وہ آنے والے کے تمام حالات لکھ کر دے۔

عبد المسیح اس کا ہن کے باہر آنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ جب سیطخ باہر نکلا تو اس نے سب سے پہلے انوشیرواں کے خواب کو بیان کیا اور کہا کہ انوشیرواں نے حیرت ناک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ عربی گھوڑے اس کے تمام شہروں میں بھر گئے ہیں اور عراقی اونٹ ہانکے جارہے ہیں اور اسے نکال رہے ہیں۔ یہ علامت ولادت نبی عربی امی ہاشمی کی ہے جن کا نام نامی محمد ﷺ ہے۔ وہ اولاد خلیل میں سب سے افضل ہیں۔ اور ان کی تعریف تورات و انجیل میں بیان کی گئی ہے اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ خیل عرب اس ہاشمی کے

اصحاب ہیں جو بلاد فارس میں داخل ہو کر ملک فارس فتح کریں گے۔ اور آل ساسان سے شہر کے شیر پھین لیں گے پھر سٹیج رونے لگا۔ اس سے سب گریہ پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا: میں اس پر روتا ہوں کہ میری عمر کے دن تھوڑے باقی ہیں اور افسوس کہ میں اس نبی ہاشمی کا زمانہ نہ پا سکوں گا۔

عہد اسخ واپس ہوا اور قوم ساسان کو اس پیشگوئی سے مطلع کیا۔ قوم ساسان کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے سٹیج کو قتل کر ڈالا اور ان کا سر پھاڑ دیا۔ اور یہ قصہ مفصل تاریخ ہاشمی میں منقول ہے۔

(علامۃ ثانیہ)

وَبَاتِ اَيُّوَانُ كِسْرَى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمَلِ اَصْحَابِ كِسْرَى غَيْرَ مُلْتَمِ

حل لغات: وبات: خواب۔ عام سواء: کان فی اللیل او فی الیوم۔ بمعنی صابر۔ اور ہو گیا۔ ایوان: بمعنی دیوان خانہ محل۔ مراد محل۔ کسری: معرب از خسرو، اسم جنس لمن یسلک العجم۔ کسری بادشاہ فارس کا۔ وهو: حالہ، ضمیر راجع الی الایوان۔ ورا آنحالیکہ وہ محل۔ منصدع: اسم فاعل، اذ انصداع بمعنی الانهدام والتشقق۔ پھٹنے والا، گرنے والا تھا۔ کشمل: کشمل۔ شمل بمعنی جمعیت۔ مثل جمعیت۔ اصحاب: اصحاب۔ کسری: بادشاہ فارس کے۔ غیر ملتئم: نہ ملنے والی تھی۔

ترجمہ: شاہ ایران کا محل پھٹ کر رہ گیا اور پھر درست نہ ہو سکا، جس طرح لشکر کسری منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہوا۔

شرح: کسری اس کو کہتے ہیں جو ملک عجم ہو، اس کی جمع اکامرہ ہے۔ جیسے ملک روم کو قیصر کہا جاتا ہے۔ یمن کے بادشاہ کو تبع کہتے ہیں۔ مصر کے حکمران کو فرعون کے نام سے پکارتے ہیں۔ ترکی کے تاجدار کو خاقان اور شاہ جوش کو نباش کہتے ہیں۔

منصدع اسم فاعل ہے اور انصداع سے مشتق۔ اس کے معنی پھٹنے اور منہدم ہونے

کے آتے ہیں۔ چونکہ بنی ساسان کا یہ ایوان خاص نوے برس میں تعمیر ہوا تھا اور نہایت مضبوط تھا۔ اس لیے اس کے پھٹنے میں خاص دلیل مہابت اس نبی اکملی روحی فداہ ﷺ کی نظر آئی۔ اس پر سونے کے پانی کا رنگ کیا گیا تھا۔ اور زبرد اور موتیوں سے اس پر نقاشی کا کام تھا۔ اور جو ہرات قیمتی جڑے گئے تھے اور جس رات ولادت باسعادت سرور عالم ﷺ ہوئی۔ اس دن اس محل پر زلزلہ طاری ہو گیا۔ اور تمام محل پھٹ گیا اور چودہ کنگرے محل کے گر گئے۔ اور آٹھ باقی رہے جو اس امر کی دلیل تھے کہ اب سے صرف آٹھ تاجدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے۔

چنانچہ اس سلطنت کا آخری بادشاہ یزدجرد گزرا ہے۔ اس کے بعد ملک ارمن رستم کی حکومت آئی اور یہ وہ رستم نہیں ہے جو ہندوستان میں مشہور ہے، بلکہ یہ اور رستم ہے جسے یزدجرد نے تمام خزانہ دے کر اور اسلحہ جات سے بھر پور کر کے سونا چاندی بخش کر کہا تھا کہ کسی طرح عرب کا شر دفع کرو۔ چنانچہ رستم بلاد خراسان سے دو لاکھ آدمی لے کر بلاد عراق سے ہوتا ہوا چلا اور جس قدر اہل ذمہ تھے سب کو ابھارا۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نقض عہد کیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے عسا کر روانہ کیے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی کمان دی، اور جو عسا کر عراق میں تھے ان کو حکم بھیج دیا کہ وہ حضرت سعد کی اطاعت کریں۔ جب حضرت سعد عسا کر اسلامیہ کے ساتھ پہنچے، تو مخالف کے لشکر کا سردار رستم کو پایا۔ جس وقت مقابلہ شروع ہوا تو ہلال بن علقمہ یشمی نے رستم کوشت (نشانہ) میں باندھا اور پہلے ہی تیر میں اسے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ حضرت سعد نے رستم کا تمام مال مسلوبہ ہلال کو عطا فرمایا جو ستر ہزار درہم کی قیمت کا تھا اور رستم کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم کی علیحدہ تھی وہ بھی ہلال کو عطا کی گئی۔ پس کمانڈر انچیف کا قتل ہونا تھا کہ لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ حضرت سعد نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ان کی جمعیۃیں منتشر ہو گئیں اور ہزار ہا لشکری مارے گئے اور مسلمانوں کو کافی مال غنیمت ملا۔ روایت ہے کہ علم کفار جب قبضہ میں آ گیا تو معہ مال غنیمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے مجاہدین اسلام میں اس کا تقاسم فرمایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصہ میں اس

ہاں سے ایک شیر ملا تھا جسے آپ نے دس ہزار دینار کوثر و ثروت فرمایا۔

اس کے بعد سے اکاسرہ کی سلطنت اور ان کی جمیعت پھر وہ بارہ "عظیم نہ ہو سکی۔ صحرار
ہاں میں اس طرح اشارہ ہے کہ شغل اصحاب کثریا طہور قلنتیم" یعنی اصحاب
کربئی کی جمیعت کی طرح وہ گل بھی پھر مندل نہ ہو سکا۔

انعام عربی میں زخم ہونے اور شکم ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کا شعر ہے۔
اس میں اس کی فکر ملتی ہے۔

جراحات النار لها النیام ولا یلتام ما جرح اللسان
"برجھن کا زخم مندل ہو سکتا ہے لیکن جو زخم زبان سے طعن و تخریج کا لگے، وہ مندل نہیں ہو
سکتا۔"

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ دار وار سے پار ہے
(علامۃ ثالثہ و رابعۃ)

وَالنَّارُ حَامِدَةٌ الْإِنْفَاسِ مِنْ أَسْفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْغَيْمِ مِنْ سَدَمٍ

حمل لغات: نوال النار۔ اور آگ۔ حامدۃ۔ از محمود، انقطاع شعلۃ النار مع بقاء
جھرمنا، فحندے۔ الانفاس۔ جھل نفس، سانس لینے لگی۔ من اسف۔ الاسف بمعنی
الحزن۔ غم سے۔ علیہ۔ اپنے اوپر۔ والنہر اور نہر فرات۔ ساهی العین۔ ساهی،
بہ حس لغافل، عین منبع الماء۔ بھول گئی اپنے منبع کو۔ من سدم۔ الحزن والندم۔
کامل حزن و ندامت ہے۔

ترجمہ: آتش کدوں کی آگ آہ سرد بھیج کر سرد ہو گئی اور نہر فرات کی آنکھ یعنی منبع بنے سے
بھول گیا۔

شرح: حضور ﷺ کے میلاد مبارک کے وقت آتش بخوس جو ہزار سال سے روشن تھی

ایک آہ سرد بھر کر ٹھنڈی ہو گئی اور اسے بطلان مذہب مجوس کا یقین ہو گیا۔ اور شہر فرات جو کوفہ کے قریب ہے جس پر انوشیروان نے پل باندھ کر بڑی عالی شان عمارتیں اور کنیسا اس کے گرد اگرد بنوائے تھے، ایسی حیران ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ اور بحیرہ طبرہ کی گھاٹیوں میں جو دمشق و عراق کے مابین ہیں جا پڑی۔

روئے زمین کے بت کیوں سب آج سرنگوں ہیں

آتش کدوں کی آتش قدرت بجھا رہی ہے

وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بِحَيْرَتُهَا

وَرَدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِينَ ظَمَ

۶۳

حل لغات: و۔ واؤ عاطفہ، اور۔ ساء۔ بمعنی حزن، اہزن، غمگین ہو گئے، ساوہ۔ اسم شہر عظیم، والمراد اہل ساوہ، اہل ساوہ، ان غاضت۔ غیاض بمعنی غاب، يقال غاض الماء اذا غاب، اس سے کہ غائب ہو گیا۔ بحیرتھا۔ بحیرہ اسم لمیاء عظیم، اس کا دریا، جسے دریا ساوہ کہتے ہیں۔ ورد۔ واؤ حالیہ، رد بمعنی رجع وانصرف، اس حال میں کہ لوٹا۔ واردھا۔ الذاہب لاخذ الماء، پانی لینے والا۔ بالغیظ۔ غصہ سے۔ حین۔ جب کہ۔ ظم۔ اصلہ ظمئ ای عطش حذف ہمزہ بضرورت شعری، پیاسا تھا۔

ترجمہ: اور جب کہ خشک ہو گئے دریاے ساوہ تو اہل ساوہ ساحل سے شدت تشنگی میں غصہ سے واپس لوٹے۔

شرح: مملکت عراق العجم میں جو ہمدان و قم کے مابین واقع ہے وہاں یہ دریا ساوہ تھا جو شہر ساوہ سے چلا تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ اور یہاں سے لوگ ملک رے اور اذرعات وغیرہ کو سفر کیا کرتے تھے۔ اور یہ دریا چھ فرسخ سے بھی عریض تھا۔ اس کا پانی اتنا لطیف تھا۔ کہ اس کے مقابلہ کا پانی کسی دریا میں نہ تھا۔ اس کے ساحل پر دورویہ کنیہ اور شاندار بازار تھے، تمام مجوس اس مقام کو تبرک خیال کرتے اور آگ وغیرہ پوجتے تھے، جب ہمارے

صورت میں لگا کر کی ولادت ہوئی تو چونکہ آپ کی ذات القدس ماحی طرفی الکفر (کفر کے طریقوں کو مٹانے والی) تھی۔ اور یہ مقام خاص مرکز کفر تھا۔ اس لیے یہاں کا پانی خشک ہو گیا اور بحیرہ طبر یہ یہ بھی ایسی ہی جگہ تھی، جہاں بہت سے کنائس ہونے چاندی سے متشخص تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ بھی وقت ولادت باسعادت خشک ہو گیا۔ اور یہ خشک ہونا ان مقامات کی قرآنی کی مہاربات سے تھا۔ اور موضع بحیرہ یعنی ساوہ ایک زبردست شہر ہے۔ اور اب تک وہ باقی ہے۔

كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنَا وَ بِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٍ

عمل لغات: کان۔ حرف تشبیہ، گویا۔ بالنار، آگ نے۔ ما بالماء۔ پانی سے۔ من بَلَل۔ نمی حاصل کی ہے۔ حُزْنَا۔ غم میں۔ و بالماء۔ اور پانی نے۔ ما بالنار۔ آگ سے۔ من ضَرَم۔ الہاب النار و اشتعالها، سوزش۔ حرارت حاصل کی ہے۔ ترجمہ: گویا کہ آتش غم میں آگ نے پانی سے نمی حاصل کی ہے اور پانی نے آگ سے حرارت حاصل کر کے خشکی اختیار کی۔

شرح: تفسیر روح البیان میں ہے کہ اول آگ پوجنے والا قاتل تھا۔ جب اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور آدم علیہ السلام باہر الی ارض بین سے تشریف لے گئے۔ تو قاتل معاف پانی بین کے اٹھا۔ شیطان نے اسے کہا کہ ہابیل کے صدقہ کو آگ نے یوں قبول کیا کہ وہ آگ پوجتا تھا۔ لہذا تو بھی آگ پوج، تاکہ آگ تیری حمایت کرے۔ چنانچہ اس نے آتش پرستی شروع کیا اور اس طرح اس کی اولاد در اولاد میں یہ سلسلہ آتش پرستی شروع ہو گیا۔

وَالْحِنَّ تَهْتَفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَمْلُ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنَى وَ مِنْ كَلِمٍ

عمل لغات: نوال الحن، واؤ عطف اور جن۔ تہتف۔ ازہتف، آواز دینا، آواز دے رہے ہیں۔ والانوار۔ جمع نور، اور نور۔ ساطعة۔ از سطوع بمعنی ظہور، چمک رہے ہیں۔

والحق۔ الحق ضد الباطل، اور سچائی۔ بظہر۔ ظاہر ہو گئی۔ من معنی۔ قرآن کریم سے۔ ومن کلم۔ اور حضور ﷺ کے ارشادات سے۔

ترجمہ: جنات آواز دینے لگے، اور نور بلند ہو کر چمکنے لگے اور حق ظاہر ہو گیا قرآن کریم سے اور حضور ﷺ کے ارشادات سے۔

شرح: جن، انس کے مقابل ایک مخلوق ہے جو جوہر ناری ہے، متشکل باشکال عدیدہ ہونے کی استعداد رکھتی ہے۔ اور جن انہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ نظروں سے مستور مخلوق ہے۔ لغت میں جس لفظ کی ابتداء جیم نون کے ساتھ ہوتی ہے وہ شے مستور کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے جنین کہ اس بچہ کو کہتے ہیں، جو رحم مادر میں مستور ہو، جنان قلب کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس باغ کو بھی جو چار دیواری میں مستور ہو۔ وقس علیٰ ہذا۔ اگرچہ ملائکہ بھی نظروں سے مستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن و جمال کی وجہ سے مستور ہوئے۔ اس لیے کہ اگر انہیں کوئی اپنی صورت میں دیکھ لے تو لمعات نور سے آنکھیں جاتی رہیں اور مہابت حسن سے زوال عقل ہو جائے۔ اور جن چونکہ بغایت قبیح الصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ اللہ کا

مستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن و جمال کی وجہ سے مستور ہوئے۔ اس لیے کہ اگر کوئی اپنی صورت میں دیکھ لے تو لمعات نور سے آنکھیں جاتی رہیں اور مہابت حسن سے زوال عقل ہو جائے۔ اور جن چونکہ بغایت قبیح الصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ اللہ کا مستور ہے کہ وہ مستور رکھے گئے۔ اس لیے کہ اگر انہیں کوئی دیکھ لے تو خوف سے مر جائے۔ اور جن تین اقسام پر منقسم ہیں: ایک وہ ہیں کہ پروں سے ہوا میں اڑتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو سانپ اور کتے کی شکل میں رہتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو انسان کی طرح چلتی پھرتی ہے۔

اور محققین نے لکھا ہے کہ جس طرح انسان میں متعدد مذاہب ہیں، اسی طرح جن بھی مذاہب پر ہیں، ان میں یہودی ہیں، نصاریٰ ہیں، مجوسی ہیں، مشرک ہیں، مسلمان

بشارت کی بشارت دے رہے تھے۔ موابہہ لدنیہ میں ہے کہ وقت ولادت مشرق کے جن مغرب کے جنوں کو اور مغرب کے جن مشرق کے جنوں کو حضور ﷺ کی ولادت کی بشارت دے رہے تھے اور قبل از ولادت بھی بہت سے جنوں سے بشارتیں مسووع ہوئیں۔ پتا چلے حضرت مازن فرماتے ہیں کہ میرا بت باور شہر عمان میں تھا۔ اس سے میں نے ان لفظوں میں بشارت سنی

بماؤن اسمع تسر ظهور خیر البشر بعث نبی من مضو بدین دین اللہ
برفدع نحیتا من حجو تسلم من حر سقر۔
”اے مازن! بشارت سن اور خوش ہو۔ ظہور خیر البشر ہونے والا ہے قبیلہ مضر سے ایک
نبی ظاہر ہوں گے، دین حق لے کر آئیں گے۔ یہ پتھر کے کھدے ہوئے بت ہیں انہیں چھوڑ
تاکہ ستر سے نجات حاصل ہو۔“

مازن فرماتے ہیں۔ اس آواز کو سن کر میں تعجب تھا کہ دوسری آواز آئی:
اقبل الی قبل مستمعا لا تجھل هذا نبی مرسل جاء بحق منزل۔
”اگر دیکھ سن اور جہالت نہ کر، یہ نبی مرسل شریعت حق لے کر نازل ہوئے ہیں۔“
فقہاء میں ہے کہ ”حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
لما ولدته علیہ السلام خرج من رحمی نور اضاء له قصور الشام
”حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میری رحم سے ایک ایسا نور نکلا جس نے قصور شام
روشن کر دیے۔“

لغائب میں ہے کہ اس نور کے نکلنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ظلمت شرک
معدوم ہے اور ہدایت اب عام ہونے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:
قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِیِّنٌ (۱)۔
مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک حبیب الخلق کلہم

عَمُوا وَصَمُوا فَأَعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
تُسْمِعْ وَبَارِقَةُ الْإِنذَارِ لَمْ تُشْمِ

۶۶

حل لغات: عموا۔ من العمی۔ اندھے ہو گئے۔ وصموا۔ از صم، ثقل سماعت، اور
بہرے ہو گئے۔ فاعلان البشائر۔ بشائر جمع بشارۃ وہی الخبر المورث
للسرور۔ اور بشارتیں ہدایت و نجات کی۔ لم تسمع۔ نفی جحد بلم۔ ہرگز نہ سن
سکے۔ وبارقۃ۔ جمع برق۔ اور بجلیاں۔ الانذار۔ تخويف۔ ڈرانے والیاں۔ لم
تشم۔ لم تنظر ولم تبصر۔ نہ دیکھیں۔

ترجمہ: کفار اندھے بہرے ہو گئے، نہ خوش خبری کا اعلان سنا، نہ ڈرانے والی بجلیاں دیکھ سکے۔
شرح: اس شعر میں جواب سوال مقدر کا ہے اور وہ یہ کہ منکرین باوجود دلائل نبوت
کے ظہور کے کیوں ایمان نہ لائے۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ قبول حق سے اندھے اور سماع
ہدایت سے بہرہ تھے۔ اس لیے انہوں نے نہ بشارت قدوم محمدی ﷺ سنی اور نہ برق
انذار چمکتی دیکھی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أُذُنٌ لَا يَسْمَعُونَ
بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ (۱)

مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِأَنَّ دِينَهُمُ الْمَعْوَجُّ لَمْ يَقُمْ

۶۷

حل لغات: من بعد۔ بعد اس کے کہ۔ ما اخبر۔ خبر دی۔ الاقوام۔ قوموں کو۔ کاهنہم۔
ان کے کاہنوں نے۔ بان۔ اس امر کی۔ دینہم۔ کہ ان کا دین۔ المعوج۔ از اعوجاج،
بمعنی عدم الاستقامۃ و کجی۔ جو ٹیڑھا اور کج ہے۔ لم یقم۔ نہیں قائم رہ سکتا۔
ترجمہ: مشرکین اور بیدین منکر بعد اس کے اندھے بہرے ہوئے کہ انہیں کاہنوں نے پہلے

۱۔ وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ مکان جن سے سنتے نہیں وہ چوپاؤں
کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہی و غفلت میں پڑے ہیں۔

خیر دی تھی کہ خیر اور دین سچ اور غیر قائم ہے۔

شرح: یعنی سب سے زیادہ تعجب تک بات یہ ہے کہ قبول حق سے ان کا اندھا بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کانوں نے اپنی تمام اقوام کو خبر دے دی تھی کہ ان کا یہ نیز ہا راستہ مذہب کا آئندہ قائم نہ رہے گا۔

کاہن اس کو کہتے ہیں، جو بغیر وحی کے آنے واقعات آتیہ (آنے والے) اور گزشتہ حالات کی لوگوں کو خبر دے، عام اس سے کہ وہ قرآن کے ذریعے سے خبر دے یا نجوم سے یا کسی جن کی خبر سنانی سے۔ اور اس خبر میں یہ ضروری نہیں کہ ہر خبر صحیح اترے، بلکہ کوئی صحیح ہو اور کوئی غلط۔ اسی بنا پر حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من اتى عروالہ او کاهنا **فصدقه** بما قال فقد کفر بما انزل اللہ علیہ

”نجم و کاہن وغیرہ کی جو غرض تصدیق کرے، وہاں انزل علیٰ مضمود سے کفر کرنے والا ہے۔“

اس پر علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں:

هنا فی حق من اعتقد صدق العراف والکاهن واما من سألهم لاستنزالهم او لتکذیبهم فلا یلحقہ ما ذکر فی الحدیث بقریۃ حدیث آخر من صدق کاهنا لم یقبل اللہ منه صلاۃ اربعین یوما و لیلۃ۔

”یعنی یہ علم کفر اس شخص کے لیے ہے جو معتقد و مصدق ہو، اور جو استہزاء ان سے سوال کرے تو اس پر یہ حکم نہیں آتا چنانچہ دوسری حدیث میں ہے: جو کاہن کی تصدیق کرے اللہ اس کی چالیس رات دن کی نماز قبول نہیں فرماتا۔“

علامہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں حدیثوں میں تطبیق واضح ہے۔ وہ یہ کہ جو کاہن کی خبر کا معتقد و مصدق ہو وہ کافر ہے اور اگر اس کا یہ خیال ہے کہ وہ ملہم من اللہ ہے یا کسی جن کے ذریعہ وہ کہتا ہے اور جن ملائکہ سے جو سن کر آتے ہیں وہ اسے کہہ دیتے ہیں تو کافر نہ ہوگا۔

مواہب میں ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ معظمہ میں رہتا تھا جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس کی صبح اس نے کہا:

یا معشر قریش هل ولد فيكم الليلة مولود قالوا لا نعلم قال فانظروا فانه ولد في هذه الليلة نبی هذه الامة بين كتفيه علامة۔ فانصرفوا، فسالوا وقيل لهم قد ولد لعبد الله بن عبدالمطلب غلام فذهب اليهودی معهم الى امه فاخرجته لهم فلما رأى اليهودی العلامة خرمغشیا عليه فقال ذهبت النبوة من بنی اسرائیل، یا معشر قریش اما والله لیسطون بكم سطوة یخرج خبرها من المشرق والمغرب۔

”اے قریشیو! کیا اس رات تمہارے اندر کوئی بچہ ہوا ہے؟ سب نے کہا: ہمیں علم نہیں۔ اس نے کہا: جاؤ اور دیکھو اس رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اس کے دونوں شانوں کے مابین نشان ہے۔ قریشی لوٹے اور پوچھنے لگے تو انہیں بتایا گیا کہ عبد اللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں فرزند ارجمند تولد ہوا ہے۔ قریشی یہودی کے پاس گئے اور سب حال سنایا۔ وہ ان کے ساتھ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کی زیارت کی۔ جب شانہ اقدس کے مابین اس کی نظر پڑی تو اسے غش آگیا۔ پھر کہنے لگا: نبوت بنی اسرائیل سے گئی۔ اے قریشیو! خدا کی قسم اس بچے کی سطوت و مہابت دنیا پر ہوگی۔ اور اس کی خبر عنقریب مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔“

اور حضور ﷺ کی ولادت سے قبل جو اصنام و احجار نے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبریں دیں، وہ بکثرت ہیں۔ چند اس مقام پر خصائص کبریٰ سے منقول ہیں اور علامہ بیہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حجتہ اللہ علی العالمین میں انہیں نقل فرمایا۔

راشد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ سواع نامی ایک بت چند قبائل کا مقام حلاۃ میں تھا۔ ایک بار قبیلہ بنی ظفرہ نے کچھ بھیٹ چڑھانے کو مجھے اس بت پر بھیجا۔ میں صبح کے وقت وہاں پہنچا۔ تو اچانک اس بت سے یہ آواز میں نے سنی:

العجب کل العجب من خروج نبی من عبدالمطلب یحرم الزنا والربو

والتبجح للاصنام و حرصت السباع و رزقنا بالشہب۔

”تجرب ہے، تجب ہے ایک ہی کے تصور پر جو عبادتِ سب سے لگے گا نہ تو جان بڑھ
اور تمام پر دم کرے گا۔ یہ آسمان سے ٹہری شہب سے اور ہائیں گی اور ہم پر صہب ہو
پھینکے جائیں گے۔“

دوسرا بت خدا جو وہیں تھا اس کے خوف سے پناہ آواز لے گی:

ترك الصغار وكان يعم وخرج احمد سى بصلی الصلوة وبامر
بالزکوة والصیام والبر والصلة لئلا یخلفوا

”خارج پر پناہ لائی، ترک نہ کرے گا اور ہم نے ان کو صلی کی پناہ لے والے ہیں۔
لہذا پر صحت ہیں کہ نہ کہ اس کو اور اس کے ساتھ ہی کا حکم پناہ لے لیں گے۔
تجرب سے لے جائے گا، شہب سے پناہ لے گی۔“

ان الذی ورث السوة والهدی بعد ابر مریم من قریشی مہندی۔ سى
بصر عاصی و ما یقولون فی الخدای

”بیت ام ایمن کے گھر میں جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش سے
ظاہر ہوں گے۔ ایسے ہی حق پرستوں کے گھر میں رہیں گے۔“

اور اس کے بعد یہ بیت ہے: و انما یتوکل علی الخدای تم انہ کے گھر میں
و انما یتوکل علی الخدای تم انہ کے گھر میں رہیں گے۔

وَلَعَلَّ مَا عَابُوا فِی الْاٰخِرِ مِنْ طٰلِبٍ

فَلَطْفَةٍ وَلَقَدْ مَا فِی الْاٰخِرِ مِنْ صَمْعٍ

”اگر اللہ تو بلند، اذعان ہے کہ وہ۔ ما عابوا لاسیما الخدای و انما یتوکل علی الخدای
اللہ۔ ان کے کہ کیا آئیوں گے۔ فلی الاخر۔ بسکون الخدای جرات السماء۔
آسمان کے کہان میں۔ من شہب۔ نصیب جمع شہاب و لعل الخدای او
نکاح کہ۔ ان کے گھر یا گاہ ہے۔ ملطف۔ ان خاص معنی ملطف، کر۔
سہا سہا۔ وہی ملطف۔ لاتی یا انہاں کے معنی الاخر۔ یہاں تک کہ لے لیں۔“

من صنم۔ بتوں سے۔

ترجمہ: کفار حضور ﷺ کی رسالت کے انکار سے پہلے آسمان کے کناروں سے شہاب ثاقب ٹوٹتے ہوئے دیکھتے اور زمین پر بتوں کو گرا ہوا پاپا چکے تھے۔

شرح: علامہ خرپوٹی فرماتے ہیں:

روى ان الله تعالى اذا قضى امرا كان يسمعه حملة العرش فيسبحون
فصبح من تحتهم الى السماء الدنيا فيختطف وتسترقه الشياطين ثم ياتون
به الكهنة على الارض فما جاؤا به على وجه فهو حق ولكنهم يزيدون
فيكذبون وكان ذلك في الجاهلية فلما ولد عليه السلام كانت
الشياطين مرجومين من السماء و ممنوعين من الصعود اليها بنجوم
ونيران ترميها الملكة اليهم۔

روایت ہے کہ جب اللہ کی طرف سے کوئی حکم نافذ ہوتا تو اسے حملہ عرش من کر تسبیح کرتے اور ان سے نیچے کے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تو باقی فرشتے وجہ دریافت کرتے، تو انہیں اس حکم سے خبر دیتے یہاں تک کہ سماء دنیا کے فرشتوں تک یہ خبر عام ہو جاتی۔ تو شیاطین جو سماء دنیا کے قریب اڑ کر چھپے رہتے تھے وہ اس خبر کو اڑا لاتے اور کانہوں کو کہہ دیتے تو جتنی خبر وہ سمجھ دیتے وہ بالکل صحیح ہوتی تھی۔ لیکن اکثر زائد کچھ ملا کر کہتے، وہ کذب خالص ہوتا۔ یہ کیفیت زمانہ جہالت میں تھی۔ جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو شیاطین کا یہ راستہ بند ہوا۔ اور حفظہ سارجم سے ڈر کر شیاطین نہیں جاتے تھے اور جو جاتے اسے نجوم ثاقب اور شہاب کے ذریعہ رجم کیا جاتا۔

چنانچہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے:

فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شَهَابًا مَّصْدُورًا

”اب شیاطین سے جسے سننے جائے تو وہ شہاب رصد پاتا ہے۔“

اور جَعَلْنَاهُمْ أَجْوَافًا لِلشَّيَاطِينِ بھی اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہے۔

اور صنم و وشن میں فرگ یہ ہے کہ وشن وہ ہے، جو ذی جسم ہو، خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا۔ یا

چاندنی سولے کا اور منم اس تصویر کو کہتے ہیں جو صورت بلا بد و جسم ہو۔

اس بیت مبارک میں منم اس لیے استعمال کیا کہ وقت ولادت محمد رسول اللہ ﷺ جب تمام منم جو معدور علی الجدار تھے، عکسا علی : جھہ ہو کر اندھے گر گئے۔ تو دشمن جوڑی جسم تھے وہ بطریق اولیٰ گرے ہوئے مانے پڑیں گے۔

خبر الوری صدر العلی راس الوفا وجه الصفا
شمس الصحن بدر الدجی نجم الہدی نور الندی
عین النقی زین النقی کثر العطا کشف العطا
روح البہا سر النہی نہر المن بحر السن

اب خلاصہ ترجمہ یہ ہوا کہ وہ مجوس اور مشرکین راہ ہدایت سے اندھے اور بہرے ایسے ہو گئے کہ اطراف آسمان سے شہاب گرتے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ یہ شعلہ ہائے ناریہ جنات و شیاطین پر مارے جاتے تھے اور ان سے وہ ایسے گرتے تھے جیسے روئے زمین کے بت اندھے گرے تھے۔ اور یہ تمام نشانیاں منکرین نے چشتم مردیکھیں اور حضور ﷺ کی آیات بینات میں سے ایک بڑی نشانی تھی کہ استراق سمع کے لیے شیاطین جو آسمان پر جاتے ان پر شعلہ ہائے آتشیں گرتے اور *مُرْجُوْا لِلْشیطٰنِ* کا ظہور ہوتا اور وقت ولادت تمام روئے زمین کے بت اندھے گر پڑے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے واقعہ میں ہے کہ جب وہ بت خانہ کعبہ میں گئے تو تمام بتوں کو سرنگوں دیکھا۔ اور نبل بت کی زبان حال سے یہ رہا گی سی:

تروی بمولود اضاعت بنورہ
جميع فجاجة الارض من شرق ومن غرب
وخرت له الاوثان طرا وارعدت
قلوب ملوک الارض جمعا من الرعب

”عبدالمطلب اتم نے اس مولود مسعود کی زیارت کی جس کے نور سے شرق و غرب کا
تاج بھرا گیا اور تمام بتوں کے زمین کے بت سرنگوں میں، اور ملوک کی کھانہ کے دل خرا

رہے ہیں ان کے رعب سے۔“

ادھر شب ولادت باسعادت میں ایوان کسریٰ ایسا متزلزل ہوا کہ اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش مجوس جو ہزار سال سے روشن تھی، بجھ گئی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، کسریٰ اس سے سخت پریشان ہوا۔ اور تمام نجومیوں کو جمع کر کے اس کی وجہ دریافت کی۔ سب نے جواب سے عاجزی کا اظہار کیا۔ آخر باذان والی یمن کو حکم بھیجا کہ بہت جلد ہونہار منجم بھیجے۔ چنانچہ اس نے عبد المسیح بن عمر بن بقیلہ غسانی کو بھیجا اس نے کسریٰ سے تمام حال سن کر کہا کہ اس معاملہ کا فیصلہ میرا ماموں سیطخ کا ہن جو شام میں رہتا ہے، دے سکتا ہے۔ میں اس میں کوئی رائے زنی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے وہاں بھیجا۔ جب یہ سیطخ کے پاس آیا تو اسے قریب المرگ پایا۔ اس نے سلام کیا تو اس نے سراٹھا کر کہا:

عبدالمسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد ادنی علی الضریح یا
عبدالمسیح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان و خمود النیران
ورؤیا الموبدان یا عبدالمسیح اذا غاصت بحیرة ساوة و فاض وادی
السماءة فقد ولد صاحب التلاوة و ظهر خیر الادیان و زال ملک بنی
ساسان و سیملک منهم ملوک و ملکات علی عدد الشرفات و کل ماہر
آت آت ثم خرجت نفسه۔

”اے عبد المسیح! اونٹ پر سیاحت کر کے سیطخ کے پاس ایسے وقت آیا کہ اس کی جان جا رہی ہے۔ اے عبد المسیح! ملک ساسان نے زلزلہ ایوان اور خمود نیران اور خواب موبدان کی تحقیق کے لیے تجھے بھیجا ہے۔ اے عبد المسیح! جب بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، وادی ساوہ سرسبز ہو گئی تو بے شک صاحب التلاوہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہو گیا۔ ان سے بہترین دین کا ظہور ہوگا اور محل کے کنگروں کی تعداد تک ملوکیت ساسان اور باقی رہے گی۔ یعنی چودہ بادشاہ ہوں گے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ہوگا پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔“

عبد المسیح نے یہ سب حال کسریٰ کو سنایا۔ اسے گونہ تسکین ہوئی اور اس نے سمجھا کہ چودہ سلطنت بدلنے کو مدت چاہیے۔ لیکن قدرت الہی کہ چار سال کے عرصہ میں دس بادشاہ بدل

میں اور چار جو باقی تھے وہ خلافت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ تک ختم ہو گئے۔

حضرت سواہد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کاہن تھا اور جن مجھے خبریں دیا کرتا کہ ولادت حضور ﷺ کے وقت اس نے مجھے کہا کہ اب ہم خبر دینے سے قاصر ہیں اس لیے کہ اب آسمان پر جب ہم جاتے ہیں تو ہم پر شہاب ثاقب پڑتے ہیں۔ لہذا اب تو بھی یہ کام چھوڑ اور اس ہادی راہ کی تلاش کر جو قبیلہ بنی لؤئی بن غالب میں ظاہر ہوا ہے اور مخلوق خدا کو ہدایت کی راہ پر بلاتا ہے اور بت پرستی سے روکتا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے ایک بار درد باریک تو پروا نہ کی۔ جب اس نے تیسری بار بھی یہی کہا تو میرے دل میں حب اسلام کا جذبہ پیدا ہوا اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔

اے	نور	سبحان	السلام	اے	روح	ایمان	السلام
اے	چارۂ	جان	السلام	اے	دل	کے	درمان
اے	ختم	دوران	السلام	اے	فیض	رحمن	السلام
اے	بحر	احسان	السلام	اے	ابر	مدار	منن !!!

صبح ولادت کی صحیح تاریخ میں اختلاف ہے، مصر کے مشہور ہیئت دان فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کر کے بتایا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول یوم دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء میں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ والا تبار کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا، اور 10 ہ تھا۔ اور اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تقریباً سال تھا۔ بقاعدہ ریاضی معلوم ہوتا ہے کہ 10 ہ کا گرہن 7 جنوری 632ء 8 بج کر 30 منٹ پر لگا تھا۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری 63 برس پیچھے نہیں، تو ولادت باسعادت کا سال 571ء نکلتا ہے۔ اور بقاعدہ ہیئت ربيع الاول کی پہلی تاریخ 12 اپریل 571ء نکلتی ہے۔ بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ ربيع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن ولادت ہوئی اور تاریخ یکم سے لے کر 8 اور 8 سے لے کر 12 ربيع الاول کے اندر اندر

تھی۔ اور چونکہ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دو شنبہ نویں ربیع الاول کو آتا ہے۔
برایں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ ولادت قطعا 20 اپریل 571ء کو دو شنبہ کے دن ہوئی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

حَتَّىٰ غَدَا عَنْ طَرِيقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ
مِّنَ الشَّيَاطِينِ يَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمٍ

۶۹

حل لغات: حتی غدا۔ حتی للغایت۔ غدا بمعنی اعرض۔ یہاں تک کہ
پھرے۔ عن طریق الوحي۔ وحی کے راستہ سے۔ منہزم۔ از انہزام، گریز کرنا،
بھاگنا۔ بھاگتے ہوئے۔ من الشیاطین۔ شیاطین۔ یقفوا۔ از قفوا بمعنی التبعہ،
ایک پر ایک گرتے۔ اثر۔ بمعنی عقب، قدم پر۔ منہزم۔ بھاگنے والے کے۔
ترجمہ: حتی کہ وحی کے راستہ سے شیاطین ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔

شرح: یعنی شیاطین پر شہاب ثاقب کی ایسی بارش ہوئی کہ سر اسیمہ و پریشان ہو کر خبر آسانی
لے کر آنا تو کہاں اپنی جانیں بچا کر ایک پر ایک گرتا پڑتا واپس آ رہا تھا۔ مولانا شاہ
عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ شہاب جس شیطان کے لگ جاتا ہے وہ
تو ہمیشہ کو ہلاک ہو جاتا ہے اور جو زخمی ہوتا ہے وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اردو میں چھلاو
کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

كَانَهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ اِبْرَهَةَ
اَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصَىٰ مِنْ رَّاحَتِيهِ رُم

۷۰

حل لغات: کان۔ برائے تشبیہ، گویا کہ۔ ہربا۔ الفرار والخوف، ان کا بھاگنا۔
ابطال۔ جمع بطل، شجاعت، لڑنے والا بہادر۔ لڑنے والے بہادر۔ ابرہہ۔ اسم ملک الیمن،
بادشاہ ابرہہ کا ساتھ تھا۔ او۔ یا۔ عسکر۔ اس لشکر کی طرح ہلاکت تھی۔ بالحصی۔ جوان
کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ من راحتہ۔ راحتین، حذف النون، بضرورت الشعر،
کف دست، جو کنکریاں کف دست سے رُم۔ پھینکی گئیں۔

اور اس کی لپٹ اس مکان کو جا لگی۔ جو کچھ زیب و زینت کا سامان تھا تمام جلا لگی۔ وہ قافلہ یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا۔ ابرہہ کو اس کی اطلاع دی گئی اور بتایا کہ وہ قافلہ مکہ والوں کا تھا۔ پس پھر کیا تھا ابرہہ کا غصہ اور بھی بھڑکا۔ آخر اس نے فوری حکم دیا کہ ہاتھی اور فوج کثیر تیار ہو۔ اور محمود نامی سب سے بڑا ہاتھی ہماری سواری کے لیے لایا جائے۔ مختصر یہ کہ محمود ہاتھی پر ابرہہ سوار ہوا۔ اور لشکر سلیقہ سے آراستہ ہو کر صفیں درست کر کے روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طائف پہنچا تو قبیلہ بنی ثقیف نے رہنمائی کے لیے ابوغال نامی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ابوغال لشکر ابرہہ کو مقام مغمس تک پہنچا کر مر گیا۔ عرب نے اس کی قبر کو سنگسار کر ڈالا۔ ابرہہ نے اول اسود بن مقصود کو مکہ روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل مکہ کے اونٹ اور مال پر لوٹ مار کی۔ اس میں دو سواونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی لوٹ لیے۔

پھر ابرہہ نے حناط حمیری کو مکہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہاں کے صنادر اور سرداروں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ میں تم سے لڑنے نہیں آ رہا ہوں بلکہ انہدام کعبہ میرا مقصد ہے۔ اگر تم میرے اس ارادے میں حائل نہ ہوئے۔ تو میں تم سے کوئی مزاحمت نہ کروں گا۔ ورنہ پھر جو مقابلہ میں آئے گا اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے حناط حمیری کو اطمینان دلایا اور کہا۔ کہ ہمیں اس میں مزاحمت کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ہمارا عقیدہ میں یہ خانہ خدا ہے اور اس کے خلیل ابراہیم کی تعمیر کی ہوئی عمارت ہے۔ خدا رب العزت کو اختیار ہے کہ اپنا گھر گرانے دے یا گرانے سے ابرہہ کو روکے، ہماری طرف سے اسے بے فکر رہنا چاہیے۔

قاصد نے کہا: آپ چلیں اور خود یہ سب باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ آپ ساتھ ہو لیے۔ جب لشکر میں پہنچے، تو آپ کا ایک دوست ذونصر نامی اس لشکر میں تھا۔ اس کا حال معلوم کیا، بتایا گیا کہ وہ قید میں ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہدم کعبہ کے عزم سے ابرہہ کو روکا تھا۔ آپ قید خانہ میں اس سے ملے۔ اور اپنے دو سواونٹوں کی بابت ذکر کیا۔ ذونصر نے اپنی معذوری اور قید کا عذر پیش کر کے ایک فیلبان کا پتا دیا جس کا نام انیس تھا اور اسے سفارشی چٹھی دی اور عبدالمطلب سے کہا۔ یہ آپ کو ابرہہ سے ملا دے گا پھر خود کہہ سن لینا۔ چنانچہ

آپ انیس سے ملے اور اس کے ذریعہ ابرہہ تک پہنچے۔ انیس نے ابرہہ سے کہا: سردار قریش اور صنعدہ مکہ بھی ہیں۔ ابرہہ نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور حضرت عبدالمطلب قدرًا کچھ وجہ، جمیل اور بارعب واقع ہوئے تھے۔ ابرہہ آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور تخت سے اتر کر آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ترجمان سے کہا: ان سے دریافت کرو یہ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے دو سوانٹ جو اسود بن مقصود لوث میں لے گیا ہے وہ دلا دیں۔ ابرہہ نے کہا: میں تمہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوا تھا اور تمہاری عزت و عظمت میرے دل پر سکون ہو چکی تھی مگر تمہاری درخواست سن کر میرا خیال بدل گیا۔ تم اپنے اونٹ لینے میرے پاس آئے اور خانہ کعبہ جو تمہارا دین و ایمان ہے۔ اس کا تم نے ذکر تک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: بادشاہ اونٹ میری ملک ہیں اس لیے ان کی واپسی کی درخواست تجھ سے کر رہا ہوں اور کعبۃ اللہ نہ میری ملک، نہ میں اس کا مالک۔ اس کا مالک خود خدا ہے۔ وہ اپنے گھر کا مجھ سے بہتر محافظ ہے۔ اس لیے مجھے ایسے زبردست محافظ کے ہوتے اس کے لیے سفارش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابرہہ نے کہا: اچھا تم اپنے اونٹ لے جاؤ اور میں دیکھوں گا کہ مجھ سے خانہ کعبہ کو بچانے والی کون سی طاقت ہے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں آئے اور اہل مکہ کو خبردار کیا اور انہوں نے کہا کہ تم پہاڑوں میں پناہ گزین ہو جاؤ۔ اس فکر جراب سے گھرانہ تمہارے بل بوتے کا کام نہیں۔

پھر حضرت عبدالمطلب اٹھے اور چند قریشیوں کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ میں آئے اور حلقہ کعبہ پکڑ کر دعا حفاظت کعبہ کی اور فتح و نصرت مانگی۔ چنانچہ آپ کی زبان مبارک پر جو اشعار دعائیہ جاری تھے۔ ان میں دو یہ ہیں:

یا رب لا ارجو لہم سواک یا رب فامنع منہم حماک
ان علو البیت من عاداک امنعہم ان یخربوا فہاک
اور علامہ غزالی نے یہ اور لکھا ہے کہ جب آپ تخت ابرہہ کے پاس پہنچے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ مثنوی:

اللہم یا سمیع یا بصیر یا علیم یا خیر انت جعلت نور حبک فی
 سنن سنة فجرمة صاحبه لا تجعلنی حقیرا ولا عجیلا بین یدئ الظالمین۔
 فرماتے حضرت عہد المطلب دعا کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ کی گھاٹیوں میں
 چلے گئے کہ اسے میں صبح کے وقت ابرہہ نے بیت اللہ کی طرف چڑھائی کی اور محمود ہاتھی کو
 ہم کعبہ کے لیے تاحرہ کیا۔ جب محمود ہاتھی کعبہ اللہ کی طرف ہانکا گیا تو نفیل بن حبیب جمعی
 نے ہاتھی کا کان پکڑ کر کہا کہ محمود اگرچہ میں تیرا مہاوت یعنی فیلبان ہوں۔ لیکن اس وقت تو
 میری فرمانبرداری نہ کر اور جہاں سے آیا ہے خیریت سے واپس لوٹ جا کیونکہ اس وقت تو
 خدا کے محترم شہر میں ہے۔ محمود نے یہ سنتے ہی نفیل کو اپنے اوج سے گرا دیا۔ نفیل دوڑ کر
 پہاڑی پر چڑھ گئے۔ لشکریوں نے اس ہاتھی کو بہت مارا مگر اس نے ایسی گردن گرائی کہ اٹھا
 ہی نہیں۔

جب اسے یمن کی طرف ہانکا تو تیز تیز چلنے لگا پھر اسے کعبہ کی طرف ہانکا تو گردن ڈال
 دی۔ ابھی یہی خداضدی ہو رہی تھی کہ یمن جانب اللہ دریا کی طرف سے اہانتیل پندوں کا
 ایک لشکر اڑتا ہوا آیا۔ جس کے پاس ایک ایک سنگریزہ چوڑی میں ایک ایک ٹپوں میں تھا۔
 جس کی جسامت سور کے دانہ سے زائد نہ تھی اور لشکر ابرہہ چہ یہ پرند چھانکے اور وہ لشکریاں
 پھینکتی شروع کیں۔ جس کے اوپر یہ کنگری پڑتی تھی اسے ہلاک کر دیتی تھی۔ تھوڑی دیر
 میں لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔

پھر ایک سہیل آیا جو تمام لاشوں کو بہا کر دریا میں لے گیا جو سنگریزوں سے بچے وہ وہاں
 اپنے راستے پر لوٹے۔ نفیل بن حبیب فیلبان سے راستہ پر چھنے لگے تو انہوں نے جواب میں کہا:
 این المفور والالہ الطالب والاشرم المطلوب غیر الغالب
 غرضیکہ بحالت سراستہ کی کہ سے بھاگے تو راستہ میں ہلاک ہوتے چلے گئے۔ اور
 ابرہہ بے یار و مددگار مقام صنعاء تک پہنچا۔ تو یہاں آ کر ایسا مرض لاحق ہوا کہ اس کے اعطاء
 ایک ایک کر کے گئے اور چند دن میں ہلاک ہو گیا۔

مصرع ہائی میں جو او عسکر بالحصی من راحتیہ رمی فرمایا ہے وہ اس مجزہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ بدر اور حنین میں ظاہر ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یوں ہے کہ جب لشکر کفار پوری جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا تو حضور ﷺ نے شاہد الوجوہ فرما کر ایک مشہور شہر کی ان کی طرف پھینکی جس کا یہ اثر ہوا کہ ایک مشہور شہر سے ہزاروں کی آنکھوں میں ٹپک پڑ گئی۔ اور وہ آنکھیں ملتے ملتے فرار ہو گئیں۔ اور جَاءَ الْعَقْبُ وَرُفِقَ الْبَاطِلُ کا ظہور ہو گیا۔ مصرع کی اخیر میں رنی بسیرۂ مجبول اس لیے استعمال کیا کہ ایک مشہور شہر کی ہزاروں کی آنکھوں میں درحقیقت قوت خداوندی سے پہنچی۔ تو وَفَارَقَ رَافِئَةُ رَافِئَةُ وَلَکِنَّ اللہَ سَلَمَی کے ماتحت اس میں قائل حقیقی حضرت عزت و عظمت تبارک و تعالیٰ عزاسمہ تھا۔ جس نے اپنی قوت کا مظاہرہ دست محبوب سے کرایا۔ یا پردہ محبوب میں اپنی شان دکھائی۔ واللہ الحمد۔

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
 لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
 ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
 تیرے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں
 ادھر بھی تو سن اقدس کے دو قدم جلوے
 تمہاری راہ میں مشہور غبار ہم بھی ہیں
 کھلا دو غنچہ دل صدقہ باد دامن کا
 امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
 تمہاری اک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے
 پڑے ہوئے تو سر رہ گزار ہم بھی ہیں
 جو سر پہ رکھنے کو مل جائے کفش پائے حضور
 تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشاہ والا کا صدقہ بنتا ہے
 کہ خسرووں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں
 حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
 انہی کے تم بھی ہو ایک راجہ خوار ہم بھی ہیں



WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل خامس۔۔ معجزات کے بیان میں

بُذًا بِهِ بَعْدَ تَسْبِيحٍ يَبْطِنُهُمَا
بُذَ الْمُسْبِحِ مِنْ أَحْشَاءِ فَلْتَقِمِ

حل لغات: بُذًا۔ الوسی من الید۔ پھینکنا ان کا۔ بعد۔ ان کنکریوں کو دشمن کی طرف۔
بعد تسبیح۔ بعد تسبیح کے۔ یبطنہما۔ ای فی بطن الرّاحین۔ کہ وہ ان کی منہ میں
تسبیح کر رہی تھیں۔ بُذًا۔ ای کبذ۔ شل اس پھینکنے کے۔ المسبیح۔ جو تسبیح کرنے والے
کو۔ من احشاء۔ جوف بطن سے پھینکا۔ ملتقم۔ التقام۔ نکل جانا نکل جانے کے بعد۔
ترجمہ: یعنی حضور ﷺ کا دشمنوں کی طرف کنکریوں کا پھینکنا اس وقت تھا جب کہ وہ
کنکریاں حضور ﷺ کے دست اقدس میں سبحان اللہ کہہ رہی تھیں، یہ ایسے پھینکنا تھا جیسے
حضرت یونس تسبیح کے ساتھ پھل کے پیت سے نکلے۔

شرح: حدیث میں ہے کہ

انه عليه السلام لما اخذ بقبضة من الحصيات بالوحي سبحت في كفه
وهو يسمع ثم اعطاها ابا بكر فسبحت ايضا في كفه ايضا وهو يسمع ثم
اعطاها عمر فسبحت في كفه ايضا وهو يسمع ثم اعطاها عثمان ثم
اعطاها عليا فسبحت في كفهها وهو يسمعان۔

”یعنی جب حضور ﷺ نے وہ کنکریاں بحکم الہی اٹھائیں تو وہ تسبیح کر رہی تھیں اور
حضور ﷺ مسرور فرما رہے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو
عطا فرمائیں تو ان کے ہاتھ میں وہ تسبیح کر رہی تھیں اور آپ سن رہے تھے۔ پھر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں۔ تو وہ بدستور سبح تھیں، اور آپ سن رہے تھے۔ پھر حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیں اور یہ بھی وہ تسبیح سن رہے تھے۔“

پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے کف مبارک سے

سگریزے دشمنوں کی طرف ایسے حال میں پھینکے کہ وہ ہر دو کف دست میں سبحان اللہ کہتے تھے۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو شکم ماہی میں تسبیح لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (1) کی تلقین کی اور اس کی برکت سے اس مچھلی نے اپنے شکم سے آپ کو باہر اگل دیا تھا اور آپ نے اس ظلمت کدہ شکم سے نجات حاصل کی تھی۔ اسی طرح کف دست محبوب دو عالم ﷺ سے سگریزوں کا نکل کر دشمن کی طرف جانا فتح لشکر اسلام کا موجب ہوا۔ (اقتباس از اخبار الدول و آثار الاول)

قصہ یونس علیہ السلام مختصر یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اہلیان نینویٰ پر مبعوث ہوئے تھے۔ یہ شہر موصل کے مقابلہ میں واقع ہے اور دریائے دجلہ ان دونوں کے مابین حد فاصل ہے۔ شہر نینویٰ کے باشندے بت پرست تھے۔ آپ نے ایک مدت تک انہیں دعوت توحید دی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ باآنکہ آپ سے جو مطالبات قوم نے کیے، آپ نے انہیں پورا کیا۔ چنانچہ قوم نے کہا کہ پانی سے آگ نکال لے اور اسے بغیر دوسرے ایندھن کے قائم رکھئے۔ آپ نے انہیں آگ نکال کر قائم کر کے دکھا دی مگر ان کی سرکشی بدستور ویسی ہی رہی۔ جب آپ ان کی ہدایت کی طرف سے مایوس ہو گئے تو آپ نے دعا کی۔ جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قوم کو فرما دیں کہ اب تم پر عذاب آنے والا ہے۔ آپ نے بموجب پیشگوئی جبریل قوم کو فرما دیا مگر پھر بھی انہوں نے پروا نہ کی۔ آخر ش آپ رات کو مع اپنے دونوں صاحبزادوں اور اپنی بیوی کے نینویٰ سے ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عذاب رونما ہوا۔ بادِ سموم اور دھواں پھیلا کہ قوم ہوش میں آئی۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلی۔ جب آپ نہ ملے تو انہیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ سب جمع ہوئے اور بحر و نیاز کے ساتھ بارگاہ الہی میں توبہ کی اور زاری شروع کر دی۔ بت پرستی چھوڑ دی اور بغرض حصول رحمت اولادوں کو ماؤں سے علیحدہ رکھ کر دعائیں کیں، ٹاٹ پٹر میلا کچیلہ لباس پہن کر رونے لگے۔ جو کسی سے ظلماً چھینا یا رکھ لیا تھا، وہ واپس کر دیا۔ اور جنگل میں آ کر پکارے:

الحی علیہ السلام نے نبی یونس علیہ السلام اور تمام انبیاء پر ہم ایمان لائے۔ آپ ہماری خطا معاف فرمادے۔ یہ کہہ کر سب سجدہ میں گر گئے۔

ملا کہ عذاب کو حکم ہوا کہ عذاب واپس کر لیں۔ تمام قوم خوش و خرم واپس ہو گئی۔ اور بروایت صحیحہ یہ ہے کہ قوم یونس پر یہ تمام آفات عذاب آئے تھے نہ کہ عذاب، اس لیے کہ عذاب آنے کے بعد واپس نہیں ہوتا۔ اِنَّهُمْ اَتَتْهُمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْذُوٍّ (۱) صاف ارشاد ہے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام واپس لوٹے کہ قوم کا حال دیکھیں تو راستہ میں شیطان لعین ایک ضعیف العمر کی صورت میں ملا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا: شہر نینوئی سے، آپ نے فرمایا: آج وہاں کے لوگوں پر کیسی گزری۔ شیطان نے کہا: یونس نبی علیہ السلام نے عذاب کی خبر دی تھی مگر عذاب نہ آیا۔ اس قوم کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ نبی نہ تھے۔ یہ سن کر یونس علیہ السلام کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا جو مجھے جھوٹا جانتی ہے اور بلا اذن الہی دوسری طرف روانہ ہو گئے حتیٰ کہ آپ چلتے چلتے اپنے دونوں صاحبزادوں اور بیوی کے دجلہ کے کنارے پر پہنچے اور پہلے بڑے صاحبزادے کو دریا پار اتار آئے۔ اس کے بعد چھوٹے صاحبزادے کو لے کر دجلہ کے وسط میں پہنچے تو پانی زیادہ ہو گیا اور چھوٹے صاحبزادے ڈوب گئے۔ اور جو بڑے صاحبزادے کو پر لے کر لے کر لے چھوڑ آئے تھے، دیکھا کہ انہیں بھیڑیا لے گیا۔ آپ پانی سے نکل کر بھیڑیے سے چھڑانے کو دوڑے تو بھیڑیا بنگام الہی بولا کہ یونس! واپس ہو جائیں۔ صاحبزادے کو میں نے بنگام الہی پکڑا ہے۔ اب یہ آپ کے ہاتھ نہ آئیں گے۔ آپ راضی رہنا واپس اپنی بیوی کی طرف تشریف لائے تو یہاں وہ نہ ملیں۔ تو آپ سخت غمگین ہو کر دالے لگے اور دالے دوتے سمندر تک پہنچے۔ وہاں ایک کشتی پار جانے کو تیار کھڑی تھی۔ آپ نے کشتی والوں سے پار جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ان لوگوں نے آپ کو سوار کر لیا۔ جب کشتی سمندر کے کنارے سے دور ہوئی تو ایسا طوفان اٹھا کہ کشتی دالے کے قریب ہو گئی۔

سب کشتی والوں نے جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ کشتی میں کوئی خطا کار شخص ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کشتی میں ایک غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک تم اسے دریا میں نہ ڈالو گے، نجات نہ پاؤ گے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی اور منہ کشتی کی طرف کھولے ہوئے آنے لگی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب بلائیں تم پر میرے سبب سے ہیں۔ مجھ کو دریا میں ڈال دو تمہیں امن مل جائے گا۔ اہل کشتی نے کہا کہ بغیر قرعہ ڈالے ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ آخر تین بار قرعہ اندازی کی گئی۔ تینوں بار حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر ہی قرعہ پڑا۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: **فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (1)** ای من المغلوبین۔

ناچار آپ کو دریا میں ڈالا اور علی الفور مچھلی نے آپ کا لقمہ کیا۔ یہ وقت نصف رات کا تھا۔ اس اعتبار سے آپ پر تین تاریکیاں تھیں ایک تاریکی شب دوسری تاریکی دریا، تیسری تاریکی شکم ماہی۔ چنانچہ یونس علیہ السلام نے ان تاریکیوں میں پھنس کر اپنے رب کو پکارا۔ اور ان الفاظ میں پکارا: **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ**۔

اس دعا پر جناب باری کی طرف سے مچھلی کو حکم ہوا کہ ہمارے یونس کو محفوظ رکھ۔ چنانچہ بحکم الہی آپ ایک مدت تک شکم ماہی میں رہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ آپ چالیس روز اس کے پیٹ میں رہے جب یہ مچھلی گھومتے گھومتے اس جگہ پہنچی۔ جہاں آپ کو لقمہ کیا تھا تو ساحل پر آپ کو اگل دیا تو آپ کا جسد اطہر اب ایسی حالت میں تھا۔ جیسے انڈے سے چوزہ نکلتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے درخت کدو پیدا فرما دیا۔ جس روز آپ شکم ماہی سے نکلے تھے محرم الحرام کی 7 تاریخ تھی۔ پھر بحکم الہی آپ کے پاس ایک آہو مادہ (ہرنی) آگئی اور اس نے اپنا دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اسی طرح چالیس دن میں آپ کو کچھ طاقت حاصل ہوئی۔ تو آپ نے دیکھا کہ کدو کی بیل خشک ہے اور وہ ہرنی بھی غائب ہے تو آپ کو صدمہ ہوا اور آپ رونے لگے تو آپ پر وحی آئی کہ یونس! ایک بیل کدو کی اور ہرنی کے ضائع

ہر لے پر تم بیچ کر رہے ہو اور ایک لاکھ ستر ہزار آدمی جو اولاد پر ایمان علیہ السلام سے تھے ان کی ہجرت پر تمہیں بیچ کر دیا۔

اسنے میں ایک فرشتہ مدخلے لایا اور آپ کو وہ پہنائے اور کہا: یونس اپنی قوم میں تشریف لے جائیں کہ وہ آپ کے مشتاق ہیں آپ بحکم الہی وہاں تشریف لے چلے۔ رات میں ایک گاؤں آیا وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے اور وہ پکار رہا ہے کہ جو شخص اس عورت کو شہر نیوٹی میں یونس بن حسی کے پاس پہنچا دے اس کو سو مشقال سونا دوں گا۔ آپ نے جو دیکھا تو وہ آپ کی بی بی تھیں۔ آپ اس کے پاس گئے اور قصہ دریافت کیا۔ اس نے کہا: یہ عورت دریا کے کنارے اپنے شوہر کی منتظر تھیں کہ وہاں ایک بادشاہ شاہان نواحی سے گزرا اور انہیں جبراً اپنے گھر لے گیا۔ جب آپ کے ساتھ بری نیت کا اظہار کیا تو خدا نے اس کے دونوں ہاتھ بے مثل کر دیے۔ بادشاہ نے اس پاک بی بی سے درخواست دعا کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے انہیں میرے حوالہ کیا اور سو مشقال زر خالص دیے کہ میں انہیں شہر نیوٹی میں یونس بن حسی کے پاس پہنچاؤں۔

آپ نے اپنا نام مبارک بتایا اور زوجہ محترمہ نے تصدیق کی۔ اس نے سو مشقال اور بی بی صاحبہ کو آپ کے حوالے کر دیا۔ ابھی آپ مع اپنی زوجہ محترمہ کے دو فرسخ چلے تھے کہ دوسرا گاؤں ملا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جو سوار ہے اور اس کے پیچھے آپ کے چھوٹے صاحبزادے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ وہی صاحبزادے ہیں جو دریا میں ڈوب گئے تھے۔ آپ نے صاحبزادہ کو لیا اور نگے لگایا۔ سوار نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یونس بن حسی ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے گزشتہ قصہ پوچھا۔ اس نے کہا: میں مای گیر ہوں۔ ایک روز میں نے جبل میں جال ڈالا تو اس میں یہ صاحبزادے آ گئے۔ میں نے دیکھا تو اندھ تھے کہ اسنے میں غیب سے آواز آئی کہ اس بچے کو اچھی طرح رکھ۔ جب تک تیرے پاس اس کے والد حضرت یونس بن حسی تشریف نہ لائیں جب وہ آئیں تو انکے حوالے کرتا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آگے چلے تو سربراہ دیکھا کہ ایک لڑکا بکریاں چرا رہا ہے اور اندھا دکھاتا ہے کہ الہی مجھے میرے والد سے جلدی ملا دے۔ آپ نے دیکھا تو وہ بڑے

صاحبزادے تھے۔ آپ نے انہیں گھٹے لگایا اور ساتھ چلنے کو فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: ہاں! یہ بکریاں اس گاؤں والے کی ہیں اس کے حوالے کر دوں۔ پھر حضور کے ساتھ چلوں۔ آپ صاحبزادے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ گاؤں میں ایک مکان کے دروازہ پر ایک ضعیف العمر بیٹھے ہیں۔ یہ بچے، بکریاں سپرد کیں اور فرمایا: یہ میرے والد بزرگوار ہیں۔ وہ اسٹھے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ چومے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو اس لڑکے کا حال معلوم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں ان بکریوں کو چرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک بھینٹریے کی کمر پر سوار ہے۔ اس بھینٹریے نے اپنی کمر سے اس لڑکے کو میرے پاس آ کر اتار دیا اور بزبان فصیح بولا کہ چرواہا ہے! اس لڑکے کو بحفاظت اپنے پاس رکھ۔ اس کے پاس یونس بن متی جب تشریف لائیں ان کے سپرد کر دینا کہ یہ ان کا فرزند ہے۔ آپ آگے چلے تو غینوی کے قریب میں ایک چرواہا ملا آپ نے اس سے دودھ مانگا۔ اس نے کہا جب سے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہوئے ہیں ہم نے دودھ نہیں چکھا۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایک بکری میرے پاس لاؤ۔ وہ لایا آپ نے اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا وہ دودھ اتار لائی۔ آپ نے دودھ دوہا یہ دیکھ کر چرواہا تعجب میں آگیا اور کہنے لگا کہ اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں یونس میں ہی ہوں۔ یہ سن کر چرواہا آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا: تو شہر میں جا اور قوم کو میری خبر پہنچا دے۔ عرض کرنے لگا: حضور! وہ لوگ میرا یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا: بکریاں ساتھ لے جا وہ تیری تصدیق کریں گے۔ آخر شہر چرواہا بکریاں لے کر چلا اور جب وسط شہر میں پہنچا تو پکارا: اے لوگو! مبارک ہو ہمارے نبی یونس علیہ السلام واپس تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے اسے جھٹلایا تو اس نے کہا: میں سچا ہوں اور میری تصدیق یہ بکریاں کریں گی چنانچہ بکریوں نے باذن الہی تصدیق کی۔

شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ غینوی کو پہنچی وہ تخت سے اتر ا اور تمام اہل شہر کو ساتھ لے کر اس جنگل میں حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کی اپنے ساتھ شہر میں لے گئے۔ اور بادشاہ نے تخت پر آپ کو بٹھایا خود خادمان طور سے آگے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ گھر گھر خوشی ہونے

کی۔ ہندو، بدھ اور دیگر مذاہب آپ نے اس پر دیا ہے کہ لاکھوں کو ہمارے تحت آجائے۔
 وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

حاضر فرمائی اپنی شرح میں امت یس علیہ السلام کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تھیں فرما
 ہے کہ اس کی تعداد بھی یہ ہے۔ اور پانچ لاکھ انبیاء ^{الکھمسی} بھی ہیں۔

جَاءَتْ لِدَعْوِيهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةٌ

تَمْسِيْ الْيَدِ عَلَى سَاقِ بِلَا قَدَمِ

اصل لغات: جاء ت۔ اى آت۔ صيف ماضى مؤنث۔ اور آئے۔ لدعوتہ۔ ان کے
 بلانے سے۔ الاشجار۔ جمع شجر۔ درخت۔ ساجدة۔ ام قائل۔ سجدہ کیے ہوئے۔
 تمسیت۔ صيف مضارع۔ پڑتے ہوئے۔ اليد۔ ان کی طرف۔ على ساق۔ ساق
 پڈلی۔ اوپر پائی پڈلیوں کے۔ بلا قدم۔ بغیر قدموں کے۔

ترجمہ: اور آئے درخت حضور ﷺ کے بلانے سے سجدہ کرتے ہوئے آپ کی طرف
 اپنے تالیقی پڈلیوں سے بغیر قدم کے۔

شرح: اس بیت مبارک میں حضور ﷺ کے اس معجزہ کا تذکرہ ہے جو حضور ﷺ سے
 تھا ہر قسم میں آیا۔ مواہب اور شفاء شریف میں ہے۔ امام احمد حضرت ابوسفیان سے
 روایت ہے۔

فَقَالَ جِبْرِيلُ النَّبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ
 جَلِسٌ خَطْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْبَيْتَاءِ حَيْثُ ضَرَبَهُ بَعْضُ أَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ لَهُ
 جِبْرِيلُ الْحَبُّ أَرَيْكَ آيَةَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ ادْعُ لَكَ الشَّجَرَةَ الَّتِي وَرَاءَ
 الْوَادِي فَدَعَاَهَا فَجَاءَتْ تَمْسِيْ يَدِيْ فَامْتَمَّتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ مَرَّهَا فَلَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ
 مَكَانَهَا فَلَمَّا رَهَا لَمَّا رَجَعَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَسْبِيْ حَسْبِيْ

آیات میں حضور ﷺ کے ہاتھ امت آدمی میں جبریل حاضر ہوئے۔ اور حضور
 ﷺ کے ہاتھ کے بعض حصوں نے مل کر کیا تھا جس سے حضور ﷺ نے ان کا سرخ ہوا

پہنا ہوا تھا اور حضور ﷺ کچھ غمگین تھے کہ روح الامین نے عرض کی: حضور! ﷺ چاہیں تو کوئی نشان ملاحظہ فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جبریل نے عرض کی اس درخت کو حضور ﷺ بلائیں جو ایک وادی کے پیچھے ہے۔ حضور ﷺ نے بلایا تو وہ انسان کی طرح چلتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے آیا پھر عرض کی کہ اب حکم فرمائیں کہ یہ اپنی جگہ واپس جائے تو حذیر ﷺ نے حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا، یہ مجھے کافی ہے یہ مجھے کافی ہے۔“

دوسری روایت میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

جَاءَ اَعْرَابِيٌّ وَسَالَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيَةُ فَقَالَ لَهُ قُلْ لَتَلِكِ الشَّجَرَةُ اَنْ رَسُولَ اللَّهِ يَدْعُوكَ فَمَالَتْ الشَّجَرَةُ عَنْ يَمِينِهَا وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا فَتَقَطَعَتْ عِرْوَقَهَا ثُمَّ جَاءَتْ حَتَّى وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْاَعْرَابِيُّ مَرَهَا فَلْتَرْجِعْ اِلَى مَنِئِبَتِهَا فَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عِرْوَقَهَا فِي مَوْضِعِهَا۔

”ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صداقت نبوت پر نشان طلب کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جا اور اس درخت کو کہہ کہ حضور ﷺ تجھے طلب فرما رہے ہیں بدوی نے جا کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمن و شمال (دائیں و بائیں) سے اپنی جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ حضور نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جاملا۔“

اور ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ طہارۃ کے لیے

بدوی نے جا کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمن و شمال (دائیں و بائیں) سے اپنی جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ حضور نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جاملا۔“

نے رہا اللہ کے حکم سے "قالتما" دونوں نے رہے "بعد قضاء حاجت حضور ﷺ نے فرمایا: *انظر لهما الى اما كتبها* "میلہ و میلہ ہو کر دونوں اپنی اپنی جگہ پہلے باز"۔ چنانچہ پہلے مجھے اور کسی ہی ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

اس ایک فقرہ میں چند غارقی عادات اسور ثابت ہوتے ہیں:

اول۔ نباتات کا نام و خطاب۔ دوم، نباتات کا مٹی (چال) مثل حیوانات۔ سوم، شہادۃ رسالت ﷺ از نباتات

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

کَانِمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لَمَّا كُتِبَتْ

فُرُوغَهَا مِنْ بَدِيعِ الْخَطِّ فِي اللَّقْمِ

حل لغات: کانما۔ گویا کہ۔ سطر۔ سطر کھینچ رہے تھے۔ سطر۔ سیدھی سطر۔ لما۔

کُتِبَتْ۔ جیسے کہ لکھنے میں لکھتے ہیں۔ فروعها۔ شاخیں ان درختوں کی۔ من بدیع الخط۔

یعنی مثل خط بدیع۔ خوشخط لکھائی سے۔ فی اللقم۔ ہر دو میانہ راہ سطور کے مابین تھیں۔

ترجمہ: گویا وہ درخت ایک خط کھینچتے ہوئے آرہے تھے اور ان کی شاخیں مابین السطور

خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں۔

شرح: مفہوم ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بلانے پر وہ درخت ایسی سیدھی اپنی شاخوں کے

ساتھ ملحق آئے تھے کہ گویا ایک سیدھی سطر اپنی راہ میں لکھتے ہوئے آرہے ہیں کہ من اطاعہ

نحیی ومن ثمرکہ عرق۔ (1)

اس بیت مبارک میں ایک ہدایت بھی ہے کہ جب شجر و حجر اس طرح امتثال امر میں

لگتے رہے ہیں تو مسلمان انسان تو اطاعت و امتثال میں اولیٰ بالسباۃ ہونا چاہیے (2)۔

سلک الشجر نطق الحجر شقی القصر باشارۃ (3)

1۔ جس نے حضور ﷺ کی فرمانبرداری نہ کیا اس نے ان کے طریقہ کو چھوڑ دیا و باریق ہو گیا۔ 12

2۔ انسان کی طبیعت کو اپنی طبیعت میں چاہیے۔ 12

3۔ حضور ﷺ کی اشارت سے درخت بھی چلے، حجروں نے کام کیا اور چاند بھی چلے۔ 12

مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَتَى سَارَ سَائِرَةً

تَقِيهِ خَرَّ وَطَيْسَ لِلْهَجِيرِ حَمِي

حل لغات: مثل الغمامة۔ غمامہ بادل۔ مثل بادلوں کے۔ اتی۔ جہاں کہیں۔ سار۔ ماضی از سیر۔ تشریف لے جائیں۔ سائرة۔ سیر کرنے کو۔ تقيہ۔ مضارع۔ از وقایت بچانا۔ بچانے کے لیے۔ حر۔ گرمی سے۔ وطيس۔ تنور آہنی۔ استعارہ از حرارت شدید۔ تیز حرارت۔ للهجیر۔ ہجیر۔ گرمادو پہر۔ اور گرمی دو پہر سے۔ حمی۔ ماضی از حمی گرم ہونا۔ جو گرم کر دے۔

ترجمہ: حضور ﷺ جہاں تشریف لے جاتے ایک بادل جیسی چلنے والی چیز حضور ﷺ کو دو پہر کی گرمی سے بچانے کے لیے ساتھ ہوتی تھی۔

شرح: ابر اور آسمان وزمین تمام حضور ﷺ کے تابع تھے۔ چنانچہ ایک ابر حضور ﷺ کے ساتھ چلنے والا تھا جہاں کہیں حضور ﷺ تشریف لے جاتے وہ حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہمراہ ہوتا۔

صحیح احادیث میں ہے:

انه عليه السلام اذا نام في الصحراء كانت تجيء له الاشجار وتظله

ولان الغمامة سبب لانبات النباتات والاشجار
”یعنی حضور ﷺ جب جنگل میں آرام فرماتے تو درخت جمع ہو کر حضور ﷺ پر سایہ کرتے اس لیے کہ ابر (نباتات اور درختوں کے اگانے کا سبب ہے) تو ناظم فہم رحمہ اللہ نے سبب کو دکھا کر تمام وہ چیزیں مضمحل فرمادیں جو اس کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں۔“

اور اس بیت مبارک میں قصہ بحیراراہب کی طرف بھی اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ جب حضور ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے برائے تجارت ملک شام تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سپید ابر حضور ﷺ کے لیے بھیجا کہ وہ حضور ﷺ پر دھوپ سے سایہ کرتا ہوا چلے۔ جب قافلہ صومعہ بحیراراہب کے پاس پہنچا اور اس کے گرجا کے

قریب اتر آو جس درخت کے نیچے قافلہ اترادہ خشک تھا۔ اس قافلہ کے اترتے ہی وہ سر ہل ہو گیا۔ پھر اپنے صومعہ سے نکلا اور دیکھا کہ ایک ابر اس قافلہ پر سایہ گستر ہے۔ اس نے جان لیا کہ اس قافلہ میں کوئی نبی ہے۔ چنانچہ اس نے تمام قافلہ کی دعوت کی تاکہ صاحب فہم کو پہچانے۔ دعوت میں سب گئے اور سامان کی محافظت کے لیے حضور ﷺ کو اس لیے چھوڑ گئے کہ سب سے زیادہ اعتماد ان کو حضور ﷺ پر تھا۔

راہب نے دیکھا کہ ابر بدستور اس جگہ ہے اور قافلہ کے لوگ دعوت میں آچکے ہیں۔ راہب نے پوچھا: اهل بلی منکم احد فی مکانکم ”کیا تم میں سے کوئی اپنی قیام گاہ پر رہ گیا ہے“۔ اہل قافلہ نے کہا: ایک سامان کی محافظت کے لیے رہ گئے ہیں۔ راہب نے کہا: انہیں بھی بلاؤ چنانچہ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو راہب نے دیکھا تو وہ ابر دروازہ صومعہ پر ہے۔ راہب نے کہا:

یا شباب من ای بلدة انت۔ ”اے جوان تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا: من ای قبيلة ”آپ کس قبیلہ سے ہیں“۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قریش سے۔ راہب نے کہا: ما اسمک ”آپ کا اسم مبارک کیا ہے“۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا نام محمد ﷺ ہے۔

یہ سن کر راہب حضور ﷺ کی طرف گرا اور پیشانی اقدس کو چومنے لگا اور کہنے لگا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور اسلام لے آیا۔

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الہی میری تہائی کی
لاح رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی
اسے میں قرہاں میرے آقا بڑی آقائی کی
عرش تا فرش سب آئینہ حناۃ حاضر
اس قسم کھائیے اسی حیرانی کی

شمس جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
 دھوم و انجم میں ہے آپ کی بینائی کی
 چاند اشارے پہ ہلا حکم کا باندھا سورج
 واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی
 تنگ ٹھہری ہے رضا جس کے لیے وسعت عرش
 بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی
 أَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ إِنَّ لَهُ
 مِنْ قَلْبِهِ نِسْبَةً مَبْرُورَةَ الْقَسَمِ

۴۵

حل لغات: اقسمت۔ ماضی متکلم از اقسام۔ قسم کھاتا ہوں میں۔ بالقمر۔ اس چاند کی۔
 المنشق۔ جوشق ہوا۔ ان لہ۔ کہ بے شک اس چاند کو۔ من قلبہ۔ قلب محبوب سے۔
 نسبة۔ نسبت ہے۔ مبرورۃ القسم۔ سچی قسم۔

ترجمہ: میں شق شدہ چاند کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کسب نور میں حضور ﷺ کے قلب مبارک
 سے نسبت ہے اور یہ میری قسم مبرور ہے۔

شرح: ماہ شکستہ دل کی سچی قسم کھا کر ناظم فہم فرماتے ہیں کہ بے شک چاند کو حضور ﷺ
 کے قلب منور سے ایک نسبت و رابطہ ہے۔ اور اس مناسبت کی جو قسم کھاوے وہ سچا ہے۔
 اور یہ مناسبت بوجہ عیدہ ہے۔

اول۔ شق صدر محمد ﷺ اور شق قمر میں۔

دوم۔ شق صدر کے بعد التیام ہوا اور اسی طرح شق قمر کے بعد بھی التیام ہوا۔

سوم۔ قمر میں نورانیت ہے اور قلب پاک بھی منبع انوار ہے۔

چہارم۔ جس طرح قمر نور شمس سے مستفیض ہو کر شب تاریک میں نور پیزی کرتا ہے۔ اسی
 طرح جناب سرور عالم ﷺ کی اپنے مبداء فیض سے استفادۂ نور فرما کر دلہائے تاریک کو
 روشن فرماتے ہیں اور عالم مستنیر کر رہے ہیں۔

حجم۔ سرعت ہر قطع منازلِ قُرب میں جیسے حضور ﷺ کی خاص شان ہے۔ اسی طرح چاند بھی منازل طے کرنے میں سریع السیر ہے۔ اور معجزہ شق القمر مفسرین نے ایمان مانا اور یہ آیت کریمہ۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشْءُ الْقَوْمُ (۱) میں اس معجزہ کی تصدیق کی۔ اور ابو جہل نے جس طرح اس سے انکار کیا اس کا حال وَ اِنْ يُّرَوْا اٰيَةً يَتَعَرَّضُوْا وَيَقُوْلُوْا اِسْحَارٌ مُّشْتَبِهٌ (2) میں بیان فرمایا، صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اجمالاً مذکور ہے۔
 طبرین کا ایک طبقات کا منکر بھی ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ معجزہ واقعہ میں ظہور پذیر ہوتا تو کتبِ تواریخ میں بلا اختلاف اس کا تذکرہ ہوتا۔

حالانکہ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ چاند ایک ہی بار تمام روئے زمین روشن نہیں کرتا بلکہ جب دور و حرکت کرتا کسی قطعہ زمین کے مقابل آتا ہے تو اسے روشن کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خسوف (چاند گھن) کا حال بھی عام طور پر سب کو معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ حالت خسوف میں جن قطعات ارضیہ کے مقابل ہوتا ہوا وہ گزرا انہیں علم ہوا اور بعد خسوف جہاں آیا انہیں اس کے خسوف کا پتہ نہ چلا۔ یہی وجہ ہے کہ شقِ قمر کی تصدیق میں مسافروں نے جو قُرب و جوار سے آئے اپنی شہادتیں دیں۔ اور جب یہ خبر سامری حاکمِ ملیبار کو تاجرانِ عرب کی زبانی پہنچی تو اس نے کہا کہ اگر میرے روزنامچہ میں یہ خبر درج ملی تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس نے روزنامچہ منگوا یا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو معتبرینِ ملیبار نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ تصدیق پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

اور واقعہ شقِ صدر چند بار ہوا۔ پہلی بار اس وقت ہوا جب کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو آپ کی خواہش کے مطابق حضور ﷺ کے رضائی بھائی کے ساتھ کبریاں چرانے بھیج دیا۔ دفعۃً وہ گھبرا یا ہوا حضرت حلیمہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے پاس دو سپید لباس آدمی آئے انہوں نے اسے لٹا کر شکمِ مبارک چاک کر ڈالا۔ حضرت

۱۔ قیامت آنی اور چاند پھٹ گیا۔

۲۔ اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ چاند پھٹ گیا ہو اور کتبہ میں یہ تو جانا ہے چاند آتا ہے۔

حلیہ فرماتی ہیں: یہ سن کر میں سرا سیمہ و پریشان حضور ﷺ کے رضائی والد کے پاس دوڑی گئی اور انہیں ساتھ لے کر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تمہارا رونق افروز ہیں لیکن چہرہ اقدس پر کچھ آثار خوف کے ہیں۔ حضور ﷺ کو آپ کے رضائی باپ نے گلے لگایا اور پوچھا بیٹا! تمہارا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو سفید پوش آئے اور انہوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینک دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل امین آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو لٹا کر سینہ چاک کیا۔ اور قلب مبارک سے چند قطرات خون سیاہ کے نکال کر پھینکے اور فرمایا: یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر قلب اطہر کو طشت زر میں رکھ کر زمزم سے دھویا اور سینہ میں رکھ کر پھری دیا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب تک سلائی کے نشان سینہ مقدس پر میں دیکھتا ہوں یہ شق صدر اس لیے ہوا کہ حضور ﷺ ایام طفولیت سے ہی معصوم اور وساوس شیطانی سے مصون رہیں۔

تیسرا شق صدر زمانہ بعثت کے قریب میں ہوا۔ جسے ابو نعیم رضی اللہ عنہ دلائل میں نقل فرماتے ہیں۔ اس شق میں مزید کرامت و انوار مطلوب تھے۔

چوتھا شق صدر شب معراج کو ہوا جو صحیحین میں منقول ہے۔ وہ اس لیے تھا کہ قلب اقدس میں قوت سیر ملکوت و معائنہ تجلیات حاصل ہو جائے۔

اب معجزہ شق القمر شرح خرپوتی سے منقول ہے وہ مشکوٰۃ سے نقل فرماتے ہیں:

انتباہ

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے اول قال فی المشکوٰۃ تحریر فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں یہ مشکوٰۃ کون سی ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں یہ واقعہ ہمیں نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی اور کتاب ہے چونکہ شارح علیہ الرحمۃ ایک معتبر عالم اور مفتی شوافع خرپوت ہیں۔ اس لیے اعتماد علی علمہ (ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے) ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب ابو جہل مردود مع اپنے متبعین کے حضور ﷺ سے عاجز آ گیا اور ہر مطالبہ میں

شر کی کھاتار رہا۔ اور حضور ﷺ یونان و مارتی فرمانے لگے اور حضور ﷺ کا شمس شریعت
بلندی حاصل کرنے لگا اور لوگ دن بدن ایمان لا کر زمزمہ مسلمانین میں آنے لگے تو تک آکر
اس نے ایک خط حبیب بن مالک امیر شام کو لکھا۔ وہ خط یہ تھا:

اما بعد لیعلم الملک انه قد ظهر بیننا رجل ساحر کذاب يدعی دینا
واحداً وديناً جدیداً وانه یسب آلهتنا وکلما قابلناه بالحجة غلب علينا
فالیوم ضعف دینک و دین ابائک فالحق به قبل ان یتشر دینہ۔

”بعد سلام دعا کے بادشاہ کو معلوم ہو کہ ہمارے اندر ایک زبردست ہستی ظاہر ہوئی ہے
جسے ہم اپنے ذلیل و ہم میں ساحر و کذاب جانتے ہیں۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ایک رب کی
پرستاری کرو۔ اور نیا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ اور جس
طرح ہم اس کا مقابلہ حجت و دلائل سے کرتے ہیں اتنا ہی وہ ہم پر غالب آ رہا ہے۔ غرض کہ
اب تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین کمزور ہو چلا ہے۔ لہذا جلدی آ کر اس سے مل ورنہ
اگر اس کی تعلیم عام ہو گئی تو پھر تو کچھ نہ کر سکے گا۔“

اس خط کو پڑھ کر حبیب بن مالک بارہ سواروں کے ساتھ چلا اور وادی مکہ میں اترا۔
ابو جہل نے مع عظماء مکہ کے اس کا استقبال کیا اور کچھ ہدیہ پیش کش کیے۔ حبیب نے
ابو جہل کو اپنے یمنین میں جگہ دی اور حضور ﷺ کے حالات دریافت کیے۔ تو ابو جہل نے
کہا: ایہا السید سل بنی ہاشم۔ ”سرکار! بنی ہاشم سے ان کے حالات دریافت
فرمائیں۔“ چنانچہ سب نے کہا:

نعرفہ بالصدق فی صغره ولما بلغ اربعین سنة جعل یسب آلهتنا
ویظہر دینا غیر دین ابائنا۔

”ہم انہیں بچپن سے نہایت راست گو تک جانتے ہیں مگر جب وہ چالیس سال کے
ہوئے تو انہوں نے ہمارے معبودوں کی مذمت شروع کر دی اور ایک نیا دین ہمارے آباء و
اجداد کے خلاف ظاہر کر ڈالا۔“

غرض کہ حبیب نے اپنے عجب کو حکم دیا کہ حضور ﷺ کو یہاں تشریف لانے کی

درخواست کرے۔

حاجب حضور ﷺ کے دربار میں پہنچا اور حبیب بن مالک کی درخواست پیش کی حضور ﷺ تشریف لے جانے کو آمادہ ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلہ حراء اور عمامہ سوداء پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ملبوس فرمایا اور تشریف لے چلے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ داہنی طرف چل رہے تھے۔ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی پیچھے پیچھے آئیں۔ حبیب بن مالک نے جب حضور ﷺ کو جلوہ افروز ہوتے دیکھا۔ یک لخت تعظیم کے لیے سر و قد کھڑا ہو گیا۔

جب حضور ﷺ جلوہ آرائے مسند ہو گئے تو حبیب نے دیکھا کہ وجہ منیر سے انوار متلاً ہیں۔ اور اس کے دل پر حضور ﷺ کی ہیبت اس قدر غالب ہے کہ زبان بند مؤدب حاضر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حبیب بولا:

یا محمد انت تعلم ان للانبياء كلهم معجزات الك معجزات
”حضور! آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام انبیاء تو مخصوص معجزات لائے تھے۔ آپ کے پاس بھی کوئی معجزہ ہے۔“

فقال عليه السلام ما ذا تريد۔

”حبیب تمام انبیاء تو مخصوص معجزات لائے تھے مگر ہم کسی خاص معجزہ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ جو تو چاہے وہ معجزہ ہم ظاہر فرما سکتے ہیں۔“

حبیب نے متحیرانہ طور پر یہ جواب سن کر بڑے غور کے بعد وہ معجزہ طلب کیا جو کسی نبی سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ عرض کرنے لگا:

أريد ان تغيب الشمس وتخرج القمر وتنزله الى الارض وتجعله
منشقا نصفين ثم يعودا الى السماء قمرا منيرا۔

”میں یہ چاہتا ہوں کہ ابھی سورج غروب ہو اور ماہ کامل نکلے پھر اسے آپ زمین پر اتاریں اور اس کے دو ٹکڑے کریں۔ پھر وہ آسمان پر جا کر قمر منیر بنے۔ پھر بدستور سورج

واپس آئے۔

حضور ﷺ نے اس مطالبہ کو نہایت بے پرواہی سے مسوع فرما کر حبیب سے فرمایا:

ان فعلته انؤمن بی

”اگر ہم نے ایسا کر دیا تو کیا تو پھر ایمان لے آئے گا۔“

حبیب نے دیکھا کہ اتنے سخت مطالبہ پر بلا کسی عذر کے آمادگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ تو ایک دو اپنی خاص غرض بھی کیوں نہ عرض کراؤں۔ بولا:

نعم بشرط ان تخبر بما فی قلبی

”بے شک لیکن حضور ﷺ ایک شرط یہ اور ہے کہ جو میرے دل میں ہے اس کی بھی خوشخبری سنائی جائے۔“

غرض حضور ﷺ جبل ابی قیس پر تشریف لے گئے اور دو گانہ عبدیت ادا فرمایا اور دعا کی کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو بشارت دی

ان الله تعالى سخر لك الشمس والقمر والليل والنهار وان لحبيب بن مالك بنت سطيمة **عنى ساقطة على قفاها وليس لها يدان ولا رجلان ولا عینان** فاخبره بان الله تعالى قد رد عليها جوارحها۔

”کہ حضور! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج چاند رات دن مسخر فرما دیے ہیں اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے، جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر نہ آنکھ کان اسے بشارت دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری لڑکی کے ہاتھ پیر سب عطا فرما دیے ہیں۔“

چنانچہ حضور ﷺ پہاڑ سے نیچے اترے اور جبریل امین ہوا میں معلق حضور ﷺ کے علم کے منظر تھے اور ملائکہ صف بستہ اس شان کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنی انگشت سباب (شہادت کی انگلی) کا اشارہ سورج کی طرف کیا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلا اور غائب ہو گیا اور رخت فلک پھیل گئی اور اتنے میں چاند طلوع ہوا اور ماہ کامل چودھویں کا چاند نکلا۔ حضور ﷺ نے اس کے دو کوزے کیے۔ پھر وہ بدر کامل بنا۔ پھر سورج طلوع ہوا اور اسی حال پر مستحضر ہو گیا جیسا کہ تھا۔ حبیب نے عرض کیا: بقی علیک بشرط۔ ”حضور!“

ﷺ ایک شرط ابھی باقی ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا:

ان لك ابنة سطيحة والله تعالى قد رد جوارحها

”تیری بیٹی جو سطيحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعضاء لوٹا دیے ہیں۔“

یہ سن کر حبیب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا:

يا اهل مكة لا كفر بعد الايمان اعلموا اني اشهد ان لا اله الا الله وان

محمداً عبده ورسوله۔

”اے اہل مکہ! اب کفر اسلام کے بعد نہیں رہ سکتا۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی

معبود نہیں مگر اللہ اور محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔“

یہ سن کر ابو جہل جل گیا اور کہنے لگا:

اتو من بهذا الساحر

”حبیب! اس جادو بھری نگاہ کا تو بھی شکار ہو گیا۔“

حبیب نے اس کا جواب خاموشی دیا۔ اور یہاں سے خوش و خرم ملک شام کو پہنچا جب

اپنے محل میں داخل ہوا تو اس کی وہی بیٹی سامنے آئی اور کہہ رہی تھی:

اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله۔

www.nafseislam.com حبیب کہنے لگا:

يا ابنتي من اين علمت هذه الكلمات۔

بیٹی! یہ کلمات تو نے کہاں سے جانے۔ اس نے کہا: خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تیرا

باپ اسلام لے آیا ہے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو ابھی تیرے اعضاء تجھے مل جائیں۔

میں علی الفور مسلمان ہوئی اور صبح اس حال میں تھی جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

فصل سادس۔۔ ہجرت کا بیان

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرَفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي

(۳۰)

حل لغات: وما۔ اور کس شان سے۔ حوی۔ احاطہ کیا۔ الغار۔ غار ثور نے۔ من۔ خیر۔ فضیلتوں۔ ومن کرم۔ اور پیاری خصلتوں کا۔ وکل طرف۔ اور ہر سمت کی نظر۔ من الکفار۔ کافروں کی۔ عنہ۔ ان ہستیوں سے۔ عمی۔ اندھی تھی۔
ترجمہ: غار ثور نے کیا احاطہ منع فضائل و کرم کا اور کافروں کی آنکھیں اس نور کو دیکھنے سے اندھی رہیں۔

شرح: ما موصولہ ہے اور حوی بمعنی جمع و احاطہ ہے۔ الغار میں الف لام عہد ذہنی ہے۔ اس لیے کہ غار تو عام تھا اور چونکہ یہاں ذکر غار ثور کا ہے۔ اس لیے غار پر الف لام عہدی لگا کر مخصوص کر دیا اور غار جبل ثور مکہ معظمہ سے بہت قریب ہے من خیر ومن کرم میں حضور ﷺ کے فضائل و افعال جلیلہ اور خصائل جلیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور خیر اور کرم اس لیے کہا ہے کہ باب مبالغہ میں مضاف حذف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مقصود اس سے ذی خیر اور ذی کرم ہے۔ مگر جیسے رجل عدل کہہ کر رجل عادل مراد لیتے ہیں۔ ایسی ہی یہاں بطور مبالغہ قائم قائم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غار ثور نے خیر و کرم پر کیا احاطہ کیا یوں سمجھئے کہ خیر سے مراد حضور ﷺ جو خیر البریہ ہیں۔ اور کرم سے مراد افضل الامۃ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما نفعنی مال احد مثل ما نفعنی مال ابی بکر

”مجھے کسی کے مال نے نہ نفع نہ پہنچایا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع پہنچایا۔“

اور فرمایا:

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان العالمین لروح ایمانہ

”اگر ابوبکر کے ایمان کے ساتھ تمام عالموں کے ایمان تو لے جائیں تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان وزنی نکلے۔“

اور فرمایا:

افضل البشر بعد الانبياء ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

”انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔“

اس بیت مبارک میں واقعات ہجرت کے ابتدائی حالات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب اکابر قریش نے جمع ہو کر دارالندوہ میں مشاورتی کمیٹی کی اور حضور ﷺ کے آوازہ حق کو دبانے کے منصوبے ہوئے۔ تو شیطان لعین شیخ نجدی بن کر آگیا۔ اور ان کے ساتھ بیٹھا۔ لوگوں نے کہا: یہ کون ہے جو بلا اجازت ہم میں آگیا۔ شیطان نے کہا میں ایک آدمی نجد کارہنے والا ہوں۔ میں تمہارے اچھے خیال دیکھ کر اور ایک اچھے کام کے لیے اجتماع سمجھ کر آیا اور یہ پسند کیا کہ میں تمہارا مشیر بنوں۔

تمام کفار نے کہا کہ یہ اہل تہامہ سے نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں اسے رہنے دو۔ اب مشورہ شروع ہوا۔

بعض نے کہا انہیں یعنی حضور ﷺ کو ایک مکان میں قید کر دو اور کھانا پانی بند کر دو حتیٰ کہ خاتمہ ہو جائے۔

شیخ نجدی شیطان بولا: یہ رائے ٹھیک نہیں اس لیے کہ ان کے بھی اعزہ واقربا ہیں جب سنیں گے، جمع ہو کر آئیں گے اور چھڑا لے جائیں گے۔ سب اہل جلسہ نے بھی اس کی تائید کی۔

ایک بولا:

اخرجوه وغربوه من بینکم۔

”مکہ سے نکال دو اور اپنے سے دور کر دو تا کہ کہیں پردیس میں چلے جائیں۔“

شیخ نجدی بولا:

ایضاً بنس الراۃ لان له لساناً لطیفاً ووجہاً ملیحاً واللہ لیجتمعن علیہ

خلق کثیر ثم لیا تنکم و یخرجکم من بلادکم
 "یہ رائے بھی بری ہے اس لیے کہ ان کی زبان مبارک نہایت لطیف اور حسن لہذا
 دلاویز ہے آنکھوں میں وہ جادو ہے کہ خدا کی قسم ان کی طرف صق کثیر جمع ہو جائے گی۔ پھر وہ
 تمہاری طرف آکر تمہیں وطنوں سے نکال دیں گے۔"
 مجمع نے کہا: شیخ نجدی کی رائے صائب ہے۔
 ابو جہل اٹھا اور کہنے لگا:

حلوا من کل بطن شاباً سیف صارم و مروبہم ان یخرجوا الیہ
 و تقتلوا فیفرق دمہ فی القبائل۔

"ہر گھر (قبیلہ) سے ایک جوان نکوا دسوتے ہوئے لیا جائے اور انہیں کہا جائے کہ سب
 مل کر جائیں اور قتل کریں۔ تاکہ یہ خون ایک کی گردن پر نہ رہے قبائل میں تقسیم ہو جائے۔"
 شیخ نجدی کہنے لگا:

هذا الراي صواب

"یہ رائے ٹھیک ہے۔"

چنانچہ تمام کفار مکہ تیار ہوئے اور فیصلہ کیا کہ رات میں جمع ہو کر ایسا کریں۔

ادھر دربار سرکار میں جبریل امین دربان خاص حاضر ہوئے اور تمام حال سنا کر عرض کیا
 کہ حضور ﷺ یہاں سے تشریف لے جائیں حضور ﷺ نے اپنی خواب گاہ پر حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کو چھوڑا اور صدیق کے یہاں تشریف لا کر بایمانہ جبریل اپنا عزم ہجرت ظاہر کیا
 اور آپ کو اپنے ہمراہ لیا اور چلے گئے کہ غار ثور پر آگئے پہلے صدیق اندر تشریف لے گئے اور
 غار کو بھانڈا تو دیکھا بہت سے سوراخ ہیں۔ رداء مبارک پھاڑ پھاڑ کر تمام سوراخ بند کیے ایک
 سوراخ باقی رہا تو اسے اپنے پائے اقدس کے آٹوٹھے سے بند کیا اور پکارے، ادخل یا
 رسول اللہ "حضور ﷺ تشریف لے آئیں۔" ادھر حضور ﷺ غار میں جلوہ فرما
 ہوئے۔ ادھر دشمنان اسلام باب عالی پر پہنچے۔ حضور ﷺ کو وہاں نہ پایا۔ حضرت علی کرم
 اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے فرمایا: تشریف لے گئے مگر یہ نہیں معلوم کہاں تشریف لے

گئے۔ کفار یہاں سے لپکے اور مکہ کے تمام کنارے اور راستے مسدود کیے۔ پھرتے پھرتے
باب غار پر آئے تو حضور ﷺ کو اور صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے۔ بقیہ مفصل قصہ
آئندہ بیتوں میں آئے گا۔

فَالصَّدَقُ فِي الْغَارِ وَالصَّدِيقُ لَمْ يَرَمَا

وَهُمْ يَقُولُونَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرَم

حل لغات: فالصدق۔ الفاء للتفصيل۔ الصدق مصدر بمعنى الصادق
والمصدق على طريق المبالغة۔ یعنی سراپا صدق۔ فی الغار۔ غار میں تھے۔
والصديق۔ صیغہ مبالغہ بمعنی کثیر الصدق۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ لم يرما۔ قطعی
متورم نہ ہوئے۔ وہم۔ اور مشرکین۔ يقولون۔ کہہ رہے تھے۔ ما بالغار۔ نہیں ہے اس
غار میں۔ من ارم۔ يقال ما فی الدار ارم۔ یعنی احد کوئی شخص۔

ترجمہ: سراپا صدق غار میں جلوہ فرما تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے اور سانپ
کے ڈسنے سے آپ متورم بھی نہ ہوئے اور مشرکین وہاں دیکھ بھال کر یہ کہتے چل دیے کہ
اس غار میں کوئی نہیں ہے۔

شرح: لم يرما کی جگہ صاحب شوارذ الفردہ نے لم يريا تشبیہ مجہول لکھا ہے۔ اگر یہ لیا
جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صدق مجسم غار میں تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر
تھے۔ مگر نہ دیکھے گئے بلکہ کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔

لم يرما یہ اس ورم انف کو کہا جاتا ہے جب کہ انسان غصہ میں نتھنے پھلاتا ہے۔ اس
جگہ لم يرما کے معنی یہ بنیں گے کہ غار ثور میں سانپ کے ڈسنے پر بھی صدیق غضب ناک
نہ ہوئے بلکہ قضاء و قدر الہی پر راضی برضا و شاکر بقضار ہے اور ورم سے اگر لم يرما مانا
جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کا پائے مبارک لدغ جیہ کے بعد بھی
متورم نہ ہوا۔

چنانچہ روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سوراخ کو جو باقی رہ گیا تھا اپنے

پائے اقدس کے انگوٹھے سے بند فرمادیا تو اس سوراخ میں جو سانپ تھا اس نے ڈس لیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی حضور ﷺ نے اپنے لعابِ دہن سے اس کا علاج فرمایا۔ باذن الہی آپ کا پائے اقدس درست ہو گیا اور ورم وغیرہ جاتا رہا۔

اور جنہوں نے لم یرویا مضارع کا حشر بنا کر پڑھا ہے اور اسے روایت سے لیا ہے۔ اس کا رد شیخ زادہ اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے کیا۔ شیخ زادہ فرماتے ہیں:

وروی بعض لم یرویا وما ذالک من الناطم وانما حملہ علی ذالک العجز عن تاویل۔

”یعنی بعض نے لم یرویا لکھا ہے۔ لیکن یہ ناظم فہم کے لفظ نہیں اور اس پر انہیں جس چیز نے آمادہ کیا وہ عاجز آنا ہے تاویل سے۔“

ایسے ہی علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

قرأ بعض الناس لم یرویا علی انه تشبہ مضارع من الرویة لکن ردہ شیخ زادہ وانا من الداخلین معہ

”بعض آدمیوں نے لم یرویا حشریہ مضارع روایت سے لے کر بنایا لیکن شیخ زادہ نے اس کا رد کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اس رد میں شریک ہیں۔“

تو معلوم ہوا لم یرویا جو پڑھے گا وہ ایسا ہی طور پر پڑھے۔ قصیدہ کے ورد میں لم یرویا پڑھنا چاہیے اس لیے کہ شیخ زادہ خرپوتی جیسے محقق اس کے خلاف گئے۔ اور شیخ زادہ تو نہایت فائق سے فرماتے ہیں:

وما ذالک من الناطم یعنی لم یرویا

”امام یحییٰ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں۔“

تو اب حاصل مغنوم بیت یہ ہوا کہ حضور ﷺ اور ان کے جان نثار صدیق رضی اللہ عنہ جب داخل غار ثور ہو گئے تو اس میں قضاہ قدر الہی کے ساتھ نہایت راضی رہے۔ اور حکم الہی پر غرضبان نہ ہوئے اور کفار مکہ قدموں کے کھوج لیتے دروازہ عارتک آ گئے۔ مگر ان

دونوں طالب و مطلوب یا شمع نبوت اور اس کے پروانہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جب کفار اس غار تک کھوج لے کر آئے تو یہاں سے کھوج غائب دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یا رسول اللہ لو ان احدهم نظر الی قدمیه لا بصرنا
 ”حضور! ﷺ اگر کسی بے ایمان نے اپنے قدم دیکھ لیے تو وہ ہمیں یہاں دیکھ لیں گے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا:

یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما

”ابو بکر تمہارا کیا خیال ہے ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔“

چنانچہ حمایت و نصرت الہی کی شان آئندہ بیت میں فرماتے ہیں۔ وہو هذا:

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلٰی

خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحْمِ

حل لغات: ظنوا، مشرکین نے گمان کیا۔ الحمام، جمع حمامة کل ذات اطواق من الطیر، کبوتری کو۔ و ظنوا، اور گمان کیا۔ العنکبوت۔ مکڑی کو کہ یہ۔ علی۔ اوپر۔ خیر البریة، خیر عالم کے۔ لم تنسج، ہرگز جالا نہیں تانتی۔ ولم تحم، از حوان پرندے کا منڈلانا۔ یا انڈے دینا، اور نہ کبوتری انڈے دیتی۔

ترجمہ: مشرکین نے گمان کیا کبوتری کو اور گمان کیا مکڑی کو کہ یہ خیر عالم پر ہرگز جالا تانے والی نہیں اور نہ کبوتری انڈے دینے والی۔

شرح: ظاہری سبب کفار کے نہ دیکھنے کا یہ ہوا کہ انہوں نے غار کے منہ پر دیکھا کہ کبوتری گھونسلے میں انڈے دیے بیٹھی ہے اور اوپر مکڑی جالا تانے ہوئے ہے۔ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ اگر اس میں سے کوئی جاتا تو جالا ٹوٹتا، کبوتری کا گھونسلہ خراب ہوتا، انڈے ٹوٹ جاتے، ان کے ماتحت فیصلہ کیا کہ اس غار میں ہرگز کوئی نہیں اس طرف ان کا ذہن تار سا جا ہی نہیں

سکتا تھا کہ اللہ کے محبوب اور صدیق کی خدمت کے لیے یہ کٹڑی اور کبوتر یہاں آئے ہیں۔
 اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شیعوں قدرت کا اس صورت میں مظاہرہ فرمایا ہے کہ کفار جیسے
 شریر انفس اشد ترین انسان نما حیوانوں سے ایک کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ یہ حفاظت کی
 کہ بیضہ حمام بروج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن اَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ
 الْعَنْكَبُوتِ (۶) فرما رہا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔
 غالباً اسی بناء پر حضور ﷺ کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور کٹڑی کے مارنے کو
 منع فرمایا۔ صاحب زبدہ فرماتے ہیں:

نہی علیہ السلام عن قتل العنکبوت و الحمام الکائنین فی الحرام
 قریر اس اشد ترین انسان نما شیعوں کے لیے یہ قلعہ بنا دیا گیا۔
 کہ بیضہ حمام بروج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن اَوْهَنَ الْبُيُوتِ
 الْعَنْكَبُوتِ (۶) فرما رہا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔
 غالباً اسی بناء پر حضور ﷺ کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور کٹڑی
 منع فرمایا۔ صاحب زبدہ فرماتے ہیں:

نہی علیہ السلام عن قتل العنکبوت و الحمام الکائنین فی الحرام
 اور عام طور پر کٹڑی کے لیے حکم ہے:
 العنکبوت شیطان مسخه الله تعالى فاقتلوه۔
 ”حضور ﷺ نے فرمایا کٹڑی شیطان ہے اللہ نے اسے مسخ فرمایا ہے
 کرو۔ ذکرہ فی الجامع الصغیر۔

اور ثعلبی سے مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد
 طهروا بیوتکم من النسحج العنکبوت فان ترکہ فی البیوت یو
 ”اپنے گھروں کو کٹڑی کے جالے سے پاک رکھو اگر گھروں میں جالا چھو
 دتی پیدا کرے گا۔“
 حلیہ میں ہے:

سے سوال ہوا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے تیرہ فرمائے۔ وہم هذا۔ (اور وہ یہ ہیں)

(۱) الفیل (۲) والدب (۳) والخنزیر (۴) والقرد (۵) والجریث (۶) والضب (۷) والوطواط (۸) والعقرب (۹) والدعموص (۱۰) والعنکبوت (۱۱) والارنب (۱۲) وسہیل (۱۳) والزہرۃ۔

(۱) ہاتھی (۲) درندہ معروف (ریچھ) (۳) سور (۴) بندر (۵) مچھلی مخصوص (۶) گوہ (۷) چمگادڑ (۸) بچھو (۹) کرم آبی (۱۰) مکڑی (۱۱) خرگوش (۱۲) ستارہ (۱۳) ستارہ۔

امیہ بن خلف نے باوجود قطعی مایوسی کے داخل غار ہو کر دیکھنا چاہا تو اس سے کہا گیا: ماتصنع فی الغار وان علیہ عنکبوتاً کانت قبل میلاد محمد سید الابرار ”کیا کرتا ہے غار میں جا کر، اس غار کے منہ پر یہ مکڑی حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے کی ہے۔“

چنانچہ آئندہ بیت میں فرماتے ہیں:

وَقَايَةُ اللَّهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةِ

مِّنَ الدَّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْأَطْمِ

۴۹

حل لغات: وقایۃ اللہ، الوقایۃ الحفظ والعصمة، اللہ کی حفاظت نے۔ اغنت، غنی کر دیا۔ عن مضاعفة۔ دو چند سے چند، دوہری۔ من الدروع۔ جمع درع، زرہ، زرہوں سے۔ وعن عال۔ امور بلند۔ من الاطم، جمع اطمۃ، قلعہ، قلعوں سے۔

ترجمہ: اللہ کی حفاظت نے حضور ﷺ کو غنی کر دیا ہے دوہری زرہوں سے اور بلند قلعوں سے۔

شرح: حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور

ﷺ کی محافظت کے لیے رات دن اپنی نگرانی رکھتے اور آپس میں یہ تقسیم اوقات باب عالی کا پہرہ دیا کرتے جب آیہ کریمہ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ (۱) نازل ہوئی تو حضور

سید اکرم رضی اللہ عنہ نے قہر اقدس سے سر مبارک باہر نکالا۔ اور فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر آرام کرو میری محافظت میرے رب نے اپنے ذمہ کی ہے۔ چنانچہ اسی طرح اس بیت میں اشارہ ہے کہ **وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ** کا نزول ایسی دقایق اللہ ہے کہ جس نے حضور ﷺ کو مستغنی کر دیا تھا۔ وہ بھی ضروروں سے اور مستحکم بلند قلعوں اور پہرہ چوکی سے۔

چنانچہ ہجرت محمد رسول اللہ ﷺ کا واقعہ بھی اس استغناء کو بین طریق پر ظاہر کرتا ہے۔ پہلے تین چار بیٹوں میں جو حالات ہیں ان سب کی ابتداء یوں ہے کہ قریش کو معلوم ہوا کہ انصار اسلام خفیہ طور سے بہت بگڑ گئے ہیں تو انہوں نے جن جن پر شبہ تھا ان کو ستانا شروع کیا۔ یہ قبیل حکم بہت سے صحابہ ہجرت کر گئے اور حضور ﷺ حکم الہی کے منتظر رہے۔ جب حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی اکرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے اور مشرکین مکہ نے دیکھا کہ منقریب یہ بھی یہاں سے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اور جب یہاں سے چلے جائیں گے تو آزادی سے ہمارے مقابلہ کی تیاری کریں گے اور ہم پر چڑھائی کر کے ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔

اس خوف نے انہیں مجلس شوریٰ منعقد کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض کہ مجلس شوریٰ جمع ہوئی اور شیطان لعین بھی اس میں شیخ نجدی کی صورت میں شریک ہوا اس واقعہ کو ہم بیت نمبر 77 میں لکھ چکے ہیں۔

غرض کہ مشورۂ ابو جہل کے ماتحت تمام قبائل سے ایک ایک آدمی ہتھیار بند تیار کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ آج رات حضور ﷺ کو شہید کر دیا جائے کہ جبریل امین نے حضور ﷺ کو اطلاع دی۔

حضور ﷺ نے حضرت علی اکرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر آرام کرو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہم جارہے ہیں تم اس وقت آنا جب یہاں کے لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر آؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے جانے کے بعد کفار مجھ پر یہ طعن کریں کہ ہماری امانتیں لے کر چلے گئے۔ چونکہ مشرکین کے دل میں حضور ﷺ کی

صداقت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا وہ مذہباً دشمن تھے۔ لیکن اپنی امانتیں حضور ﷺ کے پاس ہی رکھا کرتے تھے۔ ان امانتوں کے واپس کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہاں چھوڑا گیا۔ اور حضور ﷺ دولت سرائے سے تنہا بابہ تشریف لائے دشمن جو باب عالی کا محاصرہ کیے کھڑے تھے ان کے لیے ایک منھی مٹی اٹھائی اور اس پر آیت کریمہ

يَسَّ ۙ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۙ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۙ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۙ
تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۙ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ۙ لَقَدْ حَقَّ
الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۙ إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ
فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۙ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا
يُبْصِرُونَ ۙ تک پڑھی۔ اور دشمنوں کے سروں کی طرف پھینکی اور ان کے سامنے سے حضور
ﷺ گزر گئے۔ سب کے سب حضور ﷺ کی طرف سے اندھے ہو گئے۔

ایک شخص نے ان سے پوچھا تم کس کے منتظر کھڑے ہو انہوں نے حضور ﷺ کا اسم
گرامی لیا۔ اس شخص نے کہا: تم ناکامیاب ہو گئے جس کی تمہیں انتظار ہے وہ تمہاری آنکھوں
میں خاک ڈال کر تشریف لے گئے اور تمہارے سامنے سے گئے۔ انہوں نے مل کر باب
عالی دیکھا تو سبز چادر اوڑھے ہوئے حضور ﷺ کو آرام گزیں پایا۔ اس خبر کی انہوں نے
تصدیق نہ کی۔ صبح تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ آرام گزیں جو ہیں وہ حضور ﷺ ہیں۔ حتیٰ کہ
صبح ہو گئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بستر سے اٹھے تو سب کف افسوس ملنے لگے۔ اس
کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے

وَإِذْ يَمَكُرُ بَكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ
بِكَ اللَّهُ (۱)

مشرکین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کہاں ہیں۔ آپ نے
فرمایا: مجھے معلوم نہیں تم نے انہیں نکال دیا وہ نکل گئے۔ کفار حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ پر

۱۔ اور اے محبوب ایاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں وہ اپنا
سا مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے۔

بہت برہم ہوئے اور حرم شریف میں لے گئے کچھ دیر قید رکھا۔ جب مایوس ہو گئے اور کچھ گئے کہ ان سے حضور ﷺ کا پتہ لینا مشکل ہے، آپ کو چھوڑ دیا آپ امانات کی حفاظت میں ٹھہرے ہوئے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں حضور ﷺ ہمیشہ شام کو تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جس روز ہجرت کا حکم ہوا اس روز حضور ﷺ دو پہر میں تشریف لائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بے وقت تشریف آوری سے خیال ہوا اور کچھ گئے کہ یہ آنا کسی خاص وجہ سے ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو قلعہ میں لے کر فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے لیے کیا حکم ہے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ صدیق رضی اللہ عنہ اس بشارت کو سن کر فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور مکان کے چھوٹے دروازہ سے نکل کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو مکہ کے حالات معلوم کرنے کو چھوڑا اور حکم دیا کہ دن بھر کی خبریں لے کر شام کو نامیں دیں اور اپنے غلام آزاد شدہ حضرت عامر بن فہرہ کو حکم دیا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور شام کو ہمارے پاس لائیں۔ اور حضرت اسامہ بن جندب رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم شام کو کھانا غار میں پہنچایا کرنا۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جب بکریاں غار سے واپس لاتے تو بکریوں کا کھونچ مناتے ہوئے آتے۔

عبداللہ بن اریقہ مشرک تھا۔ اسے تین روز غار میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ کی رہنمائی کے لیے مقرر فرمایا۔

اب غار کا حال چونکہ ہم پہلے شعر نمبر 77 میں لکھ چکے ہیں۔ لہذا یہاں اس کا اعادہ تفصیل حاصل تصور کر کے آگے کے حالات پیش کر رہے ہیں۔

تقریباً تین روز غار میں گزار کر اور یہ اطمینان کر کے کہ جنتوں کے کفار اب اس جوش کے ساتھ نہیں رہیں عبداللہ اخیر کے دو اونٹ در غار پر لائے گئے۔

ایک پر حضور ﷺ اور پیچھے صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے دوسرے اونٹ پر عہد اللہ اجیر اور عامر بن فہیرہ سوار ہو گئے۔ تمام رات اور آدھے دن ظہر تک مسلسل سفر کیا۔ قریش نے منادی کرا دی کہ جو حضور ﷺ کو مشرکین تک پہنچا دے اسے سواؤتغیاں انعام دی جائیں گی۔

اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک حضور ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ اور حضور ﷺ کو ایک سنگلاخ جنگل میں پایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر غرض کی حضور! ﷺ ہمارا متلاشی آگیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ فکر نہ کرو ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔

سراقہ چاہتا تھا کہ جلدی سے جا کر مشرکین کو خبر دے کہ اس کا گھوڑا آدھا زمین میں دھنس گیا اور زمین سے دھواں نکلنے لگا۔ پکارا حضور ﷺ سے خلاصی کی دعا کرائی اور وعدہ کیا کہ جو حضور ﷺ کا متلاشی ادھر آئے گا اسے واپس لوٹا دوں گا۔ غرض کہ حضور ﷺ کے حکم سے وہ گھوڑا زمین سے نکلا۔ لیکن طمع خام خواہش انعام نے اسے عہد شکنی پر مجبور کیا۔ بدینتی کرتے ہی اس کا گھوڑا پہلے سے زیادہ زمین کی گرفت میں آگیا۔ اب پکارا کہ حضور! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا گھوڑا زمین نے آپ کی مخالفت کے باعث پکڑا ہے۔ اب مجھے خلاصی دلا دیجئے۔ میں خدا کو ضامن کرتا ہوں ایمان داری سے واپس چلا جاؤں گا اور جو متلاشی ملے گا اسے اپنے ساتھ لوٹا لے جاؤں گا۔

غرض کہ اس نے نجات پائی اور دست بستہ حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ حضور! ﷺ میرا تیر لے جائیں۔ اور میرے اونٹ فلاں مکان میں چر رہے تھے ان میں سے جتنے چاہیں لے جائیں حضور ﷺ نے فرمایا: ہمیں تیرے اونٹن کی ضرورت نہیں۔ جب وہ رخصت ہو کر واپس جانے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تو کس حال میں ہوگا جب کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سراقہ تعجب سے کہنے لگا: کیا کسریٰ بن ہرمز کے کنگن میرے ہاتھ میں ہوں گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

چنانچہ جب ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت عمر رضی

اللہ عز نے وہ نکلن سراقہ کے ہاتھ میں پھنسا دیے۔ صاحبِ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ ابن مالک کی بجائے سراقہ بن معشم لکھا ہے۔

باقی واقعات میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا لکھا ہوا تذکرہ موافق ہے اتنا آخر میں صاحبِ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لکھتے ہیں کہ سراقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین کا اشتہار سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیر نے چھڑہ کے ایک کلڑا پر فرمانِ امن لکھ دیا۔

طبقات ابن سعد میں اس مقدس سفر کی تمام منازل مذکور ہیں لیکن اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔ تاہم اہل عقیدت ان منازل کے نام سے لذتِ یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ منازل جو غار ثور سے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں طے فرمائیں، یہ ہیں:

خرارہ۔ شنیۃ المرہ۔ الحنف۔ مدالج۔ مرج۔ حداید۔ اذخر۔ رابغ۔ یہ مقام آج بھی حجاج کے راستے میں آتا ہے۔ اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب ادا فرمائی۔ پھر ذوالسلم، مٹانیہ، فاخہ، عرج، جدوات، اکوتیہ، عقیق، جنجانہ ہوتے ہوئے مدینہ سے تین میل دورے مقامِ عالیہ جسے قبا بھی کہتے ہیں، اول قیام فرمایا اور منزل عمرو بن عوف میں مہمان ہوئے۔

یہ فخر اس خاندان کی قسمت میں تھا کہ میزبانِ دو عالم نے ان کی مہمانی قبول فرمائی۔ تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر ہمدردی چشم انتظار تھا۔ معصوم بچے جوشِ محبت میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے آقا و مولیٰ سردار، وہاں تشریف لارہے ہیں۔

لوگ ہر روز کے سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دو پہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔

ایک دن انتظار کر کے واپس ہو چکے تھے کہ ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھ کر قرآن سے کچھ نا اور پکارا اے لوگو! جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگئے۔

تمام شہر میں عجیب کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انصار پھیلنے والے آراستہ لباس میں

جج کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ وہ اکابر صحابہ جو حضور ﷺ سے پہلے مدینہ آچکے تھے ان کے نام یہ ہیں:

حضرات ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبد اللہ بن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمر بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کی روانگی کے تیسرے روز مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ بھی آگئے۔ مورخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہاں صرف دو یوم قیام فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ چودہ دن قیام رہا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یہاں حضور ﷺ نے سب سے اول مسجد تعمیر فرمائی۔ کلثوم بن ہدم کی ایک افتادہ زمین تھی اس پر اپنے دست اقدس سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ^۱ فِيهِ رَجُلٌ يُحِبُّ أَنْ يُتَّخَذَ^۲ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ^(۱)

”یعنی وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پر ہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں۔ جن کو صفائی بہت پسند ہے۔ اور خدائے عزوجل پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

تعمیر مسجد میں اور لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ خود بھی کام کر رہے تھے۔

عبد اللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے۔ اور جس طرح اور مزدور تھکن مٹانے کو گارہے تھے۔ آپ یہ اشعار گاتے جاتے تھے:

افلح من يعالج المساجدا ويقراء القرآن قائما وقاعدا
وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور پڑھتا ہے قرآن قیام و قعود میں

ولا يبيت الليل عندله راقدا

اور نہیں گزارتا رات اس کے پاس لیٹ کر

1۔ بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پر ہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس پر کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

مصور، عظیم الشان کی بن کے ساتھ قالیق میں آواز دے رہے تھے۔

آپ میں مصور، عظیم الشان کا اہل اسلام کے دورِ حاضر کی ابتدا ہے۔ اس لیے مورخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔

پانچویں تاریخ میں مصور، عظیم الشان کا تاریخ 13 جولائی 1922ء کو داخل ہوئے۔

موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے۔ جسمات کا دن قاریہ حاجی کی پڑتھی۔ اور رومی ماہِ ایلول 1923ء مسکندری کی دہم میں تاریخ قری۔

مورخ، عظیم الشان نے قیادت، اہل سے پڑا آپ لکھ گیا ہے۔

آفتاب بریں سرگن میں 23 جولائی 1923ء

ذیل بریں اسد میں 3 جولائی

مشرقی بریں صحت میں 3 جولائی

زیر بریں اسد میں 3 جولائی

مصور، عظیم الشان میں 3 جولائی

مصور، عظیم الشان

(نوٹ) خوارزمی نے تصورات کا دن لکھا ہے۔ لیکن حسابِ جدید سے، تاریخ کا دن آتا ہے۔

پہلے دن بعد جس کو آپ قریبی طرح لکھ رہے ہیں، وہ اس کی سالم کے طور میں ناز کا وقت آگیا۔ جو کی تاریخ میں، عظیم الشان کے قریبی لکھا گیا۔

مصور، عظیم الشان کا سب سے پہلا طبقہ عرصہ سب سے پہلی تاریخ جو قریبی۔ مگوں کو سب معلوم ہوا کہ آپ قریبی طور پر لکھ رہے ہیں، وہ اس کی سالم کے طور میں ناز کا وقت آگیا۔ جو کی تاریخ میں، عظیم الشان کے قریبی لکھا گیا۔

طَلَعَ الْهَذْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوُدَاعِ
 ہم پر چاند نکل آیا!! کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
 وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا إِلَهُ دَاعٍ
 ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں
 أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جَنَّتْ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ
 اے اللہ کے بھیجے ہوئے ہمارے اندر آئے تم قابل عمل حکم لے کر
 بنی نجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارِ
 ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں محمد ﷺ کیا پیارے ہمسائے ہیں
 حضور ﷺ نے ان بچیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہمیں چاہتی ہو؟ انہوں
 نے عرض کی: ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم بھی تمہیں چاہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جہاں اب مسجد نبوی ﷺ ہے اس کے متصل حضرت ابوالیوب انصاری کا
 گھر تھا۔ کوکبہ نبوی یہاں پہنچا۔ سخت کش مکش تھی کہ آپ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل
 ہو، قرعہ ڈالا گیا۔ اور آخر یہ دولت حضرت ابوالیوب کے حصہ میں آئی۔ انتہی مختصراً۔

مولای صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِک خَیْرَ الْخَلْقِ کُلِّہِم

فصل سابع۔۔۔ رسالت عامہ کی ضرورت

مَا سَأَلَنِي اللَّهُمَّ ضَيْمًا وَاسْتَجَرْتُ بِهِ
إِلَّا وَنِلْتُ جَوَارًا مِنْهُ لَمْ يُضْمِ

صل لغات: ہماسمنی، سامنی من السوم اذاقة الشدة والمحنة، نہیں تکلیف دی مجھے۔ اللہ، زمانے۔ واستجرت، طلب خلاص و نجات، بلکہ نجات و خلاص طلب کی۔ بہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اس ہستی پاک سے، الا، مگر۔ ونلت، از نیل، پانا، حاصل کی میں نے۔ جواراً، ہمسائیگی۔ منہ، اس ہستی پاک کی۔ لم یضم، از ضم، ظلم، تو نہیں ظلم کیا گیا مجھ پر۔

ترجمہ: جب کبھی زمانہ نے مجھے تکلیف دی تو میں نے حضور ﷺ کی حمایت حاصل کر لی اور ظلم زمانہ سے محفوظ رہا۔

شرح: خلاصہ مفہوم تو یہ ہے کہ ناظم فہم رحمہ اللہ ایک طرز خاص میں اپنا وہ تقرب ظاہر فرما رہے ہیں جو ان کے اور مکین گنبد خضرا ﷺ کے مابین ہیں جیسے عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اول اپنا انتہائی بزرگوار کر پھر قرب کے منصب کو ظاہر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لی حبیب عربی مدنی قرشی کہ بود درد و غمش مایہ شادی و غمی
فہم رازش چہ کنم او عربی من گنجی لاف مہرش چہ زخم او قرشی من حبشی
مگر چہ صد مرحلہ دورست ز تیش نظرم وجہہ فی نظری کل غذا و عشی
اسی طرح امام یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ کے دور لیل و نہار نے مجھ کو کبھی تکلیف نہ کی۔ مگر جب میں اپنے آقا و مولا روحی فدا کی طرف طالب امن و امان حفظ و حمایت بہ اعلیٰ انوار میں اپنی دعا و استعانت میں مستجاب الدعوة نکلا۔ اور مجملہ اسی کے مجھے جب حاجت سے ستایا تو بلا اظہار و عناد، حق و شافہ و شر بہ و جو شانہ و مسہل و حق یہ ایک ہی رات میں شفا پا گیا۔

اب اصل بیت پر جو بحث ہے وہ قابل غور ہے شرح خرپوتی میں ما ضامنی الدھر ہے اور شیخ زادہ میں ما ضامنی الدھر ہے اس بناء پر علامہ خرپوتی فرماتے ہیں: وفی بعض النسخ ما ضامنی الدھر من الضیم یعنی بعض نسخوں میں ما ضامنی الدھر ہے۔ اور وہ ضیم سے ماخوذ ہے ضیم کہتے ہیں ظلم زمانہ کو تو معنی یہ بنیں گے کہ مجھ پر زمانہ نے ظلم نہ کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظلم کو زمانہ کے ساتھ منتسب کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ولا تسبوا الدھر فان الدھر هو اللہ
”زمانہ کو برا نہ کہو کہ زمانہ وہی ذات کبریائی ہے۔“

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ولا تقولوا خيبة الدھر

اور تیسری حدیث میں فرمایا:

لا یسب احدکم الدھر

”تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے۔“

تو اس کا جواب فرماتے ہیں کہ اس کی تین طرح تاویل ہو سکتی ہے۔

اول یہ کہ مدبر امور عالم کو برا نہ کہو یہ مراد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس لا تسبوا الدھر میں مضاف حذف کیا گیا ہو۔ یعنی لا تسبوا صاحب الدھر مراد ہو۔

تیسرے یہ کہ اس سے مراد مقلب الدھر ہو۔ اور بعض نے کہا کہ دھرا سماحی سے ہے۔

لیکن قرآن کریم میں ہے: وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ اس میں انتساب ہلاکت کی طرف کیا گیا تو فی الجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب دھر کرنے سے مراد خالق و فاعل کا سب اگر ہو تو ممنوع ہے اور اس کی مفصل بحث شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اپنی فتوحات کے تہترویں باب میں فرمائی ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ما ضامنی بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ما ضامنی بھی۔ صرف ترجمہ میں اتنا

لڑائی پڑے گا کہ عاسا مفسی میں سوم سبداء الحقائق کے کرخص تظیف مراد لی جائے گی۔ اور
واسجوت یہ میں داؤ عالیہ ہے اور یہ استبار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے: استجار فلان تو
اس کے معنی ہوتے ہیں: طلب الخلاص والنجاه۔ اسی بناء پر بعض نے استجوت کے
ماصل معنی استقام واستقامت کے لیے ہیں۔ اور یہ میں جو ضمیر ہے یہ حضور ﷺ کی طرف
راجع ہے۔

مولای صلی وسلم دالماً ایداً علی حیک خیر الخلق کلهم
وَلَا التَّمَتُّ غِنَى الدَّارِینِ مِنْ یَدِهِ
إِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدَى مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمٍ

صل لغات: وَلَا التَّمَتُّ، داؤ عاطفہ صیغہ تکلم۔ من الالتماس۔ وهو طلب
المساوی من المساوی۔ ہهنا مطلق الطلب۔ اور نہیں طلب کیا میں نے۔ غنی۔
استقناء۔ الدارین۔ دین و دنیا۔ من یدہ۔ اپنے حضور کے دست سخا سے۔ الا
استلمت۔ از استلام۔ بمعنی الاخذ۔ بوسہ لینا۔ مگر لیا میں نے۔ الندی۔ ندہ۔ عطا۔
بخشش کو۔ من خیر مستلم۔ بوسہ گاہ۔ بوسہ لینے کی جگہ۔ بہترین بخشش والے سے۔
ترجمہ: میں نے اپنے نخی سے دین و دنیا کی عطا کبھی نہ مانگی مگر ان کے دست سخا سے
نے من مانی مراد حاصل کی۔

شرح:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا اور یا بہا دیے ہیں درہ بے بہا دیے ہیں
غنی الدارین میں۔ فناء دنیا تو بظاہر یہ ہے کہ وسعت رزق صحت بدن سلامتی از
بلیات حاصل رہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا:

ليس الغنى من كثرة العرض انما الغنى غنى القلب
”مال کی زیادتی غنا نہیں ہے بلکہ دل کا مستغنی عن الجوانح رہنا غنی ہے۔“

تو مگر یہ بدل است نہ ہمال

وہ غنا، الرقہ فورا دیا کہ از ہر عظیم اور دخول جنت نصیب سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضور ﷺ

نے فرمایا:

اکثر اهل الجنة بلہ

”اکثر جنتی سادہ لوح ہیں۔“

یعنی اصل نعمت کو چھوڑ کر برگ و برگ کے طالب ہیں یعنی جمال الہی کو چھوڑ کر جنت طلب کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَأَبْلَى۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا:

جنت نہ دیں نہ دیں تیری رؤیت ہو خیر سے

اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و برگ کی ہے

شربت نہ دیں نہ دیں تو کریں بات لطف سے

یہ شہد ہو تو پھر کسے پروا شکر کی ہے

تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کہ میں نے غنی دنیا و غنی عقبے حضور ﷺ کی ذات سے کبھی

نہ مانگی مگر علی الفور میں نے حصول عطا و نیل منیٰ میں خیر المعطیٰ کے دروازہ سے کامیابی حاصل

کی، اسی سبب سے میں آفات دنیا سے محفوظ ہوں اور بلیات عقبے سے بھی حضور ﷺ کے

دامن کے سایہ میں محفوظ رہوں گا۔ انشاء اللہ۔

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں

ہم کو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

اف بے حیا ئیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور

ہاں تو کریم ہے تری خو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے

کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے!

جاؤں کہاں پکاروں کس کا منہ تنکوں

کیا پرش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے

باب عطا تو یہ ہے جو بھکا ادھر ادھر
 گھسی غرابی اس گھرے درہر کی ہے
 لب واپس آنکھیں بند ہیں پھلی ہیں جھولیاں
 کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
 قسمت میں لاکھ بیچ ہوں سو مل ہزار کچ
 یہ ساری گتھی اک تیری سیدھی نظر کی ہے
 مستن کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
 دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
 لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاہُ إِنَّ لَهُ
 قَلْبًا إِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَتَمَّ

حل لغات: لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ، نہ انکار کر اس وحی کا۔ مِنْ رُؤْيَاہُ، مصدر از رؤیت، جو ان
 کی خواب میں آئی۔ ان له، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، بے شک ان کے لیے۔
 قَلْبًا، ایسا قلب عطا ہوا ہے۔ اِذَا نَامَتِ، کہ جب سو جائیں۔ الْعَيْنَانِ، دونوں آنکھیں۔ لَمْ يَتَمَّ
 بنم، وہ ہرگز نہیں سوتا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی اس وحی کا انکار نہ کر جو خواب میں آپ پر آئی اس لیے کہ ان کا ایسا
 قلب پاک ہے کہ آنکھیں سو جائیں اور نہ نہیں سوتا۔

شرح: اس بیت میں اس وحی کی تصدیق کی تعلیم ہے جو حضور ﷺ پر خواب میں آئی
 تھی۔ اور ایسی وحی اس وقت آئی تھی جب کہ حضور ﷺ کا مرتبہ نبوت قریب ظہور تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضور پر 23 سال اور 6 ماہ وحی آئی۔ اس میں اول کے 6 ماہ وہ
 ہیں کہ حضور ﷺ خواب میں جو ملاحظہ فرماتے صبح ہی اس کا ظہور ہو جاتا۔ پھر حضرت روح
 الامیں، پداری میں تشریف لانے لگے۔ اور 23 سال کا پھیلا سواں حصہ شاہ ہوتا ہے۔
 خلاصہ یہ ہے کہ تاں ہم رحمہ اللہ دفع اہل مقدر فرماتے ہوئے معترض کے اعتراض کا رد

فرما رہے ہیں جو کسی نے اعتراضاً کہا کہ حالت خواب میں ایک غفلت اور تعطیل حواس کا اثر ہوتا ہے تو ایسی حالت کا مشاہدہ کیونکر معتبر ہو سکتا ہے اور وہ ترتیب احکام کے لیے کیسے کافی مانا جاسکتا ہے تو امام فرماتے ہیں کہ یہ تیرا اعتراض اس پر وارد ہو سکتا ہے جس کا دل اور حواس بحالت خواب معطل و باطل ہو جائیں۔ اور ہم جس ہستی پاک کا حال بیان کر رہے ہیں وہ وہ ہیں کہ ان کی بیداری و خواب یکساں ہے۔ انہیں ماسوی اللہ سے وہ انقطاع کامل حاصل ہے کہ سوتے ہوئے بھی قلب مبارک متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔

اسی بنا پر فرمایا:

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی
”ہماری آنکھیں سو جائیں مگر ہمارا دل نہیں سوتا“۔

ایک حدیث میں فرمایا:

لو شاء اللہ تعالیٰ لایقظنا ولكن اراد ان یکون سنة لمن بعدکم۔
”اگر اللہ چاہتا تو ہمارے لیے جاگنا ہی رکھنا۔ لیکن یہ سونا اس لیے ہے تاکہ بعد والوں کے لیے سنت جاری رہے“۔

تعریف وحی

وحی از روئے لغت متعدد معنی میں مستعمل ہے۔
اول۔ بمعنی اشارہ، دوم بمعنی رسالت۔ سوم بمعنی الہام۔ چہارم بمعنی کلام خفی اور عرف میں اعلام الہی کو وحی کہتے ہیں جو انبیاء پر ہو۔

اب وہ یا ظاہر ہو گا یا باطن۔

ظاہر تین اقسام پر منقسم ہے:

اول: وہ جو فرشتہ کے ذریعہ سماعت میں آئے اور یہ قطعی ہے۔ اسی قبیل میں قرآن کریم ہے۔
دوم: یہ کہ مخصوص اشارات بذریعہ ملک (فرشتہ) مسموع ہوں۔ جیسے سلسلۃ الجرس یا مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ۔

میں کلام صریح نہیں ہوتا۔ ایسی ہی وحی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

روح القدس نثث فی روعی ان النفس لن تموت حتی تستكمل زفقها۔ الخ۔

وہ: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب نبی میں جو امر ظاہر ہو عام اس سے کہ وہ ظہور بحالت راب ہو یا بیداری۔ یہ بلاشبہ الہام الہی ہوتا ہے۔ اور یہ سب حجت ہیں مطلقاً۔

بمخلاف الہام اولیاء اللہ کہ وہ شرعاً جت علی الغیر نہیں۔ اور روایہ عوام کی تعریف میں قاضی و بکر لکھتے ہیں:

الرویا ادراکات یخلقها اللہ تعالیٰ فی قلب العبد النائم علی ید ملک شیطان۔ و فی الحدیث ان روایا المؤمن کلام یکلمہ اللہ فی المنام۔

”رویا یعنی خواب یہ ایک قوۃ ادراکیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قلب عبدنا تم (سونے والے آدمی کے دل) میں پیدا فرمائی۔ عام اس سے کہ وہ بذریعہ فرشتہ ظہور کرے یا بذریعہ شیطان۔ اور حدیث میں ہے کہ مومن سے خواب میں اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔“

اب یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ روایا صادقہ ہوتا ہے اور وہ تین صورتوں پر ہے:

(۱) تبشیر یشیرہ اللہ الملک الموکل علی الرؤیا بما یشیرہ من الآخری و الدنیوی۔

(۲) و تحذیر یشیرہ مما یبعده عن الطاعة و یقر به الی المعصية۔

(۳) و الہام ینہمہ و هو نفع محض کالحج و التہجد اور یا قاذب ہوتا ہے یہ بھی تین صورتوں میں ہے:

(۱) رؤیا ہمة وھی ماتخیلہا فی البقطة فلیس لہا اعتبار۔

(۲) و رؤیا علۃ ناشئة من الامراض فلیس لہا اعتبار۔

(۳) و رؤیا شیطان وھی اضغاث احلام ہذا فی رؤیا غیر الانبیاء واما رؤیاہم فکلہا صادقة بل وھی یجب العمل بہا۔

رویاء صادقہ تین قسم پر ہیں:

(۱) یا تو بشارت ہوگی جو کسی ملک موکل کے ذریعہ مومن کو سہولیت امور دنیاوی یا اخروی کے متعلق ہو۔

(۲) یا تحذیر و تخویف یعنی ڈرانا ہوگا اس حال میں جب کہ مومن اطاعت سے بعید اور معصیت کی طرف قریب ہو رہا ہو۔

(۳) یا الہام ہوگا جو نفع محض کا ہوگا جیسے حج کرنا یا تہجد پڑھنے کا حکم ملنا۔
رویاء کاذبہ۔ یہ بھی تین قسم پر منقسم ہے:

(۱) رویاء ہمت۔ یہ وہ ہے جو دن میں خیالات آئے وہی خواب میں نظر آ گئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۲) رویاء علت۔ یہ عفونت معدی یا تبخیر کے باعث پریشان خواب کی صورت میں ہوتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہیں۔

(۳) رویاء شیطان۔ اسی کو اضغاث احلام کہتے ہیں۔

اور اس قسم کے تمام خواب غیر انبیاء کو ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواب تمام کے تمام صادق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ بمرتبہ وحی مانے گئے ہیں حتیٰ کہ ان پر عمل واجب ہے۔

اسی بناء پر حضور ﷺ نے فرمایا:

الرؤيا للحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة واربعين جزء من النبوة رؤيا حسنة۔

”نیک اور صالح مومن کا خواب انوار نبوة سے چھیا لیسواں جز ہے۔“

اور اس کی بحث ہم اس شعر کے اول میں مفصل کر چکے ہیں۔

مولای صَلَّی وَسَلَّم دَائِماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

فَلَاكُ حِينَ يَلُوحُ مِنَ كُؤُوبِهِ
فَلَيْسَ بِشَكْرٍ فِيهِ حَالٌ مُخْلَمٌ

عربی لفظ: فلاک۔ اشارۃ الی الوحی فی التورۃ، یاں یہ خواب دلی دلی۔ حین۔ اس وقت کی۔ یلوح۔ ہب کر آپ پہنچے والے تھے۔ من۔ نبوت۔ مرتبہ نبوت کے کمال کو۔ فلیس۔ ہیکر۔ ہیکر لگا کر نہیں کیا جاتا۔ فیہ۔ اس میں۔ حال۔ حال، محکم۔ حکم سے۔ ترجمہ: خواب میں وہی سب سے کا سب سے ہے کہ حضور مگر کمال نبوت کو پہنچے ہوئے تھے۔ وہی سب سے کمال کو پہنچا ہے تو اس نے احکام کے دینی کو نہیں کیا جاتا۔

شرح: یعنی یہ وہی خواب میں جو حضور ﷺ پر ہوتی تھی اس لیے ہوتی تھی کہ حضور ﷺ کمال نبوت پر انکھار نبوت سے ہی جاتی چکے تھے۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا:

كنت نبيا وادم لمني جدل بين طينته

"میں نبی و آدم کے درمیان چٹائی میں تھی۔"

تو جہاں داغ کو پہنچنے والے لڑکے کا دینی احکام مان لیا جاتا ہے۔ سرکار ابد قرار۔

تَبَارَكَ اللَّهُ مَا وَحَى بِمُكْتَسَبٍ

وَلَا نَبِيٍّ عَلَى غَيْبٍ مِنْهُمْ

عربی لفظ: تبارک۔ اللہ عظیم حسین۔ برکت الی ذات ہے۔ ما وحی۔ اور وہی نہیں ہے۔ مکتسب۔ از کسب الی چیز کہ محنت کر کے حاصل ہو جائے۔ ولا نبی۔ اور نہیں ہے کمال نبوت۔ علی غیب۔ غیب پر۔ منهم۔ انہوں کے ساتھ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہی کو وحی سے حاصل ہونے والی چیز نہیں دے گا۔ نہ نبی پر غیب کی اور نہ نبی کو انہوں کا یہ سنا ہے۔

شرح: اللہ تعالیٰ وہی کو وحی سے حاصل ہونے والی چیز نہیں دے گا۔ نہ نبی پر غیب کی اور نہ نبی کو انہوں کا یہ سنا ہے۔

مکاشفات کسی ہیں، مجاہدہ و ریاضت سے جو تقرب حاصل ہو اور استغناء فی القلب ملے، یہ کسی کہلایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ اللہ کرتے شب بیداریاں کرے جو جی بھی نازل کرا لی جائے بلکہ یہ وحی اور نبوت محض فضل الہی سے حاصل ہوتی تھی۔ جس کو چاہا عنایت کی۔ اور اب اس کا دروازہ ہی بند ہے۔ اس پر قفل لگ چکا وَلَٰكِنْ مَّا سُوَّلَ اللّٰهُ وَخَاتَمَ النَّبِيِّۦنَ کَا۔ خود خاتم النبیین ﷺ فرما چکے:

انا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدی
 ”میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“

اور جو نبی ہو چکے وہ اپنے اپنے منصب کے مطابق علم غیب کے مالک ہوئے۔ اور انہوں نے اخبار بالغیب فرمایا۔ حضور ﷺ نے روز قیامت کے بعد جنت کے احوال بیان فرمائے اور علم غیب کلی کے مالک ہوئے لیکن بایں ہمہ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی نبی اخبار بالغیب میں متہم بہ کذب نہیں ہو سکتا کہ آئندہ یا گزشتہ کا حال کہے اور وہ پھر واقعہ کے خلاف ظہور میں آئے۔

بلکہ جو کچھ وہ کہے گا من وعن ضرور ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ کوئی اس پر اتہام کذب نہیں لگا سکتا۔ ہاں متنبیوں کی مثل سیلمہ کذاب کے اور اس سے لے کر اب تک مرزا قادیانی ان کی ہزار باتیں اخبار اور پیشگوئیوں میں جھوٹی ہوئیں اور ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ نبی من جانب اللہ نہیں ہوتے۔ بلکہ من جانب انفس ہوتے ہیں۔ یا من جانب المراق والامراض۔ تعالیٰ اللہ عما یفترون۔

مولای صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِک خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِم

فصل با من۔ حضور اکرم فریادی کی امداد فرماتے ہیں

كَمْ نَوَاتٍ وَصِنَا بِالْفَلَسِ وَاعْتِ
وَاطْلُقَ الْوَنَاتِ وَنَقِذَ النَّاسِ

اصل لغات: کھم: خبر، کچھ، بار، ضرورت، ہاشی، ازا، امداد، تندرست ہونا، اچھے ہو گئے۔
وصا: بار، بالفلس: ہاتھ میں کر کے۔ واسطہ، تھیل، من کی ہے۔ واطلقت: ہاشی
از احاطہ۔ چھڑا۔ آزاد کرنا۔ اور آزاد ہو گئے۔ ہونا۔ بہت مند۔ من ربطہ ری کا
چھنا جو ہاتھوں کے تھیل میں آتے ہیں۔ ہاتھ سے۔ اللطم: اللطم۔ لوسے از
الان۔ ان سے۔

ترجمہ: بار، ہاتھوں کی تھیل سے اس سے آزاد ہو گئے ہاتھ سے مند ہونے کے
پہنچے۔

تنبیہ

ایک شعر میں شعر سے قبل صاحب فوائد نے لکھا ہے۔ لیکن آواز اور پڑتی اور
مطرا اور دہلے اس کا اصل تذکرہ نہیں کیا۔ جو حال یہ کہ ایک ایک اور امر ہے۔ لہذا احتیاطاً
ہم لکھنا چاہتے ہیں کہ اس شعر میں جو ہے۔

اَيُّهَا الْعَرُ لَا يَخْفَى عَلَى أَحَدٍ بِذَوِيهَا الْفَطْلُ بَيْنَ النَّاسِ لَمْ يَفْهَمْ
تو ان کے اعتبار سے، وکشف اور شریعت میں اس میں کہ میں نہیں جانتا کہ
کلام میں ہے۔ لیکن یہ سب سے پہلے اس کے قصیدہ کا ہے۔ جنہوں نے قصیدہ بدو کے
مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اور جس کا تذکرہ ہم دیا چاہیں کر چکے ہیں۔

اصل لغات

یہاں، علی آیت: ہم سے۔ العرو: جمع عروا، ران، واپس، روشن۔ لا یخفی: نہیں
پہچھتا۔ علی احد: کسی پر بندوبست۔ الخیر: ان کے۔ العدل: انصاف۔ بین الناس:

آدمیوں میں۔ لم یقم۔ نہ قائم ہو سکتا تھا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے روشن معجزات کسی پر مخفی نہ رہے۔ اور بغیر ان معجزات کے انصاف بین الحق والباطل لوگوں میں قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور لا تنکر الوحی من رؤیاء ان لا سے 6 بیتوں تک یعنی فذالک حین بلوغ من نبوتہ۔ اور تبارک اللہ ما وحی بمکتسب۔ اور کم ابرءات وصبا باللمس راحتہ اور واحیت السنۃ الشہباء دعوتہ اور بعارض جاد او خلت البطاح۔ یہ چھٹا زادہ نے اپنی شرح میں نہیں لیے۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ ممکن ہے کاتب چھوڑ گیا یا مسودہ ان بیتوں کا ضائع ہو گیا۔ اور بوقت طباعت نہ ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب اپنے سلسلہ کے مطابق ہم کم ابرءات وصبا باللمس راحتہ کی شرح کرتے ہیں۔ وہ ہوندا۔

شرح: اس بیت میں ناظم فہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعثت سید اکرم ﷺ میں یہ حکمت اور مصلحت بھی مضمر تھی کہ لا علاج مریض مصیبت زدہ مایوس العلاج اور باطنی امراض مہلکہ کے بیمار قلبی بیماریوں کے سسکتے ہوئے صاحب فراش حضور ﷺ کی طب اور معالجہ سے صحت یاب ہو گئے اور اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے کی سبیل سوائے ذات محبوبہ دو عالم اور کسی کے ذریعہ ممکن ہی نہ تھی اصلاح قلوب مشرکین ایسے مصلح اور طبیب قلوب کے اوپر موقوف تھی جو عارف ربانی اور عالم اسماء و صفات ہو اور واقف احکام و افعال اور اپنی جادو بیانی میں ایسا موثر ہو کہ دلوں کو مسخر کر لے اور ایسا جاذب ہو کہ خیالات کو آن واحد میں ایک غلط انداز نظر سے بدل دے۔ منہا ہی شرعیہ میں ساخط اور اوامر اسلامیہ میں تابع۔ ایسی صفات سوائے ذات گرامی کے کسی میں جمع نہیں ہو سکی تھیں۔ کہ ابراء امراض ظاہری میں بھی جامع طبیب اجسام اور شفاء امراض روحانی و قلبی میں حکیم علام۔ اسی بنا پر ناظم فہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معترض ابھی تک یہی دریافت کر رہے ہیں کہ اس ہستی کی بعثت کی کیا حاجت تھی۔ حالانکہ ان کے دست شفا نے کتنے مریض جسمانی جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہمیشہ کے لیے صحت یاب کر دیے اور لاکھوں کروڑوں مرضاء روحانی صحت یاب ہو

گئے۔ وہ قوم جو درندوں کی مشابہ اپنی زندگی کے لیل و نہار گزار رہی تھی۔ ایک نظر میں مجسم۔ اخلاق بن گئی۔ جو کفر و شرک کے اندھیرے میں پھنس کر ظلمات و گمراہی کی پتلی در پتلی گھاٹیوں میں سرکراتی پھر رہی تھی، ایک آواز میں راہ راست پر آگئی۔
حالی نے خوب کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
محببت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
قیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
غریبوں کا حامی اسیروں کا آقا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق ہے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

یہ تو وہ شان ہے جو اصلاح روحانی میں نظر آتی۔ اخلاقیات ایسے تھے کہ آن کی آن میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے قتل و غارت کی آگ بجڑ کا دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حالی کہتا ہے:

نہ ملتے تھے ہرگز جو از بیٹھتے تھے سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

حضور ﷺ کے آوازہ حق نے انہیں سیوی خصلتوں کے مجسموں کو انسان بنا دیا۔ وہ سرجن میں ننوات و تکبر تھا، سبوا، محبوب دو عالم ﷺ سے معمور ہو گئے۔ وہ دل جس میں لالت و لڑائی سامنے ہوئے تھے ایک وحدہ لا شریک کے پرستار بن گئے۔

نورض کہ اگر حضور ﷺ کی جلوہ ریزی نہ ہوتی تو دنیا میں اندھیرا تھا۔ شرک و کفر کے

کالے بادل گھرے ہوئے تھے۔ گمراہی کی بھیاں تک ظلمت عالم پر چھا رہی تھی۔ اور امر اس جسمانی کے طبیب کامل ایسے تھے کہ احادیث میں ایک نہیں سیکڑوں واقعات موجود ہیں۔ جن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کمال سوائے اس با کمال کے کسی اور میں کہاں تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام چند کمالات دکھا کر تشریف لے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام جادو گروں کو زیر کر گئے۔ یاں جو جس فن میں مقابلہ کرنے والا آتا ہے وہی زیر ہوتا ہے۔ بلاغت و فصاحت کے امام میدان کلام کے شہسوار ایک ہی ٹھوکر میں جھکے نظر آ رہے ہیں۔ ابو جہل کے بیٹے نے غزوہ بدر میں حضرت معوذ بن عفرارضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے کٹا ہاتھ لیا اور اس کی جگہ پر لگا دیا تو تندرست ہاتھ کی طرح جڑ گیا۔ ہے کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا سرجن جو یہ کمال دکھا سکے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور ﷺ اسے جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس کو اس کے سینہ پر پھیرا اور فرمایا: اخرج فخرج من جوفه مثل الجرو الاسود فشفی۔

”نکل تو اس کے پیٹ سے۔ کالے کتے کے چھوٹے چھوٹے پلے سے نکلے اور وہ شفا یاب ہو گیا۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور سخت رمد ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن اقدس ڈالا صبح بالکل تندرست تھے۔ اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امور مخصوص بزمانہ حیات بابرکات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک باقی ہیں۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی رابطہ قلبی اس ہستی پاک سے قائم کر لے۔ اور حضور ﷺ پر صرف درود پڑھ کر مقصود کے حصول کی دعا کرے باذن اللہ تعالیٰ بہ نیل مرام وہ صبح کرے۔

صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ علامہ قشیری راوی ہیں کہ ان کے صاحب زادہ سخت بیمار ہوئے حتیٰ کہ موت کے قریب پہنچ گئے اور مایوسی ہو گئی۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے بچے کی علالت کا شکوہ کیا تو حضور ﷺ

نے فرمایا آیات شفاء سے کیوں بے خبر ہے۔

میری آنکھ کھل گئی اور میں نے آیات شفا لکھ کر دھو کر پلائیں ایسی مایوسی میں وہ اسید نظر آئی کہ گویا مرض ہی نہ تھا۔ وہ آیات شفا یہ ہیں:

ویشف صدور قوم مومنین (1) وشفاء لما فی الصدور (2) یمخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (3) ونزل من القرآن ماہو شفاء ورحمة للمومنین (4) واذا مرضت فهو یشفین (5) قل هو للذین امنوا ہدی وشفاء (6)

حضرت ابو بکر رازی فرماتے ہیں کہ میں اصفہان میں ابی نعیم کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا ابو بکر بن علی نے سلطان سے بغاوت کی تو وہ قید ہو گئے۔ تو میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور جبریل امین حضور ﷺ کی داہنی جانب تھے۔ حضور ﷺ لبائے مبارک کسی تسبیح سے متحرک فرما رہے تھے۔ تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: ابو بکر بن علی کو کہہ دے کہ وہ دعائے کرب جو بخاری شریف میں ہے، پڑھے اور یہاں تک پڑھے کہ اللہ بلا ثاں دے۔

صبح ہوتے ہی میں نے انہیں کہا۔ انہوں نے وہ پڑھی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آزاد ہو کر آ گئے۔ وہ دعاء کرب جسے شیخین نے روایت کیا ہے یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَكِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

علامہ خرپوٹی اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا۔

1۔ ہار ایمان والوں کا قیامتی ٹھکانہ ہو گا۔ 2۔ اندرونی صحت۔

3۔ اس کے عہد سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں قوموں کی تندرستی ہے۔

4۔ اور انہماک ہے قرآن میں وہ چیز ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

5۔ جب کوئی بیمار ہو تو وہی کچھ شفاء پاتا ہے۔

6۔ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔

اور وہ یہ ہوا کہ ہمارے استاد کی زوجہ محترمہ مرض قلب میں مبتلا ہوئیں اور ایسی جتلا ہوئیں کہ رات دن میں کسی وقت سکون ہی نہ تھا۔ ہر وقت چیخیں لگاتیں اور ایسے زور سے چیختیں کہ ہمسایہ بھی تنگ آ گئے۔ اطباء سے بہت سی دوائیں منگوائیں لیکن شفا نہ ہوئی۔ تو مجھے فرمایا کہ ایک عریضہ میری طرف سے دربار رسالت میں لکھ۔ اور اس مرض کی نجات کی درخواست کر۔ چنانچہ میں نے عریضہ لکھا۔ اول اس میں صلوٰۃ و سلام لکھ کر اپنا مقصد تحریر کیا اور حجاج جو حج کو جا رہے تھے ان کی معرفت روانہ کر دیا۔ ہم دن گنتے رہے۔ حتیٰ کہ جس دن حاجی مدینہ پہنچے اس روز ان کا چہنچا چلا نا بند تھا اور بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جنگل میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی نے حضور ﷺ کو پکارا: یا رسول اللہ ﷺ۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: تو کیا چاہتی ہے اس نے عرض کی کہ حضور ﷺ مجھے ایک اعرابی شکار میں پکڑ لایا ہے اور اس پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں حضور ﷺ مجھے کھول دیں کہ میں انہیں دودھ پلاؤں۔ پھر ابھی واپس آ جاؤں گی حضور ﷺ نے فرمایا تو ضرور واپس آ جائے گی۔ عرض کی ہاں۔ حضور ﷺ نے اسے کھول دیا۔ وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ اعرابی کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے عرض کی حضور ﷺ کی کیا مرضی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اسے آزاد کر دے۔ اعرابی نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ ہرنی چلی اور جنگل میں کہنے لگی: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ۔

مولای صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
وَاحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ
حَتَّى حَكَّتْ غُرَّةً فِي الْأَعْصِرِ الدُّهُمِ

۸۶

حل لغات: واو، عاطفہ اور، احیت، ماضی از احیاء، زندہ کرنا، زندہ کر دیا۔ السنۃ۔ سال، سال۔ الشہباء۔ سفید، محاورہ میں اس سال کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ یعنی قحط، قحط والا۔ دعوتہ، از دعا، ان کی دعا نے۔ حتیٰ، للغایت، یہاں تک کہ۔ حکت، ماضی،

مشابہ ہو گیا۔ غرقِ روشنی اور سفیدی گھوڑے کی پیشانی کی۔ ہر چیز کا حصہ روشنی اور چمک میں۔ فی الاغصن، جمع عصر، زمانہ، تمام زمانوں۔ الدھم، ازادہم، اور دھماء کی جمع ہے بمعنی سیاہ، سیاہ اور ظلمت سے۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی دعا نے بے آب و گیاہ قحط زدہ موسم کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ یہاں تک کہ آئندہ گزشتہ تاریک زمانوں میں یہ سال روشن اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

شرح: ناحیت احیاء سے ہے یہ خدماتت کے معنی میں مستعمل ہے۔ سنہ سال کو کہتے ہیں۔ شہبائے گھوڑوں کی چمکتی پیشانی کو کہتے ہیں۔ لیکن محاورہ عرب میں سنۃ الشہباء اس سال کو بولتے ہیں جس میں امساک باران کے باعث نہ بزرہ اگانہ شادابی کے اسباب مہیا ہوں۔ یعنی قحط سالی جسے عام محاورہ میں کہتے ہیں۔ دعوتہ اس کا فاعل ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے موسم قحط فارغ البالی سے بدل گیا۔ خشک سالی بزرہ زاری سے متبدل ہو گئی اور ایسی ہو گئی کہ حتی حکمت مشابہت میں چمکتے ہوئے سفید گھوڑے کی پیشانی کی طرح زمانوں کی تاریکیوں میں اظہر من الشمس ہو گیا۔ یعنی وہ سال تمام آئندہ و گزشتہ موسموں میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ دھم عربی میں سیاہ اور تاریک کو کہتے ہیں۔

اس بیت مبارک میں تلخیصاً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار لوگوں پر عہد رسالت میں سخت قحط پڑا۔ حضور ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دینے جلوہ فرما ہوئے۔ تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور پکارا:

یا رسول اللہ هلک المال وجاع العیال فادع اللہ تعالیٰ لنا۔

”اے سرکار! ہمارے مال ہلاک ہو گئے ہمارے بچے بھوکوں مر گئے اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔“

فرفع یدیه وما لقی فی السماء سحابا ولا قرعة فی الذی نفسی بیدہ
ما وضعہما حتی صار السحاب امثال الحبال ثم لم یترک عن منبرہ حتی
رأیت المطر یتحاور علی لحيته فمطرنا یومنا ذلک من الغد و من بعد غد
حتى الی الجمعة الاخری۔

”تو حضور ﷺ نے دونوں دست نورانی آسمان کی طرف بلند فرمائے اور اس وقت ہمیں نہ کوئی ابر نظر آتا تھا نہ قزح۔ بس قسم ہے اللہ کی حضور ﷺ نے ابھی ہاتھ چھوڑے نہ تھے کہ پہاڑوں کی طرح ابر گھر گئے اور کالی گھٹائیں جھا گئیں۔ اور ابھی حضور ﷺ منبر سے اترے نہ تھے کہ بارش موسلا دھار ہونے لگی اور ریش اقدس پر بوندیں ڈھلکنے لگیں۔ یہ بارش اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک مسلسل رہی۔“

دوسرے جمعہ کو ایک آدمی کھڑا ہوا اور پکارا:

یا رسول اللہ ھدم البناء و غرق المال فادع اللہ تعالیٰ لنا فرفع یدیدہ۔
 ”حضور ہمارے مکان گر گئے، مال غرق ہو گیا، ہمارے لیے دعا فرمائیں تو حضور ﷺ نے دست اقدس اٹھائے۔“
 اور فرمایا:

اللھم حوالینا ولا علینا
 ”ہمارے گرد برے ہم پر نہیں۔“

تو حضور ﷺ جس طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے ابر بھی اسی طرف پھٹتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ مثل ٹیلہ کے خشک تھا۔ اور نواح مدینہ میں جل تھل تھا اور ایک ماہ مسلسل ایسا ہی رہا۔

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دے
 صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے
 چاند شق ہوں پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
 بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے
 گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
 نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے
 جوش طوفان بحر بے پایاں ہوا ناساز گار
 نوح کے مولا کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ تَبْرِی دہائی دہ گیا
 اب تو مولا بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے
 بَعَارِضٍ جَادٌ أَوْخِلْتُ الْبِطَاحَ بِهَا
 سَيِّئًا مِّنَ الیَمِّ أَوْسَيْلًا مِّنَ الْعَرَمِ

حل لغات: بعارض، الباء متعلق، سحاب ابر، یہ جل تھل ایک ابر کے ساتھ۔ جاد، ماضی از جود و بفتح الجیم۔ خود مطر شدید۔ مولا دھار بارش کی عطا و بخشش تھی۔ او، برائے غایت یا بمعنی الی۔ یہاں تک۔ خلت، من الخیال والظن والحسبان، خیال کرے تو۔ البطاح، ابطح او بطمحاء سیل واسم للماء اودیة المدینة۔ شہم کے نالے کو۔ بہا، اس بارش سے۔ سیئاً۔ سبب بروزن غیب بمعنی الجری والعطا، بہاؤ۔ من الیم۔ البحر۔ دریا کا۔ او۔ یا۔ سیلاً۔ الماء المجتمع الجاری بغتة۔ اچانک پانی جمع ہو جانا۔ جل تھل۔ من العرم۔ مطر شدید، سخت طوفانی بارش کا۔

ترجمہ: قحط سالی ایک بارش سے دفع ہوئی۔ اور بارش ایک ابر کی وجہ سے ایسی برسی کہ دیکھنے والا اگمان کرتا تھا کہ یہ دریا کا طوفان یا سیلاب اور جل تھل ہے۔

شرح: چونکہ پہلے بیت میں احیاء کا فعل دعا کی طرف منسوب تھا تو قدرۃ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس قحط سالی اور خشک سالی کو بجزہ زاری سے محض دعا نے بدل دیا یا اجابت دعا کے بعد اس بجزہ کا سبب بارش ہوئی تو اس کا جواب اس بیت میں دیا اور فرمایا: بعارض۔ یعنی ابر نے جاد ایسا بزمہ مولا دھار برسا یا کہ اس سے زیادہ مینہ برس ہی نہیں سکتا۔ یہاں جاد جود سے ہے۔ اور جود کا جیم بھی مفتوح ہے۔ جو مطر شدید کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور جو بضم جیم جود پڑھتے ہیں۔ وہ محاورہ اور لغات سے بے خبر ہیں۔ اور عارض بمعنی۔ سحاب۔ تو قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

هٰذَا عَارِضٌ مُّسَطَّرٌ

”یہ ابرہہ جو ہم پر بارش کرے گا۔“

اور یہ سیل بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ سیل سے حضور ﷺ نے دعا میں پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے: اللھم انی اعوذ بک من السیل والبعیر الصول ”الہی میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اچانک بہاؤ سے اور منہ زور اونٹ سے“۔ اور عرم مطر شدید کو بھی کہتے ہیں۔ اور عرم ایک جگہ کا نام ہے جو ملک سبا میں ہے۔ یہاں قوم سبا پر سیل عظیم بصورت عذاب آیا تھا۔ اس اعتبار سے اس بیت میں تلخیصاً قصہ سبا کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور سبا ایک جماعت کا نام تھا۔ یہ قوم اپنی جماعت کا نام اپنے اجداد کے نام پر رکھتی تھی۔ چونکہ یہ سب سبا کی اولاد سے تھے۔ اس لیے اسے قوم سبا کہا جاتا تھا۔ ان کا شجرہ یہ ہے: سبا بن یثجب بن یعر ب ابن قحطان اور یہ جس شہر میں رہتے تھے۔ اس کا نام مارب تھا یہ شہر ارض یمن میں تھا یہاں بڑا زبردست جنگل تھا۔ جب بلقیس اس شہر کی ملکہ ہوئی تو اس جنگل پر اس نے ایک زبردست دیوار بنوائی اور اس میں موریوں اور مورے اونچے نیچے بنائے۔ تاکہ جو پانی اس جنگل میں جمع ہو، خاطر خواہ استعمال کیا جائے اور شہر والوں نے اس وادی کے نیچے کے حصہ میں دائیں بائیں بڑے بڑے باغ بنائے۔ چنانچہ اس شہر کے باغات میں اس قدر پھل ہوتا تھا کہ اگر ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزر جاتی تو بغیر کسی پھل کے توڑے اور کسی ڈالی کو ہلائے ٹوکری بھر کر گھر لاتی۔ اور قدرتی طور پر یہ شہر ایسا ستھرا اور پاکیزہ تھا کہ مچھر، مکھی، پسو، کھٹل، سانپ، بچھو اور کسی قسم کی بیماری یہاں نہ تھی۔ اور اگر مکھی، مچھر، پسو، کھٹل لے کر کوئی مسافر اس شہر میں داخل ہوتا تو یہاں کی ہوا میں یہ اثر تھا کہ فوراً پسو، کھٹل وغیرہ مر جاتے اور یہ سعادت اس شہر کے رہنے والوں کو حاصل تھی۔ مگر بڑے ناشکرے سرکش خدا نافرست تھے۔ کہتے تھے ہم خدا کو نہیں جانتے کہ اس نے یہ نعمتیں نازل کیں۔

اس قوم پر تیرہ رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے۔ اور سب نے انہیں کہا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ مگر انہوں نے ان کی نصیحتیں نہ سنیں اور ایمان نہ لائے۔ آخر ان پر چوہے مسلط کیے گئے جو اندھے تھے۔ انہوں نے اس وادی میں بڑے بڑے بل بنائے اور اس

وادی میں جو دریا بھرا ہوا تھا۔ وہ پانی ان چھیدوں میں بھرا کہ تمام دیوار منہدم ہو گئی اور پانی ان کے گھروں بانوں میں اچانک ایسا بھرا کہ سب فرق ہو گئے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسِرَافٍ مِّنْهُمْ آيَةٌ جَئِينَ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۚ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدًا طَيِّبَةً ۚ وَرَبِّ غَفُورًا ۝ فَأَعْرِضُوا فَأَنرَسَلْنَا عَلَيْهِم سَيْلَ الْعَرُوَّةِ ۚ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ أَكْثَ حَسَدٍ وَأَثَلٍ ۚ وَشِقَاقِيْنِ ۚ وَكَفَرْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۚ وَقُلْ نَجُوزِي إِلَّا الْكُفُورَ ۝ صدق اللہ مولانا العلی العظیم۔ (1)

دَعْنِي وَوَصْفِي آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ

ظُهُورُ نَارِ الْقُرَىٰ لَيْلًا عَلَىٰ عِلْمٍ

حل لغات: دعنی، امر از ودع يدع بمعنی اتر کنی۔ چھوڑ مجھے۔ ووصفی۔ اور میری مدحت سرائی کو۔ آیات۔ اور بیان معجزات۔ لد۔ جو حضور ﷺ سے۔ ظہرت۔ ظاہر ہوئے۔ ظہور۔ یہ ظاہر ہونا۔ نار۔ اس آگ کا سا ہے۔ القری۔ قری۔ بمعنی خیافت۔ جو مہمان کے کھانے کے لیے روشن ہو۔ لیلاً۔ رات میں۔ علی علم۔ علم۔ یعنی الجبل۔ پہاڑ پر۔

ترجمہ: چھوڑ مجھے اور حضور ﷺ کی تعریف کرنے دے۔ اگرچہ وہ فی الواقع اتنے روشن ہیں جیسے مہمان کی آگ پہاڑ پر روشن ہوتی ہے۔

شرح: بیان اوصاف معجزات و کمالات کرتے کرتے ذہن میں خیال آیا کہ اس ہستی پاک کے اوصاف بیان کرنے کی کیا حاجت ہے وہ تو کاشتمس (سورج کی طرح) عالم میں ظاہر و باہر ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طلوع خورشید پر طلوع خورشید کا اعلان زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ تو خود ہی جواب دیتے ہیں کہ دعنی اد خیال باطل مجھے چھوڑ اور تو صیف کمال و

۱۔ بے شک ہمارے لیے ان کی آبادی میں غنائی تھی۔ باغ دانیں اور باغیاں اپنے رب کا رزر کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور خوشنشین والا رب۔ انہوں نے نہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور ان کے بانوں کے غمرہ، باغ انہیں بدل دیئے کہ ان کے پھل دھڑ دھڑان میں جھانڈا تھا۔ اور کچھ ٹھوڑی سی بیڑیاں۔ ہم نے انہیں دلائے۔ ان کی غامری کی سوا اور ہم ناگروں کو ہی سزا دیتے ہیں۔

معجزات آقا کرنے دے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ ان کے کمالات ایسے روشن ہیں جیسے مسافر پہاڑ پر آگ جلائے تو تمام اہل قریٰ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ یہ ایک عرب کا محاورہ ہے۔ ایقاد النار فی راس الجبل۔ اور مسافروں کو اطمینان دلانے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلا دینا اہل عرب کا پرانا رواج ہے تاکہ ابن السبیل (مسافر) طی مراحل اور قطع منازل کرتا ہوا آگ کی روشنی دیکھ کر اطمینان سے اس طرف آ جائے اور اکل و شرب (کھانے پینے) سے تازہ دم ہو کر اپنا سفر پورا کرے۔

اسی ضرب المثل کو اس بیت میں فرمایا: **ظہور نار القری لیلاً علی علم۔**

مولای صَلِّ وَسَلَّم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
 راہ پر خار ہے کیا ہوتا ہے پاؤں افکار ہے کیا ہوتا ہے
 ہائے رے نیند مسافر تیری کوچ تیار ہے کیا ہوتا ہے
 دور جانا ہے رہا دن تھوڑا راہ دشوار ہے کیا ہوتا ہے
 گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں مت پہ کیا مار ہے کیا ہوتا ہے

فَالْدُرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَهُوَ مُنْتَظَمٌ

وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظَمٍ

۱۹

حل لغات: فالدر، پس موتی۔ یزداد، زیادہ ہوتا ہے۔ حسنا، حسن اس کا۔ وهو، اگرچہ وہ۔ منتظم، لڑی میں پرا ہوا ہو۔ وليس ينقص، اور نہیں کمی آتی۔ قدراً، اس کی قیمت میں۔ غیر منتظم، جب کہ وہ پرا ہوا نہ ہو۔

ترجمہ: موتی کا جب موزونیت کے ساتھ ہار بنایا جائے تو اس کی خوبصورتی اور حسن بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہی موتی جب تنہا ہو تو اس کے حسن ذاتی اور قدر و قیمت میں کوئی نقص نہیں آتا۔

شرح: گویا ناظم فہم یہ بتا رہے ہیں کہ میری مدحت سرائی سے حضور ﷺ کی شان بڑھ نہیں جاتی اور ترک مدحت میں ان کی شان گھٹتی نہیں۔ مگر ہار جب اپنی زینت چاہتا ہے تو قیمتی موتی سے تابانی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح میں کان نبوت کے اس درجے پہا

فصل ہامع۔۔ حضور اقدس کے اوصاف از قرآن پاک

آيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُخَدَّعَةٌ

فَلْيَمْنَعَنَّ الْمَوْصُوفُ بِالْقَدَمِ

اصل لغات: آیات حق قرآن کی آیتیں۔ من الرحمن بہ سخن کی طرف سے۔ مخدعہ۔
 گھس ہوئی ہیں یا اجڑی ہوئی ہیں۔ موصوفہ مکررہ کہ ہیں۔ صفت الموصوف۔ اس لیے
 کہ موصوفہ قدیم کی صفت۔ بالقدم۔ قدم۔

ترجمہ: یعنی قرآن کریم کی یہی آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اور باعتبار کمال
 نزول و کبریت فی العالیات عالمات ہیں۔ اور باعتبار معنی و حکم کس قدر کہ کیونکہ وہ صفت
 ہیں آیات پاک کی جو موصوفہ بالقدم ہے اور یہ امر حقیق ہے کہ موصوفہ قدیم کی صفت بھی
 قدیم ہوتی ہے۔ نہ نقطہ قدیم کل عوالم سے ہوا ہوا ہے بلکہ تعالیٰ اللہ عطا یصلون۔

شرح: پہلے اشارہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اوصاف میں ان کے تو ان چاروں
 قاطع سے کثرت کی ضرورت تھی تو قرآن کریم سے وہاں شروع فرمائے اور قیودہ فرمایا کہ
 جس قسم کے اوصاف بیان کرنا ہوں۔ ان کے اوصاف میں آیات خدا نازل ہوئی ہیں۔

اور من الرحمن اسم حسن کا ذکر جو فرمایا۔ اگرچہ کلام اختیار ہوا لیکن کلام بھی لائے
 تھے لیکن چونکہ نزول قرآن ہی رحمت عالمہ جمیع مخلوق کے لیے ہے۔ حتیٰ کہ کفار پر بھی
 تاثر و تہذیب کا موجب ہو کر رحمت ہے اس لیے اس کے نازل کھدو کے اسامی جی سے فرمایا
 من الرحمن اختیار کیا۔

اور مصرع اول میں محققہ اسم موصول احداث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں موصوفہ
 کہا۔ تو گویا فرمایا۔ مخدعہ فلیمنع۔ یہ امر کہ جس سے کہ عبادت و قدیم دونوں معنیوں
 لائق کرتا اور ایک موصوفہ کی صفت اس طرح کرتا جمیع بین النقیصین ہے لیکن
 جسے غور کے بعد پورا واضح ہوتا ہے۔ کہ جمیع بین النقیصین ہیں اور ہم نہیں آتے اس

لئے کہ عالمِ کلام نے وہ اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں غائب فرمائے ہیں ایک اعتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث طبع ہے اور دوسرے اعتبار سے قدیم قرار دیا ہے۔

پانچ آیات قرآنیہ حادث ہیں اعتبار یہاں کہ اس میں جو قصہ ہیں وہ حادث ہیں اور قدیم یا قدیم متعلق ہیں۔ اس لیے کہ یہ وہ ہیں کہ کلامِ عقل کا کلام نہیں۔ یہاں کا عقل نے کہا ہے:

لَا الْكَلَامَ لِلْهَى الْكَلَامُ وَالْعَدَا جَعَلَ الْكَلَامَ عَلَى الْكَلَامِ دَلِيلًا
تو حادث کلامِ عقل ہے اور قدیم کلامِ نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔

اس میں حادث مذہب ہیں:
(۱) مذہبِ اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:

كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى الثَّانِي لِمَعْنَى مَكْنُونٍ فِي الْمَصَاحِفِ حَادِثٌ وَنَفْسِي
قَائِمٌ بِذَلِكَ قَدِيمٌ لَيْسَ بِحُرُوفٍ وَلَا صَوْتٍ بَلْ هُوَ الْمَعْنَى فَقَطْ وَأَنْ مَعْنَاهُمْ
بِحُرُوفٍ مَسْمُوعٌ ذَلِكَ الْمَعْنَى الْمَعْنَى هُوَ الْكَلَامُ النَّفْسِي۔

کلامِ الہی ثانی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذات قدیم ہے۔ اس میں نہ حرف نہ صوت نہ وہ نفس متعلق ہے اور اس کے نزدیک معنی کی سماعت بھی ہوتی ہے۔ ہاں یہ بھی یہ قائم ہے۔

(۲) اور مذہبِ اشاعرہ کی تصور ترقیدی کا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں:

لَا كَلَامَ ثَانِي لِمَعْنَى مَكْنُونٍ فِي الْمَصَاحِفِ حَادِثٌ وَنَفْسِي قَائِمٌ
بِذَلِكَ قَدِيمٌ لَيْسَ بِحُرُوفٍ وَلَا صَوْتٍ بَلْ هُوَ الْمَعْنَى فَقَطْ۔ اس مذہب میں
اشاعرہ کے مذہب سے صرف اس امر کا اختلاف ہے وہ معنی ہائے کلمات ہیں۔ یہ معنی بھی نہیں
ہاں کہہ سکتے ہیں کہ جو معنی ہے وہی کلامِ عقل ہے۔ کلامِ الہی الدائم۔

(۳) تیسرے مذہب بعض متاخرین کا ہے کہ ان میں صاحبِ مباحث بھی ہیں وہ کہتے ہیں:

لَا كَلَامَ ثَانِي لِمَعْنَى مَكْنُونٍ فِي الْمَصَاحِفِ مَحْظُوظٌ فِي الْفَصْلِ
وَهُوَ حَادِثٌ وَكَلَامُ نَفْسِي قَائِمٌ عَادًا عَنْ لَفْظٍ وَمَعْنَى لَكِنْ بِلَا لَفْظٍ۔

اس مذہب کے مکتوب فی المصاحف مَحْظُوظٌ فِي الْفَصْلِ و حَادِثٌ ہے اور

کلام غمی عبارت ہے لفظ و معنی بالترتیب سے اور یہ قہیم ہے
(۴) اور قہیم بجلال مدنی کا یہ ہے کہ کہتے ہیں:

انہ الذان لفظی قائم بالمصاحف والصدور وهو حادثات ونفسی قائم بہ
تعالیٰ قدیم عبارة عن لفظ و معنی مع لہ ترتیب علمی۔
”کلام غمی عبارت ہے لفظ و معنی بالترتیب علمی سے اور یہ قہیم ہے۔“

(۵) ان کے قہیم کا یہ ہے کہ کہتے ہیں:

ان کلامہ تعالیٰ فی الحلیقة واحد مرکب من حروف و اصوات قدیم
الی ان قال بعضهم والوطء بقدم الحنة والعلاف فہم ینکرون الکلام
النفسی۔

(۶) چنانچہ قہیم کے دو مسلمانوں میں ایک جہد مقرر ہوا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:
ان کلامہ واحد مرکب من حروف و اصوات حادثات لکن لیس بقیام بذاتہ
تعالیٰ بل بالغیر کالتوح وفزاد جبریل والنسی وشجرة موسیٰ۔

(۷) اس کے قہیم کا یہ ہے کہ کہتے ہیں:

ان کلامہ واحد مرکب من الحروف والاصوات حادث لکن قائم بہ
تعالیٰ فالفرق فی الحوادث ینکرون الکلام النفسی۔

پچھلے میں اس نے کلام غمی کے منکر ہیں۔ اس کی تحصیل ممکن ہو تو ہادیہ تہذیب و
”کلام“ کا پانچ اور اشکائے وغیرہ میں دیکھیں۔ یہاں تو ہمیں یہ بتا ہے کہ کلام قہیم اور قہیم
نے محضاً جہد فرمایا وہ حوالہ کے کتب کو دیکھنے کے لیے کہا ہے۔ اور قہیم نے اس لیے کہا
تاکہ اس کا یہ ہمارے ہر صفت بالوصوف بالقدم معتزلہ کا رد کرنے کی غرض سے فرمایا۔ اس
لئے کہ عظیم یہ ہے کہ قرآن بامقار الفاظ صواب و کثرت حادث ہے۔ اس کے لفظی
کہتے ہیں اور بامقار معنی بصوت قدیم اس کو کلام غمی کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

لَمْ تَقْتَرِنُ بِزَمَانٍ وَهِيَ تُخْبِرُنَا
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ إِرَمٍ

۹۲

حل لغات: لم تفترون، نفی جحد بلم از اقتران۔ متصل ہونا۔ نہیں ہیں قریب سے متعلق وہ آیات۔ بزمان، کسی زمانہ قریب سے۔ وہی، داؤ حالہ۔ ضمیر الی الایات، حالانکہ وہ آیتیں۔ تخبرنا، خبر دیتی ہیں ہمیں۔ عن المعاد۔ المعاد الرجوع بعد الفناء، یوم آخرت کی۔ وعن عاد، اور قصہ عاد کی۔ وعن ارم، اور عاد ثانی ارم کی۔

ترجمہ: وہ آیتیں قرآن کریم کی کسی خاص قریب زمانہ کی خبر نہیں دیتیں بلکہ آخرت کی خبر بھی دیتی ہیں۔ قصہ عاد اول کی خبر دیتی ہیں اور عاد ثانی ارم کے قصے سناتی ہیں۔

شرح: اس بیت میں ناظم رحمہ اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ ان آیات کو قدیم کہنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ وجود قدیم وجود کائنات سے مقدم ہوتا ہے۔ اور بایں ہمہ ان آیات میں یہ کمال ہے کہ یہ ہمیں حشر و نشر اور قوم عاد اور جنت ارم وغیرہ کی بھی خبریں دیتی ہیں۔

زمان: متکلمین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو متجدد معلوم یقدر بہ سے متجدد اخر موہوم ہو اور حکماء کے نزدیک زمان سے مقدار حرکت فلک اعظم مراد ہے۔

یہاں لم تفترون بزمان جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے معانی آیات مراد ہیں۔ نہ کہ الفاظ اس لیے کہ الفاظ تو حادث ہیں مفترون بزمانہ ہیں۔ برخلاف معانی کے کہ وہ کلام نفسی ہے اور وہ صفت الہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفت ان دونوں پر اجراء زمانہ محال ہے۔

اور اخبار قرآنیہ مبدأ و معاد کے ساتھ جو ہمیں مطلع کر رہی ہیں وہ ظاہر ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے:

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ وَصَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَ
نُسِي خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُغَيِّ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُخْبِتُهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ

اپنے لشکر سے ایک جماعت بائیں غرض روانہ کی کہ وہ ایک ایسا صحرا تلاش کریں۔ جس میں لطیف ہوا ہو۔ اور وہاں پتھر نہ ہوں، پانی کافی ہو، درخت سرسبز و شاداب ہوں۔

یہ جماعت تلاش کرتے کرتے ایسے جنگل میں پہنچی۔ جہاں اس قسم کی تمام تعریفات پائی جاتی تھیں، اور یہ جنگل مقام عدن میں انہیں ملا، انہوں نے اطلاع دی۔

شہزاد نے اطلاع پاتے ہی اپنے وزراء دولت کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جواہرات اور سونا چاندی جمع کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جمع کیا اور اتنا جمع کیا کہ بے حساب جمع ہو گیا۔

شہزاد نے وہ سب سامان ارض عدن پر بھیج دیا اور ایک لاکھ معمار مقرر کر دیے وہ گئے اور انہوں نے بنیاد میں ایک ایٹھ سو نے کی ایک چاندی کی لگا کر چار دیواری مکمل کر دی۔ اور اس میں بڑے بڑے ستون زبرجد سبز کے اور یاقوت احمر کے قائم کیے اور ان کے اوپر بڑے بڑے محل تعمیر کرائے۔ اور ان محلوں میں کھڑکیاں، برجیاں، روشن دان کافی رکھے۔ اور بڑے بڑے محکم بالا خانوں میں بنوائے اور شہنشین قلعہ ذہبی کے اندر بنوائے گئے۔ اس بادشاہ کے ایک ہزار وزراء تھے۔ اس نے ہر وزیر کے لیے قلعہ کے گرد ایک ایک قصر تعمیر کرایا۔ اور اس کے نیچے نہریں چاندی کی بنوائیں اس میں دودھ بھرا دیا، شراب پر کرائی، شہد سے محلو (پر) کیں۔ غرض کہ تین سو برس میں اس عمارت سے فارغ ہوا۔

۴ شہزاد نے تمام وزراء و اتباع و انصار جمع کیے اور ہاشان و شکوہ مقام عدن کو روانہ ہوا۔ جب مقام ارم ایک دن ایک رات کے بعد پرہرہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ اس پر ڈلوائی کہ سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ اللہم لا تہلکنا بعذابک ولا تسلط علینا من لا یحافظک۔ (۱۶)

ذَامَتْ لَدُنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجَزَةٍ

مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذَا جَاؤَتْ وَلَمْ تَلْمِ

عمل لغات: ذامت، ماضی ماضی، ہمیشہ رہیں وہ آیتیں۔ لدینا، ہمارے سامنے۔ ففاقَتْ، فاقَتْ، فوقت، تو فوقت حاصل ہو گئی۔ کل معجزہ، ہر معجزہ پر۔ من النبیین، ان سے۔

تمام انبیاء کرام کے۔ اذ جاء ت، جب کہ وہ معجزہ لائے۔ ولہم تقدم، مگر ہمیشہ ہے۔ ترجمہ: معجزہ قرآن ہمارے پاس ہمیشہ کے لیے ہے تو یہ معجزہ تمام انبیاء کے معجزوں سے فائق ہے اس لیے کہ وہ معجزے جو انبیاء لائے وہ ہمیشہ نہ رہے۔

شرح: آیات قرآنیہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی۔ اور یہ ہمارے حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک زندہ معجزہ ہے جو تمام انبیاء کے معجزوں پر فائق ہے۔ چونکہ ان کے معجزے جو آئے وہ ہمیشہ نہ رہے۔ اور یہ معجزہ قرآن اثبات نبوت کے لیے اعظم معجزات سے ہے جو تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ اور وقت نزول سے آج تک اور آج سے قیامت تک کوئی بلوغ فصیح ایسا نہیں گزرا جس سے قرآن کریم نے اپنے مقابلہ کا مطالبہ نہ کیا ہو اور اس نے نچاند دیکھا ہو۔

بڑے بڑے لہجاء بلغاء اس کی چھوٹی سی سورت کے جواب میں گونگے ہو گئے۔ اور جواب نہ دے سکے اور عجائبات قدرت الہیہ سے ایک یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس نے قرآنی آیات کا مقابلہ کرنا چاہا وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے ایسا بدحواس و از خود رفتہ ہوا کہ اس کے مقابلہ کا مضمون بے عقل بچوں کی عبارتوں سے بھی گہرا لگا۔

مسئلہ کذاب کے چند پریشان مضمون ملتے ہیں جو اس نے دعویٰ نبوت کر کے قرآن کریم کے مقابلہ میں بیان کیے۔ چنانچہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ کے مقابلہ میں اس نے کہا: الْفِيلُ مَا الْفِيلُ عَنْقَهُ قَصِيرٌ وَدَبَّه طَوِيلٌ۔ اور اس نے وحی کا دعویٰ کیا اور بتایا کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے: يَا صَاحِبِ بُرْجٍ وَادِّعِ اَعْلَاقَكَ فِي الْمَاءِ وَاسْفُلْكَ فِي الطَّيْنِ لَا الشَّارِبُ تَمْنَعُ مِنْ وَلَا الْمَاءُ تَكْذُوبُ۔ ”یعنی اے مینڈک مینڈک کے بیٹے تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حصہ کچڑ میں۔ پینے والا تجھے منع نہیں کرتا اور پانی کو تو میلا نہیں کر سکتا۔“

اور یہ وحی بھی مسئلہ کذاب کی ہے: اَلَمْ نَرِ الْاَلَمِ نَرِ الْاَلَمِ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِالْحَلِجَةِ اَخْرَجَ مِنْهَا نَسْمَةً تَسْعَىٰ بَيْنَ صَفَاقٍ وَحَشَىٰ۔ ”یعنی کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کو کہ کیا کیا اس نے حالہ کے ساتھ کرکالا اس سے دوڑتا ہوا بیچ بھلیوں سے

اور آیتوں میں سے "اور شوہر تاکہ نفس وہی بھی اس پر نازل ہوئی: ان الله خلق للنساء
انفسا وجعل الرجال لهن ارواحا طویلج فیهن ایلا جالتم نعر جہا اذا نشاء
نعر اجا ففمن لنا استجالا استاجا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔
اور اس پر علت تہب اس کیمرنگ پاس عربی دان علماء پر ہے جو جماعت خاکسار کا کافر
اعظم بنا کر اپنے تذکرہ میں صاف لکھ دیا کہ مسیلہ کذاب کا قرآن جس کی جگہ پر یہاں
آیتیں ملتی ہیں۔ اس قرآن سے (معاذ اللہ) کسی اسلوب سے گم نہیں۔ لہذا اللہ ہدایت دے
اور اس آیت کا مکمل دے جو اس کے واسطے ہے جس میں نہیں ملے ہیں۔

تعریف مجزوء

والمعجزة امر حارثی للعداۃ یظهر علی ید من یدعی النبوة

عند لحدی المتکون علی وجه یحضر عن الیاف متکون

"معجزہ ایک ایسے حلقہء ثابت امر کو کہتے ہیں جو سحر کی کے اللہ کے وقت مدی
نوح سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کا حاکم کرنے سے قاضی کا آواز آتا ہے۔"

اب جو امور عارف و اہل حق میں اس کی آیت میں نہیں ملتی ہیں۔ اور اہل حق سے بھی ظہور
میں آتی ہیں اور کافر سے بھی۔

اولیٰ ان کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی صورت میں ہیں یا قیامت یا بعد از قیامت۔

لیکن اہل حق و امور کا ہر ہوتے ہیں اسے اہل حق کہتے ہیں جسے حضور ربی علیہ السلام کی ولادت
کے وقت ظہور میں آئے۔ اور بعد ازاں جو ظہور میں آئے اسے معجزہ کہتے ہیں۔

دوسرے اہل حق سے عارف و اہل حق و امور ظہور میں آئے اور ان کی ولادت کہتے ہیں۔

تیسرے ان کے صانع سے ظاہر ہوتے ہیں اسے معجزہ کہتے ہیں۔

چوتھے ان کے واسطے سے ظاہر ہوتے ہیں اسے معجزہ کہتے ہیں۔

پہلے ان کے واسطے سے ظاہر ہوتے ہیں اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ
ظہور ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے واسطے سے ظہور میں آئے اور ان کی ولادت کہتے ہیں۔

عبارت فرماتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں: الحمل باعتبار معناه اللغوی لا الاصطلاحی یعنی کلمات جو عالم رم اللہ نے فرمایا ہے وہ بمعنی لغوی فرمایا ہے نہ کہ اصطلاح اصول کے ماتحت۔

وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی بھی مخالفت لازم آنے لگی وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انزل القرآن علی عشرة اقسام: بشیراً و نذیراً و ناسخاً و منسوخاً و محکماً و منشاہاً و موعظاً و مثلاً و حلالاً و حراماً فمن استبشر بمنبرہ و انذر بنبرہ و عمل بناسخہ و امن بمنسوخہ و انصبر علی محکمہ و رد منشاہہ الی عالمہ و اعط بعضہ و احصر بعضہ و احل حلالہ و حرم حرامہ قالونک من المؤمنین حقا لہم النورجات العلوی مع السین والشہادۃ والصالحین و حسن اولئک و علیا و هو وارثی و وارث الایاء قلبی و لا یزال فی کلمہ تعالیٰ و حیثما تلا القرآن عشیہ الوحیہ و نزلت علیہ السکینۃ و یحشر فی زمردی و تحت لوائی (۱)

تو غلام مفہوم بت یہ تھا کہ قرآن کریم کسی حکم نامہ کا منسوخ تو انہی کے لیے ناسخ نہیں بلکہ تمام کلام قرآن میں اس تو اعداس سے ماخوذ ہیں اور کوئی شے انہی نہیں بختر ان کریم

۱۔ قرآن (طہ) کے اعتبار سے اس میں چار اقسام ہیں: (۱) نذیری ہے (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) (۱۳۷۰) (۱۳۷۱) (۱۳۷۲) (۱۳۷۳) (۱۳۷۴) (۱۳۷۵) (۱۳۷۶) (۱۳۷۷) (۱۳۷۸) (۱۳۷۹) (۱۳۸۰) (۱۳۸۱) (۱۳۸۲) (۱۳۸۳) (۱۳۸۴) (۱۳۸۵) (۱۳۸۶) (۱۳۸۷) (۱۳۸۸) (۱۳۸۹) (۱۳۹۰) (۱۳۹۱) (۱۳۹۲) (

ولید بن مغیرہ قریش میں میدان فصاحت کا بڑا شہسوار مانا ہوا تھا۔ ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں قصہ سنا دیا اور خیال کیا کہ حضور ﷺ سے بلاغت میں مقابلہ کروں۔ تو حضور ﷺ سے عرض کرنے لگا: افرء علی۔ "یکمہ پڑھئے"۔ حضور ﷺ نے اِنَّ اللّٰهَ يَافِقُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيُطْلِعُ عَنِ الْغَيْبِ لَا اَنْتُمْ وَابْنِي بَعْضُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ (۱۱۷) اداوات فرمائی۔ ولید نے دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی حضور ﷺ نے دوبارہ پڑھا تو ولید یہ کہتا ہوا نکل دیا:

وَاللّٰهَ اِنْ لَهٗ لَعَلْوَةٌ وَاِنْ عَلَيْهِ لَطَلْوَةٌ وَاِنْ اَعْلَامُ لَعْمَرٍ وَاِنْ اَسْفَلُ لَسَعْدُ مَا يَقُولُ هَذَا الْبَشَرُ۔

"خدا کی قسم اس کی شیریں اور ذکی لہجہ میں ہے اس کا نثر شمر (پہل دار) اور اس کا دامن محقق (خوشگوار) ہے۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔"

یہ کہ اور غامضی سے نکل، وہ نیکو حکیم نے قرآن کریم کے مقابلہ کا خیال کیا اور سورہ اخلاص پڑھ کر تھکا دیا کہ فصاحت کا کام اور بلاغت مضمون نے ادا کر دیا کیا کرتا ہے اور کیا۔ عرض کہ ہر مقابلہ میں آیا وہ موت ہو کر ہی جائیں لوگ۔ تعالیٰ انکے عدا بقول الظالمون علوا کبیرا۔

عقل ہوئی تو خدا سے نہ لڑائی پڑے۔ یہ تھا نبی سے حضور پر ہوتا حیرا
اس کے لئے جہاں توجہ کے علاوہ تینے کے معانی کے لئے گاہنگی پڑیا حیرا
وَذُتْ بِلَاغَتِهَا دَعْوَى مُعَارِضِهَا
رَدُّ الْعُيُودِ يَنْدُ الْجَانِي عَنِ الْخَرَمِ

عمل الحالت: ردت، ہی معنی و دفع، رد کر دیتی ہے۔ بلاغتها قرآن پاک کی بلاغت۔ دعویٰ و دعتی۔ معارضا، حارضا ہے۔ رد العیود، رد کرنا از روئے غیرت۔ ند الجانی، ننگ یا تھویر حرم کے۔ عن الحرام، بندہ نشین ہے۔

۱۔ بلاغتها قرآن پاک کی بلاغت۔ دعویٰ و دعتی۔ معارضا، حارضا ہے۔ رد العیود، رد کرنا از روئے غیرت۔ ند الجانی، ننگ یا تھویر حرم کے۔ عن الحرام، بندہ نشین ہے۔

ترجمہ: قرآن کی باتیں دہائی کرنے والے کو شکایتی ہیں ایسے جیسے غیرت مند عورت غیر محرم سے پردہ کرتی ہے۔

شرح: اصطلاحیت واضح ہے کہ آیات قرآنی کے اپنے مقابلہ کرنے والے کو ایسا ارادہ ہوگا، کرایا ہے۔ جیسے ایک غیرت مند عورت کو ہمارے ہاتھ کو اپنے اہل محرم سے قطع کرنا ہے۔ فرض اس آیت سے مبالغہ و غلو میں ہے۔ غلام یہ کہ کوئی معارضہ مقابلہ کیا کرتا۔ اس ارادہ کے قریب بھی نہ آسکا۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

لَهَا مَعَانِ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدِ
وَلَوْ قُوتُ جَوْهَرٍ فِي الْحُسْنِ وَالْجِيمِ

علی اللغات ثلھا، غیر آیت قرآنی کی طرف مبالغہ ہے معنی آجوں میں، معانی، یعنی مقاصد، کائنات، معانی و مقاصد ایسے ہیں۔ کموج البحر۔ بظان حاج البحر یعنی اضطراب و بظان لکل طرفہ ماہ ارباع منہ و ہلھا غلیم الجہاد۔ شکل میں ہوا کے ملی مدد۔ الممدد بالفتح۔ بمعنی الصمد و العون۔ جو پہلے پہل ہوتی ہیں۔ و فوق۔ اور اوپر ہے۔ جوہر۔ جوہر البحر ما یستخرج منہ من اللؤلؤ و العظم جان۔ جواہرات اور موتیوں کے اس کے۔ فی الحسن حسن میں۔ و الجیم جمیع قیمت۔ ہر قیمت میں۔

ترجمہ: قرآن کی باتیں اپنے اندر شکل میں ہونے والے کے معانی رکھتی ہیں اور مسند کے موتیوں سے قیمت میں اور حسن میں زائد ہیں۔

شرح: اچھا لکھ کر یوں سمجھا جائے کہ آیات قرآنی کے اس قدر معانی ہیں کہ کلمات و عبارت میں انہیں شکل و صورت دیکھنا چاہیے۔ لیکن قیمت ہر حسن و خوبی کے اعتبار سے ہوا کے جواہرات اس کا مقابلہ نہ قیمت میں کر سکتے ہیں نہ حسن میں۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جواہرات اگرچہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں مگر ان کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ بخلاف آیات قرآن کے کہ ان کے معانی و حسن کی کوئی قیمت نہیں کر سکتا۔ اس میں بعض اہل علم نے فرمایا:

لو ظہورت حللہا لم یطعن مطہرات تو وہا السموات و الارض

”اگر قرآن کریم کی حقیقت سچی ظاہر ہو جائے تو اس کی عظمت نورانی کی تاب آسمان
ہر ذرہ میں لکھ دے گی۔“

نور قرآن کریم میں ارشاد ہے **لَوْ اَنزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاٰ اٰیٰتُهٗا خَاشِعًا
مُتَضِعًا خَاضِعًا وَخُشِعًا لِّلْغَوٰثِ (۱)**

لکن اللہ تعالیٰ سرِ انوار **لِلْکَ الْحَقِیْقَةُ بِکُوفَةِ صُوْرَةِ الْحُرُوْفِ**
لِنَطْلِقُهَا الْغُرُوْبَ وَالْاَلْسُنَ فَنُکَلِّمُ اَنْ شَرَفَ الْاِبْدَانِ اِنَّمَا یَبْکُوْنُ بِشَرَفِ
الْاَرْوَاحِ فَنُکَلِّمُ الْکَ شَرَفِ الْحُرُوْفِ اِنَّمَا هُوَ بِشَرَفِ مَعَانِیْهَا۔

”اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت پر لباسِ حروف کا پردہ ڈال دیا تاکہ گلوب ولسان اس کا
تقل کر سکیں۔ گویا جس طرح بدن کی شرافت شرافتِ روح کے ساتھ ہے اسی طرح حروف
قرآن کی عظمت شرافتِ معانی کے ماتحت ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا:

**اِنَّ الْقُرْآنَ لَا یَنْشِئُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ قَبْلَ لُکْمَالِ لُغَتِهٖ وَنَهَیْطَةِ سَلَاوَتِهٖ وَلَمَّا
فِهِ مِنَ الْاَصْوَارِ الْمَحْصَنَةِ وَالْمَدَافِعِ الْقَوِیَّةِ وَالْاَسَالِبِ الْمُسْتَحْصَنَةِ
وَالْمَحَاطَبِ الْمُسْتَكْمَلَةِ۔**

”یعنی قرآن کریم سے علماء کی شکل بھر جیساں کی طلبہ میں کہا گیا کہ علماء کو سیری نہ
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کی کمال لغت اور نہایت عداوت کو وہ جانتے ہیں۔ اور جو کچھ
اس میں اسرارِ عجیبہ اور بدائعِ غریبہ اور اسالیبِ مستحسنہ اور مقاماتِ مشکلہ ہیں اسے بھی وہی
جانتے ہیں۔ چنانچہ اُچھے کہلاتے ہیں۔“

مولایٰ صلی وسلم دالماً ابداً علی حبیبک غیر الخلق کلہم

لَمَّا فَعَلُوا وَلَا تُحْصِي عَجَائِبَهَا

وَلَا تُسَامُ عَلَى الْإِكْتَارِ بِالسَّامِ

(۱)

علیٰ لغات: لَمَّا بعد۔ اِذَا۔ وَاَحَدًاوَاَحَدًا۔ کس کس گنتی کی جاگتی۔ وَلَا تُحْصِي۔
 اراحصاء۔ جملۂ جملۂ۔ اور نہیں اچانک کیا جا سکتا۔ عَجَائِبُ۔ آیات قرآنیہ کے
 عجائبات کا۔ وَلَا تُسَامُ۔ اسی لا تنورک۔ اِذَا سَمِعْتَ السَّامِ۔ جانور کو بے شمار چہرے
 کے لیے پھوڑا۔ اور نہیں پھوڑی جا سکتیں وہ آہیں۔ عَلٰی الْاِکْتَارِ۔ اکثر۔ زیادہ
 ہونے کی وجہ سے۔ بِالسَّامِ۔ ہلکا ہلکا۔ ہلکا ہلکا کر پانچ کر۔

ترجمہ: آیات قرآنیہ کے عجائبات بے گنتی بے شمار ہیں۔ گنتی کی حرکت کا شمار پھوڑنے پر
 ہو نہیں سکتا۔ بے گنتی ہونے کی وجہ سے گنتی وہ آہٹا نہیں ہو سکتی۔

شرح: قرآن کریم کے لفظ جس قدر زیادہ بگٹے جاتے ہیں اسی قدر شوق بڑھتا جاتا
 ہے۔ یہ نہیں داتا کہ گھبرا کر آہٹاں اٹھ جائے۔ بل کلمہ اِذَا دلات اِذَا دلات
 غار بھا۔ جگر جتا زیادہ معلومات کا دریا پھیلے پڑھنے والے کی راحت اتنی ہی زیادہ جاتی
 جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا: **وَلَوْ أَنَّ عَالِيَ الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ**
وَالْبَحْرِ يَدَاهُ مَبْعُودَتَانِ يَكْتُوْنَ أَمْثَلُ ذَلِكَ كِتَابًا۔ اے زمین والے! اگر
 اُپر سے زمین کے درخت لکھنے والے ہوں تو اس کی کتاب لکھنے والے کی کتاب سے
 بہتر ہو۔ قرآن کی ہر آیت کے سر میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ لَوْ شِئْنَا لَوَضَعْنَاهُ عَلَى**
وُجُوهِ النَّاسِ وَبَطَلُوا۔

یہ قرآن کریم جو لوگوں کو دکھاتا ہے۔ اس میں تمہارے دلوں میں اس کے عجائبات پر
 نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اگر دیکھیں تو جتنے دلائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی ہی مثال کے طور پر یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے گنتی ہے۔

فَرَّثَ بِهَا عَيْنُ قَارِئِهَا فَفَلَّتْ لَهُ
لَقَدْ ظَفَرَتْ بِحَبْلِ اللَّهِ فَاغْتَصِمَ

علم لغات: ظفرت، ماضی ماضی از قرۃ آنکھوں کی ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ بہا۔ اس
قرآن سے۔ عین آنکھ۔ قاریہا۔ پڑھنے والے کی۔ ففلت، لہ، تو میں اس کو کہتا ہوں۔
لقد، یہ کہ۔ ظفرت، تو کامیاب ہو گیا۔ بحبل اللہ، اللہ کی رسی کے ساتھ۔
فاغتم۔ مضبوط پکڑے۔

ترجمہ: پڑھنے والے کی آنکھیں اس کے پڑھنے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور میں اسے کہتا ہوں
کہ تو کامیاب ہو گیا، اس اللہ کی رسی کو پکڑے۔

شرح: تصورناظم یہ ہے کہ اس قرآن کریم میں کچھ ایسی تلاوت ہے کہ اس کا پڑھنے
والا سرور و محظوظ ہے۔ تو چونکہ اس کی تلاوت موجب نجات ہے۔ اس لیے مبارک باد
اسے کہلاتے ہیں کہ اللہ امداد دے تو خوب کامیاب ہوا۔ دوسرے اس بیت میں تلمیحا اس
حدیث کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے جو حضور ﷺ نے فرمائی:

مَنْ قَلَّ لِرُكَّتِ فِيكُمْ مَا أَنْتُمْ تَصْلُوهُ ابْدَأْ كِتَابَ اللَّهِ
وَمِنْ رَسُولِهِ۔

”میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر ہمارا اولیٰ کہ جب تک تم نے اسے مضبوط پکڑا ہرگز گمراہ
نہو گے۔ کتاب اللہ و قرآن محمد رسول اللہ ﷺ۔“

اسی قولہ وهو حبل اللہ المتین وهو الذکور الحکیم هو الصراط
المستقیم۔

”وہ قرآن و حدیث اللہ کی مضبوط رسی ہے و حکمت والا ذکر ہے۔ وہ مضبوط مستقیم راہ
ہے۔“

عبداللہ علی فرماتے ہیں:

وَقَالَ لَهُ الْمَرْحُومِي قُرْ وَمَنَالَهُ كَالْأَلُوحِ حَاسِبُهُ مَرِيحًا وَمَوْكَلًا

وبعد فعل الله فيها كتابه فحامد به بل العلى صحبه
 اِنْ تَتْلَاهَا خَيْفَةً مِّنْ حَرِّ نَارٍ لَّطَى
 اَطْفَاتٍ حَرٍّ لَّطَى مِنْ وَرْدِهَا الشَّبِيمُ

صل الفات. ان وحرها، اگر۔ تلتھا۔ اصلہ لعلوھا۔ فسلط الوار للحر۔ حر سے
 ان آیتوں کو۔ خیفۃ خوف و خشیت۔ حر و گرئی۔ لطی۔ علم
 من اعلام جہنم۔ نار جنم سے۔ اطفات، تختہ آگ سے۔ حر و گرئی کو۔ لطی۔ جنم کے۔
 من وردھا، اشرف علی الماء ای المورود فالمرات ہیں منہ الماء آب
 رحمت۔ الشبیم۔ لفتح المعجمہ و کسر الموحدا، ای الشار۔ بر۔

ترجمہ: اگر تو ان آیات قرآن کو نار جنم کے خوف سے تلاوت کرے تو بے شک ابراہیم کے سر
 چشمے دوزخ کی گرمی بچا دیں۔

شرح: لطی جنم کے ناموں سے ایک نام ہے اور تمام اسماء جنم پھوڑ کر لطی نام اختیار
 فرمانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حرارت لطی شریعہ تریا ہے یہ نسبت تمام درجات جنم
 کے جیسا کہ شارح نے تحریر فرمایا ہے۔

اور من وردھا بکسر الوار اگر یہ جنم تو پانی مراد ہوگا۔ اور اگر من وردھا شارب و
 پڑھا جائے تو وہ قرآن مراد ہوں گی۔ یعنی قرآن قرآنی ہر دوں علی کیش الماء و شربہ یعنی
 باند ہے۔ یعنی دافع حرارت۔ تو حاصل معنی یہ ہونے کہ اگر تو آیات قرآن کو خوف و خشیت
 نار لطی (دوزخ کی آگ کے ذریعے سے پڑھے تو اس آگ کو اس تلاوت کی طاقت بچا
 دیتی ہے۔ اسی لیے کہ ورد القرآن الدافع حرارة النيران و قرآن کریم دافع
 حرارت نار ہے۔

اور فتہاء نے فرمایا الا فضل فی قراءة القرآن ان یقرأ من المصحف لانه
 ظهر القلب لان فی امساك المصحف عمل اليد و کذا فی حملہ و فی
 نظره عمل البصر و یعین علی العمل بمعانیہ و لهذا کان اکثر الصحابة یقرؤن

من المصحف "قرأت قرآن میں افضل یہ ہے کہ مصحف میں پڑھتے نہ اسے یاد کر کے اس لیے کہ مصحف کو لینا مثل بالید ہے۔ ایسے ہی اس کا اٹھانا اور دیکھنا بھی مثل بالید ہے۔ اور معنی پاہل وغیرہ کرنے میں صیغہ ۴۲ ہے اسی بنا پر صحابہ کرام اکثر قرآن کریم دیکھ کر پڑھتے تھے۔"

حضرت علی کریم اللہ وہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثُ يَوْمٍ فِي الْحَلْظِ وَيُتَعَمَّنُ التَّلَعُّمُ الْمَسْوَاكُ وَالصُّومُ الْقِرَاءَةُ

الْقُرْآنِ۔

"تین باتیں ظہم کی راہ ہیں اور حافظہ کو قوی کرتی ہیں۔ مسواک، روزہ اور قرآن کریم کی تلاوت۔"

عبداللہ طم نے لکھا:

النَّظَرُ إِلَى الْعِلْمَاءِ وَالْقُرْآنِ عِبَادَةٌ كَالنَّظَرِ إِلَى الْكَلْبَةِ

"علماء کی طرف اور قرآن پاک کی طرف دیکھنا ایسی عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف دیکھنا۔"

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

الْقُرْآنُ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى يَخْرُجُ عَلَى كُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ۔

"قرآن چھ حروف کو کہ اللہ تعالیٰ ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا فرماتا ہے۔"

بعض علماء سے ایک حکایت ہے کہ وہ رات سے صبح تک سورہ طہ پڑھا کرتے ایک روز پڑھتے پڑھتے صبح کے بہت جب سورت فتم کی تو تیز آگئی۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آسمان سے اترے اور ان کے ہاتھ میں جھپٹے ہیں انہوں نے میرے سامنے وہ کھیلنے میں لے دیکھا کہ اس میں سورہ طہ ہے اور ہر سورہ کے کلمے کے لیے دس نیکیاں کسی نبی ہیں مگر ایک کلمے کے لیے نہیں لے آگیا کہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں نے پھر پڑھا تو اس کا جواب نہ ملے میں کیا حکمت ہے تو اس بزرگ نے فرمایا: تو کی بات ہے۔ ہے کہ تو نے پڑھا تو ہر ہم نے لکھا تھا مگر ایک حروفی نے یاد سے کہ حروف

سے کہا کہ اس لکڑی کا ثواب سنا تو ہم نے سنا دیا یہ سن کر میں خواب میں ہی مدینے لگا تو
 انہوں نے کہا ایک شخص بار بار قرآن پڑھتا ہے اسے جانے کے لیے آواز بلند کر دلی تھی۔ اس
 وہم میں دیکھو ہفت و ثواب کو یہ کیا۔

حکایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کی: یا رسول
 اللہ! مجھے ماجزاء من علم ولہ القرآن "مضورا شیخاً" پر اپنی آواز کو قرآن
 پڑھانے کے لیے کیا ثواب ہے؟ فقال علیہ السلام القرآن کلّم الله لا منہی لا
 لا اعلم حتی یاتنی حبرہ "مضورا شیخاً" نے فرمایا: قرآن کلّم الله ہے اس کا
 "شیخ" میں اس کے دل کا رب کہ حبرہ میں ہے اس میں ہے۔ فقال انہ سالہ
 عنہ قال لا اعلم حتی یسأل رب العزت۔ "حبرہ" میں رہتا ہے تو حضور ﷺ نے
 ان سے پوچھا میں نے عرض کی: میں نہیں جانتا رب جلت و عز اس سے سوال کرتا
 ہوں۔ فقال حبرہ لقال یا محمد ان الله بطرؤک السلام بطول حبرہ من
 علم ولہ القرآن يعطى بكل حرف منبسط في الجنة من الذهب فيها الف
 لصر في كل لصر العاصی۔ "حبرہ" میں رہتا ہے اور عرض کی کہ تمہاری حضور ﷺ
 یہ ملامت کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کو قرآن پڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک شہر جسے میں
 دیکھتا ہوں گا سونے کا اس میں ایک ہزار قمر ہوں گے۔ ہر قمر میں ایک ہزار گھر ہیں۔

حدیث صحیح میں ہے:

من قرء القرآن وعمل بما فیہ البس والقاء لاجاً یوم القیمة ھو

احسن من ھو الشمس

"جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اللہ اس کے والدین کو قیامت کے دن جہا
 جی دیکھتا ہے گا کہ اس کی چمک سورج کو شرمائے۔"

عزیز شاہی فرماتے ہیں:

ھذا حبرہ والذاک علیہما ملائس الخوف من العاج والعلی
 لہ علیکم بالحل عند حبرہ ہ اولئک اهل الجنة والصبر العلی

كَانَها الْحَوْضُ تَنْصِلُ الْوُجُوهَ بِه
 مِنَ الْعَصَاةِ وَقَدْ جَاءَ وَفَّ كَالْحَمَمِ

محل نکات: کانہا، گو یا کہ آیات۔ الحوض، حوض کوثر ہیں۔ تنصل، الوجود سے جدا
 دہاتے ہیں۔ ہذا، اس میں قتل کرنے سے۔ من العصاة، مخلص ماموں۔ انہوں
 کے۔ وفد، جہاں وہ بے شک لاتے ہیں۔ کالحمم، حمم جمع حمو کہہ یا کہ
 اپنے پر سے شرم ہٹانے کے۔

ترجمہ: آیات الہیہ کو حوض کوثر ہیں، جس میں قتل کرنے سے چہرے۔ اپنے ہو جاتے ہیں
 تمہیں اس کے کوئلے کی طرح جھلنے والے ہیں۔

شرح: حوض کوثر پر ایک نام ہے انبیاء کا جس میں لیے کہ یہاں حوض سے مراد حوض کوثر ہے
 اس سے تفسیر ہوا، اہل گل۔ حوض کوثر وہ ہے جس کا حوض مطہر ہے اس کے بعد طہا اور
 بلا حوائج اس حد کے نزدیک ہے۔ پتا تو یہ حضور مطہر کے فرمایا۔

حَوْضِي مَسِيوًا شَهْرًا وَرَؤُوسًا لِّسُوءٍ وَهَلَا فِي الشَّيْءِ بِيَاهِئًا مِنَ النَّاسِ
 وَرَاحَهُ أَطْيَبَ مِنَ الْعَسْكَرِ وَكُنُوزُهُ أَكْثَرُ مِنَ لُجُومِ السَّمَاءِ مِنْ شَرِّ مَا
 لَا يَطْلُمَاءُ أَبَدًا

”یہ حوض مسیوہ شہر اور رؤوس لیسوہ و ہلا فی الشیء بیہئاً من الناس
 و راحہ اطیب من العسکر و کُنُوزہ اکثر من لُجُوم السماء من شر ما
 لا یطلماہ ابداً“

اب یہ سوال کہ میدانِ حشر میں پہلے حوض آئے گا یا اہلِ سراط، اس میں اختلاف ہے۔
 اہل حقیت ہیں کہ حوض سے پہلے اہلِ سراط آئے گا۔ جہاں تک قول ہے کہ حوض پہلے آئے
 گا۔ امام قرطبی و دیگر فقہ کہتے ہیں کہ حوض اہلِ سراط کے بعد آئے گا
 یہاں تک کہ اہلِ حقیت کہتے ہیں۔

الْحَسْبُ لَكُمُ الْبَاسُ بِمُحْرَمِينَ مِنْ قُلُوبِهِمْ عَطَاةً لِّلْغُلَامِ الْحَوْضِ

"مساب بھی ہے کہ عرض میں صراط سے منحرف نہ جائے اس لیے کہ لوگ قبروں سے بچتے انھیں گے اور عرض کی طرف جائیں گے۔"

ایک قول ہے کہ عرض کوڑہ ہیں ایک عرصات محشر میں ایک جنت میں اور ایک قول ہے جو تمام اختلافات اٹھا دیتا ہے۔ وہو هذا

هو فی ظہر ملک یسیر الی ابن سار النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

"عرض کوڑہ ایک فرشتہ کی پشت پر ہے جہاں حضور ﷺ ٹھہر چکے جائیں اور ساتھ ساتھ ہوگا۔"

اور کما لعمرو اگرچہ کوڑہ کی ہے لیکن اس میں اور بہت علت فحوم ہے۔ وہاں میں یہ فرق ہے کہ گدازی جل کر جھڑتا ہے اسے فحوم کہتے ہیں اور فحوم کے ہر درخت بننا ہے اسے کہتے ہیں۔ جس کا اردو میں کج کاہہ، داکھہ کہتا ہے۔ اور حمہ دیکھو الحاصل گرم پانی کو کہتے ہیں جو چشم سے نکلتا ہے اور قابل غیرو کے مریض اس کے غسل سے صحت پاتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے:

العلم کما لعمرو یطعم عینا القریاء و یطرب البیضا البیضاء۔

"حالم مثل گرم چشم کے ہے قریب والے اس سے شہرہ دیتے ہیں اور دور رہنے والے اس سے تقریب حاصل کرتے ہیں۔"

اور اس حدیث میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو فرمایا:

ان بعض عصاة المومنین بدخلون النار و یخرجون فیہا ظہر

لنوبہم فیکرجون منها فلیقون فی نہر الحیاء و فی رواۃ

فیصب علیہم ماء الحیاء فیطعم السواد عہم و یطہر البیاض

"بعض گنہگار مومنین بدخلون النار گئے اور اپنے گناہ کی عقاب میں

کے گناہوں کو لائیں جائیں گے اور نیر مہات میں اسے پائیں گے ایک

نہایت میں پہنچنا یہاں آیات اللہ جائے تو یہ پانی آگ سے آجی تھی

وہاں پانی ہے جس کی عین غایم ہے۔ "هذا من فضل ربنا العظیم"

حاصل بھی یہ ہونے کہ قرآن کریم کی آیات و احکامات عرصات محضر میں گنہگار ان امت کی فطرت کریں گی اور عرص کوثر سے ان گنہگاروں کو شفا حاصل ہوگی جو جہنم سے نکالے گئے ہوں گے۔ عرص کے چہرے سفید ہو جائیں گے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔
 عرص اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

الْفَرَّانُ شَافِعٌ مُشْفِعٌ وَمَا حِلُّ مُصَدِّقٍ فَإِنْ مِنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ

أَوْصَلَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ

یعنی قرآن کریم ہر محب صفہ کلمہ کا بیروز قیامت شافع و مشفع ہے اور جو اس کی

حمت کرے ہر شے میں شل کرے اس کے درجات بڑھا کر جنت پہنچاتا ہے۔ اور

یہ قرآن پڑھے اور عمل نہ کرے اسے جہنم کی طرف دھکیلتا ہے۔

مولای صلّ وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

وَكَالْمِيزَانِ مُعَدَّلَةٌ

فَالْقِسْطُ مَنْ غَيْرَهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمْ

عمل نجات اور کالصراط، اور یہ قرآن شل یا صراط کے ہے۔ وکالمیزان، اور شل

میزان شل کے ہے۔ معدلة، شل کرنے کے لیے۔ فالقسط، از قسط یقسط

بمعنی عدل، اس شل، من غیرہا، اس کے غیر سے۔ فی الناس، لوگوں میں۔ لم

یقم، قائم نہیں رہ سکتا۔

ترجمہ: قرآن کی آیتیں انصاف ظاہر کرنے کے لیے شل میزان یا پل صراط کے ہیں اور

اس کے بغیر لوگوں میں شل، انصاف قائم نہیں رہ سکتا۔

شرح: صراط چونکہ موصل الی المطلب (محبوب تک پہنچانے والی) اس اعتبار سے

قرآن کریم کو صراط سے تعبیر کی کہ یہ بھی موصل الی المطلب ہے۔ اور پل صراط کی تحقیق

میں عارف اپنی فرماتے ہیں:

والصراط حسر مسدود علی متن جہنم بعبرہ الاولون والآخرین من

المؤمنین و النکفار و النبی علیہ السلام قائم علیہ فاعلایا رب سلم مسلم و هو ادق من الشعرة و احدث من السیف و الناس فی جوارہ مطاعون۔

”پہلی صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر ہے اور دوسری آفریں مومنین و نیکوکاروں کے لیے ہے۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چلو کر رہے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک پر یا رب سلم مسلم کی صحت ہوگی۔ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تھوڑے سے زیادہ تیز ہوگا۔ اور لوگ اس پر سے گزرنے میں متفاوت الحال ہوں گے۔“

بعض لوگوں سے سروی ہے کہ یہ پل بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل ایسے جنگل کی ہے کہ گزرنے والا گزر جائے گا اور دوسرے کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

اور پل صراط سے تشبیہ کی ضرورت اس بیت مبارک میں اعتراض کی طرف سے ہے۔ کہ وہ پل صراط کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی صفت کے پل سے عبور ناممکن ہے اور ایسے پل صراط کی تخلیق عبث ہے۔ جس پر سے گزرتا ناممکن ہو اور اگر ممکن بھی ہو تو یہ تعذیب للمؤمنین والانیاء ہے۔

اس کا رد اہل سنت کی طرف سے یوں ہے کہ گزر ناممکن ہے اس لیے کہ قدرتِ ہدیہ سے بعید نہیں۔ انبیاء و مؤمنین اس کی قدرت سے اس پر با تعجب گزر سکیں گے۔ اور میزانِ عبادت ہے اس چیز سے جس کے ذریعہ اعمال کا موازنہ ہو۔ اور اس کی حقیقت کے اداک سے حمل قاصر ہے اور وزنِ اعمال کی شان یہ ہوگی کہ عمل حسن کو اجسام نورانی و طہا ہوں گے اور اعمالِ بد کو اجسام ظلمانی مل جائیں گے۔

اور فالقسط میں افراط قسط بفسط سے ماخوذ ہے جو نصر بنصر سے ہے اور کے معنی عدل کے ہیں۔ اور قسط قسط بفسط مجلس بفسط کے وزن پر آکر ہوا۔ اس کے معنی جو روحِ عالم کے ہیں۔ تو یہاں قسط نصر بنصر سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی عدل کے ہیں۔

یہ دعوتِ ضدہ میں سے ہے۔ ”ایسے ہے کہ تجارت سے حضرت سعید بن جبیر کو ہمارے پانچواں کتب تعلیمی یا سعید“ تم مجھے کیا جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا: انک قسط

عادل۔ "تو قاسم عادل ہے۔" دل جلتی فواش ہو گئے اور جان نے کہا نہیں انہوں نے مجھے قاسم بھی بازو نہ قاسم کہا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ **وَ اَمَّا الظَّالِمُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ سَكَنًا** اور جان کہہ کر انہوں نے عادل عن الحق اور منصرف بالصدق کہا ہے۔ فرض کیا اس قسم کے لغات ذہنی ہوتے ہیں۔ موافق مخالف معنی ادنی تغیر پر ہی جاتے ہیں۔ فی الناس میں ہاں کا مخصوص استعمال یوں فرمایا کہ ہاں نسیان سے ماخوذ ہے۔ اور ہم کہ انسان ہوئے ہو گئے کا خبر ہوتا ہے۔ اس لیے یہی لفظ یہاں موزوں تھا۔ اسی طرح انسان ہاں سے، خواہ ہے چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے:

وما سقى الانسان الا لاسه ولا القلب الا انه يتقلب
 "انسان کا نام انسان اس کے ہاں کی وجہ میں رکھا گیا اور قلب کو قلب اسی لیے کہا کہ یہ قلب ہوتا، جتنا ہے تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کہ

آیات حیات تیز حق میں غلات غلات سے مثل صراط مستقیم ہیں۔ اور جہت عدالت میں مثل میزان۔ اگر دنیا میں فیصلہ کی حاجت ہو تو لوگوں میں سوا اس قرآن کریم کے کسی اور فیصلہ پر حق و عدالت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ مسلمان بلکہ انسان کا قیام بلا عدالت و انصاف مشکل اور عدالت کا قیام بغیر شریعت بحال اور شریعت کا قیام بلا اہل بالقرآن ناممکن۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ قرآن بغیر عدالت ناممکن ہے۔

مولای علی وسلم دائماً ابداً علی حسیک خیر الخلق کلہم

لا تعجلن بالحسود رآح ینکرها

تجاهلاً وهو غین الحاذق الفہم

عل لغات: لا تعجلن، امید نمی ہائون خفیف نہ ہو تجھے تعجب۔ لحسود، حامد سے۔ رآح، اندہ ہو گیا ہے۔ ینکرها، انکار کرنے والا۔ تجاهلاً، دانستہ جہالت کرتا، جان بوجہ کر جہالت کرنے سے۔ وهو، اور وہ۔ غین، نفسانیت سے۔ الحاذق، ماہر۔ الفہم، اور کثیر

الفہم ہے۔

ترجمہ: اگر عاصد وانا اور مجھ دار ہو کر دید و وادائے مکر قرآن اور تحالف لفظی، سلیقہ و اس انکار کرنے پر تو تعجب نہ کر۔

شرح: باوجودیکہ قرآن کریم عادی منافع دینی و دنیوی ہے۔ اور گونا گوں افعال و اچھے پر مشتمل ہے۔ مگر بایں ہمہ اگر کوئی عاصد تجاہل عارفانہ کر کے ان کا انکار کرے تو ہرگز تعجب نہ کر اس لیے کہ اس کی وجہ آئندہ شمع میں فرماتے ہیں:

فَلَا تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ وَضْعِ

وَيُنْكِرُ الْقَمَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ مَقَمِ

حل لغات: قد، حرف تحقیق ہے۔ مضارع پر آکر ”کبھی“ کے معنی دیتا ہے۔ کبھی، مکر، انکار کر دیتی ہے۔ العین، آنکھ۔ ضوء الشمس، سورج کی روشنی کا۔ من و معد، آشوب چشم سے۔ وینکر، اور کبھی انکار کر دیتا ہے۔ القم، منہ۔ طعم الماء، پانی کے ذائقہ کا۔ من سقم، بیماری کی وجہ سے۔

ترجمہ: کبھی آنکھ آشوب کے باعث ضوء الشمس (سورج کی روشنی) دیکھنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ اور کبھی من پانی کا ذائقہ بتانے سے بیماری کی وجہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

شرح: قد تنکر کے بعد ضوء الشمس کی بجائے نور الشمس نہ کہنے کا سبب ظاہر ہے کہ ضوء، اپنی ضیاء میں نور سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ بلکہ اتم نور، کمرہ کیا جاتا ہے۔ نور ایک کیفیت ظاہر، شہد اور مظہر لغیر ہا ہے۔ اور ضیاء اس سے قوی و درجہ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **فَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا** (۱) یہاں شمس کے ساتھ ضیاء اس لیے فرمایا کہ وہ ظاہر بنفسہ اور مظہر لغیرہ ہے کہ چاند اس سے مستفید ہے۔ اور چاند چمکنا اس سے ادنیٰ ہے لہذا اس کے لیے نور استعمال کیا گیا۔

ہو سکتا ہے کہ یہ اعتراض کوئی پیش کرے کہ **اللَّهُ لَوْ تَرَى السُّلُوتِ خَالًا لَمْ تَرْضَ لَهَا** میں اللہ تعالیٰ نے ایسا ذات کو نور فرمایا جو اس سے کم نہ رہے کہ نور قوی میں اس کا حلقہ نہ ملتا چاہیے لیکن

ترجمہ: اسے اہلِ یمن کے جن کے گھروں پر عداوت مند لوگ دھڑاتے ہوئے اور مسیت زدہ لوگ سائڈ نیوں پر سوار ہو کر حاضر ہونے کا عزم کرتے ہیں۔

شرح: پہلے اشعار میں طرزِ کلام کا لہجہ تھا اب جب کہ قافیہ اشعار نے جواب کر دیا تو یہ تصور کر کے کہ میں حضورِ مکیؐ کے حضور بھی حاضر ہوں اور دستِ عرض بہ چوٹی کھینچ کر اپنے خیرِ معنی اظہار کے لیے ہاتھ اٹھا کر اپنے لیے کہہ دوں گا اور ساتھ ساتھ یہ سوار ہو کر تیار رہے آج نہ یہ نیک مراد کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ نظائر پہلے اشعار میں آچھلے ہوئے ہیں۔

لب و این آنکھیں بند میں کھلی ہیں جھولیاں
کٹے حیرے کی جھپٹ ترے پاتک دریا ہے
آہ آہ آہ ہے تر اور تر سے سوا
نہ بارگاہِ مجھے تجھ سے کھنکھار کی ہے
غیر اندھیروں نے وہاں ہے چاند کی
تباہوں گالی مات ہے منزلِ خطر کی ہے
بابِ عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر
کیسی نراہی ہوں گھبرائے دربار کی ہے۔

فصل عاشر۔۔ معراج کا بیان

وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَى لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَى لِمُعْتَمِرٍ

اصل لغات تو من ہو، معنی باطن (اس وہ ذات) اور کون وہ۔ الایۃ الکبریٰ، وہ جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ لمعتبر، یعنی المسطلین علی الحل، از عبرت نصیحت پکڑنے، عبرت حاصل کرنے والا۔ نصیحت لینے والے کے لیے۔ ومن ہو، اور اے وہ ذات مقدس۔ النعمۃ جو نعت۔ العظمیٰ، اعظم۔ با عظمت۔ عظمیٰ ہے۔ لمعتم، صیغہ فاعل از العزم نصیحت سمجھنا بہتر جانا نصیحت پانے والے کو۔

ترجمہ: وہ ذات مقدس جس کا وجود باوجود عبرت حاصل کرنے والے کے لیے بڑا نشان ہے اور جس کا مہرٹ ہونا نصیحت پانے والے کے لیے بڑی نعت ہے۔

شرح: یعنی حضور ﷺ کی ذات مقدس منصف اور قبول ہدایت کرنے والے کے لیے آیت گہرائی ہے۔ اور قدر و منزلت سمجھنے والے کے لیے نعت عظمیٰ ہے۔ اور نعت عظمیٰ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لیے۔ اس واسطے کہ نعت و قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نعت المنافع جیسے صحت بدن من عافیت للذی بالمطاعم والمشارب (۱) اور شایع۔ دوسری نعت دفع ضرر من الاضرار والبلایا وشدائد و فظرو (۲) حضور ﷺ کی دونوں شانیں ہیں۔ صحت اسمانی طریق محاش اکل و شرب کے اصول حفظان صحت کے قواعد و شریعت کے احکامات۔ سب کی تعلیم حضور ﷺ کی طرف سے ملی۔ اور دوسری قسم کی نعت بھی حضور ﷺ کی طرف سے حاصل ہے۔ دفع ضرر دفع بلا اور شدائد فقر و غیرہ میں تعلیم مبہر۔

ابواب تصوف کے نزدیک نعت چھ ہیں:

۱۔ من عافیت للذی بالمطاعم والمشارب یعنی جو صحت حاصل کرے۔
۲۔ دفع ضرر من الاضرار والبلایا وشدائد و فظرو یعنی جو ضرر دفع کرے۔

اول نعمت نفس ہے کہ اس کے مقابلہ میں طاعت و احسان کیا جائے اور نفس مضطرب ہو۔

دوم نعمت قلب ہے کہ وہ یقین و ایمان ہے اور اس میں قلب مضطرب ہو۔

سوم نعمت روح ہے کہ وہ خوف و رہا ہے اور اس میں وہ مضطرب ہو۔

چہارم نعمت عقل ہے کہ وہ حکمت و بیان ہے اور اس میں وہ مضطرب ہو۔

پنجم نعمت معرفت ہے وہ ذکر اور قرآن ہے اور اس میں وہ مضطرب ہو۔

ششم نعمت محبت ہے وہ الفت و مواصلت ہے۔ اور امن من الہجران ہے اور اس میں مضطرب ہو۔

اور یہاں نعمت سے مراد منعم بہ ہے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمت عظمیٰ ہیں کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں اور اس قدر نعمتیں حضور علیہ السلام سے صادر ہوئیں کہ ان کے انواع کا احصاء (شمار) نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح آیت کبریٰ ہوتا بھی واضح ہے کہ آپ کی ذات اقدس اکمل الموجودات ہے۔ اور اس بیت میں اور اس سے پہلی بیت میں حکمت معراج کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ یہ حضور علیہ السلام کو کس لیے ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ ملا اعلیٰ میں خاصہ و مناظرہ چار مسائل پر ایک ہزار برس تک رہا لیکن فیصلہ نہ ہو سکا۔ جب حضور صید یوم النشور علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ملائکہ سمجھے کہ یہ حکمات الہی اسحق پاک کے ذریعہ مل رہی ہیں۔ چنانچہ ملائکہ نے بہ تضرع و درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو مقام قَابِ قَوْسَیْنِ اِذَا دُئِی (1) پر مدعو کیا اور فَاوْکَلٰی اِنْ عَصٰی (2) کے اختیار خاص سے نوازا۔

لامکان سے ہے مکاں تک یہ صدا آج کی رات

آتے ہیں صاحب لولاک لما آج کی رات

اس مقام قرب کے بعض خاص رازوں میں سے ایک یہ ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

رَاٰیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْعَمَلُ الْاَعْلٰی

1۔ اس شخص نے اس محبوب میں سے جو کوئی عمل دیکھا اس سے کہو کہ

2۔ اب میں نے اس سے یہ سنا کہ جو عمل اعلیٰ

فقلت انت تعلم فوضع يده بين كتفي فوجدت بردها بين يدي. ثم قال يا محمد هل تدري فيم يختص الملاء الاعلى فقلت نعم في الكفارات والمنجيات والفرجات والمهلكات قال صدقت يا محمد ثم قال يا ملائكتي وجدتم حلال المشكلات فاسالوا اشكالكم فقال اسرافيل ما الكفارات فقال عليه السلام اسباغ الوضوء في المكاره والمشى بالاقدام الى الجساعة و انتظار الصلوة بعد الصلوة ثم قال ميكايل وما الدرجات فقال اطعم الطعام وافشاء السلام والصلوة بالليل والناس نيام ثم قال جبريل وما المنجيات فقال خشية الله في السر والعلانية والقصد في الفقر والغنى والعدل في الغضب والرضى ثم قال عزرائيل وما المهلكات فقال شح مطاع وهوى متبع واعجاب المرء بنفسه فقال الله تعالى في كل ذلك صدق. كذا ذكره في الطريقة شرح الطريقة.

”میں نے اپنے رب کو اس صورت میں دیکھا مجھے فرمایا: اے محبوب! وہ کون امور ہیں جن میں ملائکہ جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: الہی! تو ہی جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ بے مثال میرے دونوں شانوں کے مابین رکھے۔ ان کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ پھر فرمایا: اے محبوب! اب جانتے ہو کہ کن امور میں ملائکہ اعلیٰ مقاصد کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: ان کفارات و منجیات و درجات و مہلکات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو جناب ہادی نے فرمایا: کی فرمایا تم نے اے محبوب! پھر فرمایا: اے میرے فرشتو! اب تم نے مشکل کشائے مشکلات کو پایا یا اب اپنی مشکلات ان سے حل کر لو۔

تو پہلے حضرت اسرافیل نے عرض کی: حضور! میں نے کفارات کیا ہیں یعنی وہ کون سے کام ہیں جن سے اللہ تمام گناہ معاف فرما دے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت و تکلیف کے جنت و قسم پورا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جہوں سے چل کر جانا اور جماعت کے بعد دوسری جماعت کا منتظر رہنا۔ پھر حضرت میکائیل نے عرض کی: حضور! میں نے کفارات کیا ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ واسطے کھانا

گھلا اور سلام عام کرنا اور رات میں نماز پڑھنا جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

پھر جبریل نے عرض کی: حضور! عجیات یعنی عذاب سے بہات والے والے کون سے کام ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خوف الہی، پوشیدہ اور علانیہ اور قصد فقر و غنی میں تواضع و غضب و رضا میں۔ پھر عزرائیل نے عرض کی: انسان کو ہلاک کرنے والے کون سے کام ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: متکبر مغرور مطاع اور لالچ کا بی کار اور اپنے آپ پر اتارنے اور گھمنڈ کرنے والا۔ پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا: تمام جہانوں میں ہمارے حبیب ﷺ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی بریت شریعت میں ہے۔

سَرَّيْتُ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا إِلَى حَرَمٍ
كَمَا سَرَى الْبَذْرُ فِي دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

حل لغات: سریت، ماضی مخاطب از سرئی۔ شب کی سیر۔ رات میں سیر فرمائی آپ نے۔ من حرم، حوالی کعبہ حرم سے۔ لیلًا، تعویذی کی رات میں۔ الی حرم، مقدس مقام تک۔ کما سری، جس طرح سیر کرتا ہے رات میں۔ البدو، چاند۔ فی داج، اصل میں داجی تھا۔ دجو سے بمعنی سیاہ۔ سیاہی میں۔ من الظلم، از ظلمت تاریکی، شب کی تاریکی سے۔ ترجمہ: حضور ﷺ آپ نے رات میں سیر فرمائی حرم سے حرم تک جیسے چاند سیاہی میں سیر کرتا ہے اندھیری رات سے۔

شرح: سیر حرم الی الحرم کی شان سوائے ہمارے حضور ﷺ کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ رتبہ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ اور سریت صیغہ مخاطب کے ساتھ جو بیت میں ہے۔ یہ سرئی سے ہے۔ اور اسراء لغت میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔ اور وہ سیر جو حضور ﷺ نے قبل ہجرت فرمائی جسے معراج کہتے ہیں وہ عہدہ روح تھی۔ قرآن کریم میں سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مَبْنًى ثابت ہے۔ اس لیے کہ عبد یہ اسم ہے جو روح اور جسد دونوں پر استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر جسم بجا روح ہو تو عبد نہیں کہہ سکتے اور روح بجا جسم ہو تو عبد کہنا جائز نہیں۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان معراج علیہ السلام اربع و ثلاثون مرة واحد بالجسد والباقي بروحه ورواها لعل الخیر

مفسر نے کہا معراج میں چوبیس بار ہوئیں جن میں سے ایک مع جسم کے ہوئی اور باقی اسی روحانی ہوئیں جو خواب تھے کہ قبل عید نبوت ملاحظہ فرماتے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ تمام اعتراضات الہد ہاتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آپ نے فرمایا ہے: واللہ ما فقد جسد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل صرح بروحه اس کی بھی تائید ہو جاتی ہے۔ کہ جس معراج کی بابت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ وہ ان میں سے ہی کوئی معراج ہوگی جو تینہیں ہار ہوئے۔

اور من حرم من حرہم کعب ہے شریفہا اللہ تعالیٰ صاحب در فرماتے ہیں:
اعلم ان البیت لما کان معظما مشرفا جعل له حصن وهو مکة وحمی
وهو الحرم

بیت اللہ شریف جب کہ معظم و مشرف ہوا تو اس کے لیے قلعہ کیا گیا تاکہ معظمہ کو اور اس کا حفاظہ کے لیے بھی حرم مقرر کیا اور وہ سوائت ہیں۔ یہاں تک کہ جو مقامات حرم پر پہنچنے والے اسے ہر طرف سے گھیر لیا جاتا ہے۔

تیسری روایت لکھی گئی ہے کہ حد حرم جنت مدینہ منورہ سے گھن میل پر ہے۔ اور طریق قرآن سے سات میل اور عاتق عراق ۱۵ میل اور طائف کی طرف سے سات میل جدہ سے اس میل ہے۔ اور جو یہ معراج ہو کہ بیت ام ہانی بنت ابی طالب سے ہوئی اور وہ حرم میں ہے۔ اس لیے سرایت من حرم ہو گیا ہے۔ اور لیکن جو تئیں ہے یہ عظمت پر چونکہ خود اہل بیت۔ اس لیے اس کی حرمت کرنا لازم تھا۔ اس واقعہ عجیبہ کو رب المر جب کی حاکمیت میں شب و شب کے درمیان اتوار فرماتے ہیں۔ سب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا زیارت و تہجد اگر اس میں ہوتا تو کسی قسم کا افکار باقی نہ رہتا اور حاکمین کو طعن کا موقع بھی نہ ملتا لیکن اس کی روایت کے ساتھ خصوص میں کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب علامہ فرماتے ہیں: حرم طائف سے ہے میں فرماتے ہیں:

(۱) احیاء عنہ بانہ نما جعل لیلاً لمکیاً لتخصیص لتلذذ المعبود لآلہ تعالیٰ التحلہ علیہ السلام حیاً وعلیلاً واللیل احص زمان الجمع المعین فیہ والراحۃ فی الخلوة متحلقۃ باللیل۔

”رات مقام محبت میں مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے محبوب قرار دیا اور رات جمع غنیمت کے لیے زمانہ آغوش ہے اور تفریق جودات کا ہے وہاں میں نہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی محبوبیت کا اقتضاء یہی تھا کہ یہ سیر رات کو ہوئی۔“

(۲) قال بعض الفضلاء لعل لتخصیص باللیل لیزداد اللیل اصوا ایماناً بالغیب ولیصلن اللیل کمر وابتداء علی فہمہ اذ الیل احنی حالاً من البہار۔
”بعض فضلاء نے فرمایا شاید کہ اس سیر کے لیے رات کا مخصوص کرنا اس لیے ہو کہ ایمان والوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو اور کالمروں کے اعدائے حق سے اس لیے کہ رات دن کے مقابلہ میں ہر معاملہ کو کافی رکھتا ہے۔“

(۳) وقیل حکمتہ انہ افتخر النہار علی اللیل بالشمس فلیل لا تظہر ان کان شمس الدنیا تشرق فیک فیصرح شمس الوجود فی اللیل الی السواء
”بعض نے کہا کہ معمران رات میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ رات نے ہاتھ پر فخر کیا تھا تو اسے کہا گیا کہ تو اتنا فخر نہ کر۔ اگر شمس دنیا میں ہے اعدائے حق کو رہا ہے تو معتریب نہیں وجودات میں آسمانوں کی طرف چڑھایا جائے گا۔“

(۴) قال بعض اہل المعارف حکمتہ انہ لما معی اللہ الی اللیل وجعل الیہ البہار مصروفہ کان اللیل محروماً و مکسراً فکان الاسراء بمعتمد علیہ الصلوۃ والسلام فی اللیل للعدالۃ۔

”بعض اہل عرفان فرماتے ہیں کہ رات کی معمران میں یہ حکمت ہے کہ رات کی فکریاں سب اللہ تعالیٰ سے کوثر فرمائیں۔ اس کی شکایاں نہ کیں تو رات محروم ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے کبر آیات میں مع ان کے ساتھ اسے گورن کر کے وہاں میں محروم و عدل فرمایا۔“

واللہ اعلم بحکمہ سے مراد سمجھا کہ جس سے اس پر اتفاق ضرور ہوا ہے اسے کیا گیا۔

اب عقیدہ مسدس معراج کے متعلق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی معراج کا مقام ساتواں اور اس
 سبھ حرام سے سبھ اقصیٰ تک قطعی اعلیٰ تھی ہے اور جہاں سے حضور ﷺ کا سفر ہے وہاں
 اختلاف نہ ہو۔ لیکن سبھ اقصیٰ سے سوائے اقصیٰ تک کی معراج کا یہ منظر ہے اس کے کفر
 میں اختلاف ہے۔ اب خلاصہ معلوم یہ ہے کہ ہوا کی تمام کائناتیں اور جہاں کے تمام
 کائناتیں اس وقت تک پہنچیں کہ حضور ﷺ آپ ایک رات میں
 حرم شریف سے حرم محترم سبھ اقصیٰ تک آنا کا ثبوت تشریف لے گئے ہاں تک اس حرم سے اس
 حرم کے باہر جہاں سے اس وقت تک پہنچیں وہاں کے سفر کی ہے لیکن حضور ﷺ آپ اس رحمت
 کے ساتھ یہ لے گئے کہ اسے تشریف لے گئے جیسے چاند تار پٹی کے یہاں میں نہایت تابانی
 کے ساتھ یہ لے گئے ہاں سے چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

وَبِئْسَ تَرْفُقِي إِلَى أَنْ بَلَغْتَ مَنْزِلَهُ
 مِنْ هَاهُنَا فَوْسِسٍ لَمْ تَدْرُكِي وَلَمْ تُرْمِ

اگر اوقات نورانی صاف اور بہت، ماضی مخاطب از سیرتہ "فی صورت فی اللیل
 ہوتے۔ تم بات میں نہ ملتی، کئی افسوس کہ نہ ملتی، یہاں تک کہ نہ ملتی،
 ماضی مخاطب سے پہلے۔ مسرۃ، اسی سوال سیرتہ اس منزل تک۔ من ہاں کہ
 مقادیر فوسس "ہاں ہاں کے۔ لم تدروک، تلک المسرۃ احد من الانسان
 والملائکۃ، کہیں اسکا کوئی اس منزل کو۔ ولم ترمی، اسی لم یطلب تلک المسرۃ
 احد غیرک، نہ تم اسل کو رکھتے۔

ترجمہ: اور اس وقت تک کہ آپ یہاں تک کہ اس منزل پہنچنے میں غفلت سے رہیں
 کہ نہیں ملتی، اسکا کوئی اس منزل تک پہنچنے کی آواز نہ کر سکتا ہے۔

شرح:

آپ کی طرف سے کہہ رہے ہیں کہ میں اس منزل پہنچنے میں غفلت سے رہیں
 کہ نہیں ملتی، اسکا کوئی اس منزل تک پہنچنے کی آواز نہ کر سکتا ہے۔

کیوں بدلی ہیں چہلوں کے قیاس گری
کیوں ٹوٹی پہ ہیں گھٹن و سرین و من آن
مرغان چمن گن عرب کا رہے ہیں کیوں
کیا ہے کوئی سلطان عرب سایہ گلن آج
بلبل ہے کہیں نغمہ مستانہ کی سرست
طوٹی ہے گھٹنیں مست سے حب یمن آج
گل مست سے شوق ہیں کر چاک گریباں
سرست ہیں کس شوق میں خوابن فتن آج
پھیلائے ہوئے ہمارے انجم کو سے کیوں چراغ
آسمان میں لیے کیوں ہے گزرا مہر چن آج
کیوں رن و نغمہ میں آج ہیں مست سے کمر
کے سے پہلی آتی ہے کیوں ہوا امن آج
کیوں لڑی چلی آتی ہیں رخت کی گھٹائیں
کیوں تک رہی عالم میں ہے رخت کی گھٹائیں
بے کس کی شب و صبح کہ گھٹن ہی گھٹن ایک
ہماری ہوا گھٹن سے چننا ہی کہے گھٹن آج
قوسیں عروج اور نزول اتنی ہوں نزدیک
کچھ نہ کوئی ان کے سوا بہتر سخن آج!
ہر قوم انکسار سے مہاں مہی قوم
ہر جانے مہن شرح ہے شرح مہن آج

یہ شعر کے نزدیک مہر حرم سے مہر اقصی تک معراج ہوئی اور ان کے آگے
انکسار کے آگے تو اس کا نام کرنے کے لیے اس پر مہر ایک میں ہمارے مہر و مہر کے
وہاں طرفی ہو اور ملک مہر لہر ہوا۔ یہ مہر اقصیٰ میں مسکنی جگہ ہوتا ہے تو یہی

ایسے ہیں وہوں کے معنی صورت ہی ہیں۔ اور قلب تم سین سے جتنی مراد کہل قریب ہے۔ اس لیے کہ عادت عرب یہی تھی کہ آپ (ﷺ) کو بطریق یا اہل صحافت کہتے اور صحابہ اپنے تو اپنی اپنی کمال کمال کی توں ہائی۔ دیا کرتے تھے۔ جس سے ایک اثر وہ ہی ہوتا تھا۔ اس اثر سے وہ منہا دور دورہ بطور تعمیر کرتے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اس بیت مبارک میں اشارہ ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا:

عرج من حیوان الی سیرک المصحی وادی النحل رب العزیز العزیز
جسی کان منہ غاب فوسن کو انفسی فلو حی الیہ رہہ ما او حی۔

”مجھے چڑھایا گیا ہے جبریل کے مدد سے آنتنی تک۔ پھر قریب بہار رب العزت حاصل ہوئی کہ قلب فوسن کو انفسی فلو حی الیہ رہہ ما او حی۔ فلو حی الیہ رہہ ما او حی۔ حاصل ہو۔

اور اگر آئیے کہ۔ لبطن الیہ فی انشای یغید لیلاً بین السجود العزیز الی
المستجیر الی اللہ الہم نظر غار دیکھے تو یکموری جوئے نظر آتے ہیں۔ وہاں آفتاب
میں بے لائق بیٹا اور نور روز سے زیادہ واضح ہے۔ یہ ایسا نازک مقدم ہے کہ یہاں عقل کا
کام نہیں چل سکتا تو دیکھ رہی ہے اور لب خیر ابوش کی دوا کر۔ آپ کو سنبھال دیتی کیا
حال ہواں جو سب کچھ ملتی ہے کہ ایک کر سکتے ہیں۔ اور اس کے قدم نہ لے۔
تو اس کے لئے یہ کراہی کی باتیں ہیں۔

وہاں وہاں ہے کہ قلب عا صاحب بھی اس سے کب کیا کر رہا ہے۔ جب تو اس
کے ہوتے قتل پڑے تو بچے معلوم ہو کہ عیروا جو کیا ہے۔ بڑے بڑے مہر حال اپنی
کلاں پہنے کہ عیروا کی ہے کڑی ہے۔ اس کی اوئی تابش ذروں کو چمکا کر عالم کو
بال عیروا ہے۔ اور ہم بھی کہ قمر نے رات بھر نکلنے کی چھٹ پائی۔ وادی طور میں جس

جلوہ پر ہزاروں پردے تھے آج وہ بے نقاب ہے وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جناب کلیم کو بے خود کیا تھا اس رات بے حجاب ہے

اس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے
سکان بالا کا دماغ عالم بالا پر ہے۔ جگہ جگہ مشتاقوں کا ہجوم آمد آمد کی دھوم، ایک منتظر سر جھکائے، ایک ہجوم شوق میں نقد ہوش گمائے، کوئی مایہ دل نثار کرنے کو حاضر، کوئی متاع جان کی نچھاور لیے منتظر، کوئی کہتا ہے اپنی آنکھیں ان قدموں پر ملوں گا، کوئی کہہ رہا ہے آج دامن پر چل چل کر ایک ایک مراد لوں گا، کوئی مشتاق بادل بے تاب سر نیاز جھکائے کھڑا ہے اور کوئی سائل بادیدہ پر آب دست طلب پھیلائے پکار رہا ہے۔

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا! تیرے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں
اللہ اللہ سمک (مچھلی) سے سماء (آسمان) تک ایک غلغلہ شادمانی وطن طنطنہ کا مرانی بلند ہے۔
ذره ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورسند ہے۔ زمین آسمان کے آگے جھک کر کہہ رہی ہے کہ آج تو جلوہ گاہ دلربائی ہے آسمان زمین پر قربان ہو کر کہہ رہا ہے کہ یہ دولت تیرے گھر سے پائی ہے۔

امیدوں کے غنچے چمک کر مرادوں کے شادیاں بجا رہے ہیں، دلوں کے سوز چمک کر شوق کی مشعلیں جلا رہے ہیں۔

گلزار قدس کے مالی محبت کے پھولوں کی کشتیاں نذر کے لیے لائے ہیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم کا لہکتا تختہ اپنی مہکتی کلیوں سے ہار گوند رہا ہے۔
(1) کا جھلکتا سہرا ید اللہ فوق ایدیہم (2) کا چمکتا گجراتیار کر کے یصلون علی النبی (3)
کی نچھاور کے ساتھ شان تزک و احتشام دکھا رہا ہے۔

ہاں یہ وہ وقت ہے کہ خدا کو بخود نبی ﷺ پر درود مداح کو جنت، جنت کو امت، امت

1۔ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔
2۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

3۔ درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

لے کر شعر آپ کا گوہر کو لے کر شب چرا
 لے کر افسانہ چھوہا ہوتے چھوہا یا کہن
 صد افسانے ۱۱ چاہا آقا چاہا سدا چاہا
 مانی سوسے افسانے چاہا ۱۲ یہاں آقا چاہا
 ۱۳ مرثیہ کا چاہا چاہا ۱۴ لکھ کا چاہا چاہا
 پہاڑی ۱۵ ۱۶ چاہا چاہا خودی بھیجیں جس کی بھیجیں
 جب مرکب لکھ لکھتے ہیں افسانے میں کیا
 روح الامیں لکھ لکھتے ہیں ۱۷ افسانے میں کیا
 حاضر ہیں ملک افسانہ ۱۸ افسانے میں کیا
 ۱۹ ہے افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۲۰ افسانے میں کیا
 آئی مرثیہ ۲۱ افسانہ ۲۲ افسانے میں کیا
 ہے ۲۳ افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۲۴ افسانے میں کیا
 پتھر ہے ان کے مکان ۲۵ افسانے میں کیا
 زہرہ ۲۶ افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۲۷ افسانے میں کیا
 کی لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 ۲۸ پتھر ۲۹ افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۳۰ افسانے میں کیا
 لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 ۳۱ افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۳۲ افسانے میں کیا
 جت میں لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 پھرتی چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا چاہا
 ہے کہ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 ۳۳ افسانہ لکھ لکھتے ہیں ۳۴ افسانے میں کیا

بچے شر اور شر جانے نکل مجرم کدھر
 خلق اور زمین اور آسمان اور پتھر ہیں ادھر
 ہیں نہیں کرم بیشتر زہری غضب سانپوں کے پھن
 وہاں کی سب اشیاء دیکھ کر جنت کا جلوہ دیکھ کر
 عرشِ معلیٰ دیکھ کر دیدارِ مولیٰ دیکھ کر
 وہ ریت آغوشِ دیکھ کر و طور سینا دیکھ کر
 آئے وہ کیا کیا دیکھ کر دم بھر میں بے رخ و عن
 حضرت کی صحبت اثناءِ عالم میں ہے قدر آئی
 بارخِ پادشاهِ عالمی پھر قبابِ قوسین اور دنی
 پھر حق لے گیا فوجی کہا اس وحی کو جمل کیا
 جمل کس جس کو خدا داں پہنچے کس کا وہم و عن
 اللہ اللہ کس حال دانتے وہ۔ مسطور علیٰ قلمِ مبارک ہے۔ عقل کل کے حسن و انوار

یہ نثار کیا دانت کا کرنا وہی باری گزشتہ کی کہ جب حضور ﷺ مقامِ نبی پر فائز ہوں۔
 فاشی علیٰ لسانِ قبابِ قوسین اولیٰ کی سنت پر جلوہ گری کریں اس دیکھ کر یہ عرض
 فرمادیں فرمائی کہ جب بہت مرحومہ روز قیامت صراطِ حق سے گزرے تو یہ خاموش رہے نہ ہو
 قدمِ تزلزل نہ آئے۔ مگر کاش کہ اس واقعہ نے پھر اس کی یہ عرض قبول فرمائی اور انہیں راحت
 کیا ہے چہاں باب سے اور قریب کی عظیم تجلیوں نے رات بھر پایا۔

اس کے بعد ایک پردہ نورانی کے قریب جلوے فرشتے نے پردہ ہایا۔ حضور ﷺ کا
 عام اک من کر رات پڑا۔ غرض کہ اسی طرح ستر ہزار چاہے ملے فرمائے کہ اب ہر طرف کی
 ہر ایک آئی ہر ایک سبز و پھول نورانی تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور سر عرشِ جلوہ
 گری ہوئی کہ ہر طرف غائب ہو گیا۔ یہاں تھا اسے تمام دنیا کی شہنائیوں میں اور شاہی
 ہر ایک کھڑے تھے کہ وہ کون کون میں بندہ جان مار و انگارہ ہے جس کا یہ کہ صدیقی رضی

قصیدہ معراجیہ از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز

۱۱ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلو گر ہوئے تھے
 نے نہالے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لیے تھے
 بہار ہے شاہیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
 ملک ملک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے
 وہاں ملک پر یہاں زمین میں اپنی قہر **شاہی** پٹی قہر میں
 دھرم سے اتوار جیتے آتے دھرم سے نکالتے انوار ہے تھے
 یہ چھوٹ چلتی قہر ان کے رخ کی کہ عرش تک پہنچتی قہر
 وہ ملت گیا تہنگ رہی قہر تہنگ تہنگ نصب آئینے تھے
 لی دھرم کی بھگن میں کعبہ کعبہ کے سنورا سنورا کے کعبہ
 ہجر کے صدقے کمر کے اک قل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
 نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیات سے خراب سر جھکائے
 سیاہ چہرے کے جسم پر آنکھیں تکی وقت صحت کے تھے
 خوشی کے ہاتھ اٹھائے آئے دھرم کے ہاتھوں رنگ لاکھوں
 وہ عزم نیت کا سہا تھا حرم کو خواہ وہاں رہے تھے
 یہ جہنم بھڑاب در کا جہنم گر آ رہا ہے کان پر اٹھ کر
 بھڑا رہی تو سوتی ہل کر عظیم کی گود میں بھڑے تھے
 بھگن کی خوشبو سے مست کیزت شیم گستاخ آلیوں سے
 غافل تھیں جو از رہا تھا غزال تالے بہا رہے تھے
 بھڑوں کا وہ حسن تڑپیں وہ دھرم پٹی وہ کار تھیں
 مہار سے مہار میں گری آئیں وہاں وہاں پلے ہوئے تھے

لہا کے نمودوں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
 کہ وہ بھی میزبان قیس و مدار پہلا مہاب تاباں کے قتل کے تھے
 پہلا پہ داغ ملکبا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
 انہوں نے تارنگہ سے گھوڑوں قدم قدم فرش ہار دیئے تھے
 عیار بن کر ڈار جائیں کہاں اب اس راہ گزر کو پائیں
 تار سے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچے تھے
 خدا ہی اسے صبر جان پر غم دکھائے کیوں کر تھے وہ عالم
 جب ان کو جہنم میں لے کر قدسی جہاں کا وہ پہلا رہے تھے
 اہل کریم کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بت رہا تھا ہزار
 کہ چاند سہیلے گل گل کر بھیجیں کی شجرات مانگتے تھے
 وہی تو اب تک جھک رہا ہے وہی تو جہنم ٹپک رہا ہے
 لہا لے میں جو گرا تھا پانی کنوڑے تاروں نے نیر لیے تھے
 پچا جو تلوں کا ان کے دھوواں بنا دو جنت کا رنگ و روغن
 جنہوں نے وہاں کی پانی اتار دی وہ پھول گلزار نور کے تھے
 تھر یہ تھریں لہو کی نمی نمی تھی سہیلی گلابی پھلے گی
 وہاں کی پو شاگ زیب تن کی یہاں کا جودا بڑھا چکے تھے
 جلی حق کا سہا سر پر صلاۃ و تسلیم کی پنچاہور
 وہ وہی قدسی پرست تھا کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
 ہر دم بھی وہی ہوتے غائب نقش لہٹ کر قدموں سے لیچے انہوں
 مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے ان کھئے تھے
 انکی نہ آنے تھے پشتے رہی تھک کہ سر پہاڑی مغفرت کی شک
 صوا شفاقت لے دی مبارک گناہ مستانہ جہنم سے تھے

بھوم امید ہے گھٹا مرا دیں اسے کر انھیں بچاؤ
 ادب کی باتیں لے چھا ملاکہ میں یہ گل لگاتے تھے
 اہی نہ کرو راہ خود وہ قور بدما کہ راستے بھر
 گھرے تھے ہاں ہرے تھے گل فصل سنڈ کے گل دل رہے تھے
 یہاں کے نقشِ م کے عدتے وہ گل کھلانے کہ سارے دستے
 میچے گھنہ چنے گھٹن ہرے بھرے لہنا رہے تھے
 لہلا اقص میں قور یہی سرسوں یہ گل دل آفر
 کہ دست بستہ ہیں چوچے ہاں سرسوں لہنا آگے کر گئے تھے
 وہ گل دھت وہ گل کے گلے کے گلے پیتے نہ کھنہ ہاتے
 سنہری زلف ہوا گل یہ قور سب دھپ چھاؤں کے تھے
 بھگ سی ایک قدسیں پر آئی وہاں گل دھن کی بھر نہ پالی
 سواری دھن کی وہاں چلی دھت میں ہوا ہی گئے تھے
 جہو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے جانوں کرتے پڑتے
 وہ سدھ رہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا قور دم تیر آگے تھے
 قوی تھے مرغان و ہم آگے پر اڑتے تو اڑتے کو اڑا دم بھر
 اعلیٰ سینے کی دلی لہو کو کہ طوں دھو تھکتے تھے
 ستارے اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تان والے
 دلی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تان شرف ترے تھے
 یہ من کے بے لہو بھار اعلیٰ لہر جاؤں کہاں ہیں آگے
 لہو کے لہو کا پاؤں اس پھر کی آنکھوں کے دھن بھرے تھے
 ہی سہی قور کہ بیک دھت خیر یہ آگے کہ بیک دھت
 جہو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے جانوں کرتے پڑتے

یہ ہے اے محمد قربی ہو اہم قرب آ سرور مجھ
 تار جلاں یہ کیا غماقی یہ کیا ہاں تھا یہ کیا حوتے تھے
 تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
 کہیں تو وہ جہاں کن ترانی کہیں خاکے وصال کے تھے
 فرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
 پاسے ہیں یاں خود بہتے کو کالے جسے تارے کہہ گئے تھے
 سرواں میں دہلی کہاں تھا نہیں کیف و اہل کہاں تھا
 نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ سر ملے تھے
 چھوٹے تو نہیں جھگڑے اسے حیا سے جھگڑے وہب سے رکھے
 ہو قرب انہیں کی دہلی پر رکھے تو انکوں منزل کے قافلے تھے
 پران کا بڑھتا تو نام کو تھا حقیقت فعل تھا ادھر کا
 منزلوں میں ترقی ترقی اترا دلی قتل کے سلسلے تھے
 ہوا نہ آخر کہ ایک بڑا قحط بحر ہو میں ابھرا
 دلی کی گواہی میں ان کو لے کر کے فکر اٹھا دیے تھے
 کے لئے گھٹنے کا گھٹنا کدھر سے اُترا کہاں اُترا
 بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے
 اچھے جو قعر دلی کے چوہے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
 وہاں تو پانی نہیں دلی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے نہ تھے
 وہ ہانگ کچھ بیجا رنگ پایا کہ لہو و گل کا فرق الہیا
 گرو میں کلیں کی ہانگ پھولے گلوں کے گلے گئے ہوتے تھے
 عیاد و مرکز میں فرق مطلق ہے نہ قاضی الہی واصل
 کہاں ہے بھرتے میں سر جھکالے گماں پھر میں دائرے تھے

جہاں اپنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
 جب گھڑی تھی کہ وصل و غربت جنم کے چھڑے گلے ملے تھے
 رہائیں سوکھی دکھا کے سوہیں ٹپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
 بہنو کو یہ صنف تھگی تھا کہ سوتے آنکھوں میں ہا گئے تھے
 وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ہاٹن وہی ہے ظاہر
 اس کے جلوے اس سے ملے اس سے اس کی طرف گئے تھے
 کمان اسکان کے بھولے نشتوا تم اول آخر کے پیر میں ہو
 عیسا کی چال سے تو پچھو کہہ مرے آئے کہہ مر گئے تھے
 اصر سے تھیں غارت نمازیں اصر سے انعام خسروئی میں
 سلام و رحمت کے ہار گندہ کر گلوے پر نور میں چلے تھے
 خدا کی وحدت کہ چاند حق نے کہڑوں منزل میں جلوہ کر کے
 ابھی نہ تھیں کی چھداں بدلی کہ نور کے بڑے آجے تھے
 کیا دلت **فطیح امت رضا ہے** **لہ** ہو عیادت
 اسے ابھی جن غلطوں سے حد جو خاص دلت کے وہاں بے تھے

علامہ مرزا دینی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب قرب خاص میں پہنچے اور قلاب
 قوسطنطنیہ کا قلاب کے مسند لٹیں ہوئے تو بارگاہ خاص میں حضور ﷺ نے عرض کی:
 اللہم انت ما فعل بامی۔

آجی میرے لیے تو یہ دہات و مراتب لیکن میری امت کے لیے میری سرکار سے کیا
 ہوا ہوگی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَزَلَ عَلَيْهِ الرِّحْمَةُ وَابْدَلَ مِنْهُمْ حَسَنَاتٍ وَمَنْ دَعَانِي
 مِنْهُمْ لِيَبْهَ وَمَنْ سَأَلَنِي اعْطَيْتُهُ وَمَنْ عَزَّكَلَّ عَلَى كَفَيْتُهُ وَفِي الدُّنْيَا اسْرَ عَلَى
 الْعَصَا وَفِي الْآخِرَةِ الْفَعْمَكُ لَهُمْ وَلَوْ لَا أَنْ الْحَبِيبَ بِحَبِّ مَعَالِي حَبِيبِهِ

لنا حاصل ہو گیا۔

”ارٹا پارہی ہوا کہ محبوب ان پر میں نے رحمت نازل فرمائی کہ ان کے گناہ نکلیں
 سے بہ لے اور جو آپ کا اٹھی گئے پکارے میں سے ایک ہا جیسی کہ کرتی تھی راج
 ہوں اور جو مجھ سے دوہا گئے ہیں عطا فرماتا ہوں اور جو میرے ساتھ توکل کرے میں سے
 کافی بہت ہوں میں دنیا میں گناہوں کی پرہیزگاری کرتا ہوں اور آخرت میں تمہاری حفاظت
 اس کے لیے ہے اور اگر حبیب مومن حبیب کو محبوب درگاہ تو میں میری رحمت سے خاصہ
 ہی نہ کرتا۔“

اس کے بعد قصہ معروضی کیا جو منقول حدیث شاہ زکریا نقل فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ
 منقول ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم مسجد حرام میں گھر کے پاس
 بیت اللہ کے قریب کچھ سوتے جاگتے ہوئے تھے کہ جبریل آئے اور براق لائے ایک
 حدیث میں ہے ہمیں میر کرالی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے اور جو حدیث
 باحق صحیحین مالک بن انس صحیحہ وشیخ الاسلام سے مروی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور
 ﷺ نے فرمایا کہ ہم عظیم میں تھے کبھی فرمایا ہم بحر میں آ رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا
 اور کچھ کہا اور ہم اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر اس نے اہل بیت چاک کیا اور عقب منور
 نکلا۔ پھر ایک سونے کا غلٹہ آیا گیا جس میں انہاں وحکت کلمہ (بھرا) تھا اس میں ہمیں
 اٹھایا پھر ایک پیار پائیہ لایا گیا جو غمر سے چھوٹا گدھے سے لہجہ تھا۔ پسید رنگ کا نیز دانہ کہ
 اس کا ایک قدم منہا لے نظر پر پڑتا تھا۔

اس پر ہم سو رہے اور پھر جبریل عار سے ساتھ چلے آئے کہ آسمان مال پر پہنچے وہ وہ
 تھکوا لیا۔ اور پاؤں کیا گیا یہاں کہیں۔ جبریل نے اپنا نام بتا کر عار نام ظاہر کیا اور کہا کہ میں
 حضور ﷺ کے لیے کو بھیجا گیا تھا۔ تو فرشتوں نے سر ہا کیا اور وہ وہ کہہ کر جب ہم اندر
 گئے تو آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبریل نے تعارف کر دیا۔ ہم نے انہیں سلام
 علیہ السلام کیا آدم نے جواب سلام دے کر موصفاہن الصالح و الصالح (۱)

فرمایا۔ پھر آسمان دہم پر مجھے دروازہ کھلوانے پر وہی سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھلا ہم
 اندر گئے تو بھیجی دینی علیہا السلام جو دونوں خالد زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے تعارف کرایا
 ہم نے سلام فرمایا انہوں نے جواب سلام دے کر کہا مرحبا بالاخ الصالح والنسی
 الصالح (۱)۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چلے۔ دروازہ بعد جواب و سوال کھولا گیا۔
 جب ہم اندر گئے تو یوسف صلی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی سلام و جواب سلام کے بعد
 انہوں نے کہا مرحبا بالاخ الصالح والنسی الصالح پھر ہم چلے۔ پھر آسمان آیا
 دروازہ سب سابق جواب و سوال کے بعد کھلا۔ اندر گئے تو حضرت ادریس علیہ السلام سے
 ملاقات ہوئی۔ بعد سلام و تعارف انہوں نے بھی وہی مرحبا بالاخ الصالح والنسی
 الصالح فرمایا۔ پھر چلے حتیٰ کہ آسمان خامس کھولا گیا۔ جب ہم اندر گئے تو حضرت ہارون
 علیہ السلام سے تعارف کرایا گیا۔ سلام و کلام کے بعد انہوں نے مرحبا بالاخ الصالح
 والنسی الصالح کہا پھر آسمان سادس پر پہنچے تو وہاں موسیٰ علیہ السلام سے سلام و جواب ہوا
 اور انہوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنسی الصالح فرمایا۔ جب ہم آگے چلے گئے تو
 موسیٰ علیہ السلام نے گئے۔ وجہ گریہ معلوم کی گئی تو فرمایا اس قرزند سعید کی شان سے رونا
 آج ہے کہ میرے بعد مبعوث ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت
 میں جائیں گے۔ پھر ساقی آسمان پر چلے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے تعارف ہوا اور
 سلام و سلام کے بعد انہوں نے فرمایا مرحبا بالاکھ الصالح والنسی الصالح۔ پھر
 ہم سعید النبی پر پہنچے تو یہ درخت بڑا وسیع تھا۔ اور اس کے پتے ہاتھی کے کان سے مشابہ
 تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ سعید النبی ہے اور وہاں چار نہریں تھیں۔ وہ ظاہر اور دو خفیہ۔ ہم
 نے ہمیں اس سے چھایہ داراں خلیہ کہاں بادی ہیں۔ جبریل نے عرض کی یہ جنت کی نہریں
 ہیں اور وہ ظاہر جو ہیں وہ نخل اور فرات ہیں۔ پھر ہم اٹھائے گئے بیت ممبر کی طرف وہاں
 چند باتیں تھے ایک شراب سے مملو دھرا اور دھرا سے پھر اہل قبر اٹھ رہے۔ ہم نے اس سے
 سوال فرمایا تو جبریل نے عرض کی۔ حضور ایشیائے گربہ یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ

مسئلہ اہل بیت کی امت۔

پھر ہم یہ چاہیں کہ وہی عہدہ جس شخص کی تھیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہیں علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا آپ ﷺ کو کس محل سے مآجہ ہو رہا کیا گیا۔ ہم نے یہاں نماز میں آتے ہیں۔ وہیں علیہ السلام نے عرض کی آپ ﷺ یہاں کی است میں اس کی استعانت نہیں۔ اور میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں آپ ﷺ وہاں جا کر اور تحلیف پانچوں ہم وہیں گئے تو وہی کم ہو گئی۔ پھر وہیں علیہ السلام نے عرض کیا یہ بھی بہت ہیں۔ پھر وہاں جا کر اور ہر گز تحلیف نہ کی تو وہی کم ہو گئی۔ پھر وہیں علیہ السلام نے مشکل سابق عرض کیا۔ پھر تحلیف کر لی تو وہی کم ہو گئی۔ پھر وہیں علیہ السلام نے کہا کہ درخواست کو عرض کیا حضور ﷺ نے پھر درخواست تحلیف کی تو پانچویں تھیں۔

سو علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

حوی علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

ان امتك لا تستطيع خمس صلوات كل يوم فاني قد جربت الناس
فلك.

”آپ سزا خانہ کی است پانچ کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے حسمہ میں سزا خانہ سے ان کا تجربہ کرایا ہے جدا اور تخفیف کرایا ہے۔“

حضورِ شریف نے فرمایا میں اپنے رب سے مانگتے، جتنے اب شرم کرتا ہوں۔ اب میں یہ مانج فرانس پر راضی ہوں اور انہیں تسلیم کرتا ہوں۔
اب یہاں سے گزرا تو ایک ندا آئی:

امضیت فریضتی و خلفت عن عبادی۔

”تم نے ہمارے فریضے کا امضا کیا اور ہم نے اپنے بندوں سے بارگاہی مجھے تکلیف
 لرمال۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہی ہیں کہ جسے حضور ﷺ نے سزا دی تھی کہ جس نے اسے سزا دی تھی

سورہ صافات میں جبرائیل امین کا حازن سے دروازہ کھلوانا بھی ثابت ہے۔ لیکن فلسفی تاریکوں کے ہاتھ بھی غرق و التیام کے جال میں پھنسے پڑے ہیں۔

پھر برہان دین کے حاکم حالات اسوایہ ایسے ہیں کہ ہاں عقل حیران رہ جاتی ہے۔ شاہد اہان پور میں ایک حجرہ کے اندر ایک مجذوب رہتے تھے ان کا معمول تھا کہ تمام شب جنگل میں سیر فرماتے اور صبح شہر میں تشریف لے آتے ایک روز لوگوں نے مذاق سے ان کے حجرے کا دروازہ مقل کر دیا۔ اور اپنے خیال میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ مجذوب آج حجرے میں بند ہیں۔ صبح دیکھتے ہیں کہ حضرت بڑھتے جنگل کی طرف سے چلے آ رہے ہیں یہ واقعہ شاہد اہان پور کے گرام میں مشہور ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہو جائے کہ حضور ﷺ کے علاموں کے بواہل تمام ہیں ان کی لطافت جسمانی اس درجہ پر ہوتی ہے کہ اندر و خارج ان کو حائل نہیں ہوتی مٹھ ہوا کے انگلیں جاتے ہیں اور وہ ہستی پاک جو ہماری ہاتھوں سے کہیں نہ یا وہ لطیف و اللطیف ہے ان کی نسبت یہ خیال کہ فرق و التیام آسمانی و جانی سے ملے ہو ہو گا، کس قدر باطنی اور تیرہ بختی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نامیہ نورانی میں نور مجیب پاک سید لوہاک نے یہ اثرات بیان کر دیے کہ آپ ہر ضروری میں جو خوب دیکھی ہوئی تھی، رونق افروز رہے اور بکلم الہی میں آگ کا شہ آپ پر کچھ نہ ہوا۔ اور کفر ناری کی مزاحمت سے آپ محفوظ رہے تو اس نور کا مہر و حریم برب اکرم سے کفر ناری کیسے مزاحمت کر سکتا تھا۔

- بعض واقعہ صراف کو غلط جوت کر لے کے لیے بحث حرکت لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی حرکت محال ہے کہ آسمانوں پر جا کر خوب و غرائب ارضی و سماوی کی سیر کر کے اتنی جلدی وہاں تک پہنچ سکے۔ انہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ غیر حلقہ بدستور متحرک رہے۔ اس کا جواب تو فلسفہ کے اصول سے ہی واضح ہے۔ وہ یہ کہ حرکت کے بھی دور میں ہونے کی کوئی انتہا نہیں۔ نظر افہام سے جب انسان آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو آسمان پر پہنچ کر وہاں آ جاتی ہے۔
- رہے اس کے بعد جو کلمہ موت ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مصر میں بولنے والے کے سر سے جہاں آگلی آواز میں ہی سیکھنے کے اندر آ جاتی ہے۔ انھیں میں بولنے والا جس سیکھنے

میں ہوا ہے اسی سبب کے اندر وہ آواز آپ ریڈیو جیٹ کے ذریعہ سن لیتے ہیں۔ سلام میں سنت اہل حضرت بریلوی قدس سرہ والعروج الدولہ انکلیف میں چائی کی گولت چالیں سے نقل فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الدین احمد بن شیخ اشیاوغ شہاب الدین سرحدی رضی اللہ عنہ قریب ہے ہیں کہ میں حج میں اپنے والد ماجد کے ساتھ تھا کہ ایک روز طواف کرتے ہوئے میں نے ایک مغربی بزرگ کو دیکھا کہ طواف فرما رہے ہیں اور لوگ ان سے تعویذ کر رہے ہیں کہ لوگوں نے میرے متعلق ان سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین سرحدی کے صاحبزادے ہیں۔ تو انہوں نے میرے ساتھ انہماک محبت فرمایا اور میرا سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے فرمایا جس کی برکات میں اپنے ائمہ پارہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان برکات سے آخرت میں اعلیٰ مجتمع راہوں۔ میں نے بھی لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ موسیٰ سدوانی اکابر صاحب سید ابی الدین مغربی ہیں۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے اپنے والد قبلہ سے یہ ذکر کیا اور تمام واقعات دعا وغیرہ سنائے تو والد قبلہ بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے شیخ موسیٰ سدوانی کے مناقب بیان کرنے شروع کیے اور ان میں سے یہ بھی بتایا کہ یہ ایسے صاحب کمال ہیں کہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ اس کرامت کو سن کر والد قبلہ حاشا ہو گئے۔ پھر اس کی تصدیق میرے والد قبلہ کے ایک ہم صحبت نے کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ میں نے یہ تقریباً ان کے بیان سے پہلے ہی سنی تھی۔ یہ سن کر میرے دل میں کچھ خیال آیا اور میں نے ایک روز رات میں شیخ موسیٰ کو طواف میں پایا کیا۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ تقبیل رکن اسود فرما کر اول فاقہ سے شروع کیا اور چلتے رہے اور تلاوت نہایت ترتیل سے فرماتے رہے کہ میں ان کی تلاوت کا حرف حرف سن رہا تھا۔ جب آپ حجر سے کعبۃ اللہ کے قریب پہنچے جو چار قدم کے فاصلے پر ہے تو قرآن کریم ختم تھا اور میں برابر سن رہا تھا۔ یہ میرا کہ کیفیت میں نے اپنے والد شیخ شہاب الدین سرحدی رضی اللہ عنہ سے عرض کی تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور تمام حاضرین مجلس کا کہنے لگے بھی تصدیق کی اور اس واقعہ کو عام اعلیٰ قاری رضی اللہ عنہ نے بھی مختصراً مرثیہ میں نقل

فرمایا۔ اور سورہ اسری کی تفسیر میں صاحب روح البیان نے بھی اسے نقل کیا اور سبع سائل شریف میں بھی یہ اقتد منقول ہے۔

اور نجات الانس میں مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی نے بعض مسائل کے حالات میں فرمایا کہ وہ تمام قرآن کریم استلام حجر سے محاذ باب کعبہ پہنچنے تک ختم فرما لیتے تھے۔

اور میزان الشریعت الکبریٰ میں امام عارف سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سید علی مرتضیٰ رحمہ اللہ ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے تھے۔ اس مثال کو مل کرنے کے لیے آگے فرماتے ہیں:

ثم قال قدس سرہ ولا یسعد هذا علی اولیاء اللہ تعالیٰ الذین غلبت روحانیہم علی جسمانیہم والروح من امر اللہ وامر اللہ کلصح بالبصر کما اخبر تعالیٰ و غرض کلمات القرآن کلها مع معانیہا فی لسان الولی کلصح بالبصر ما هو بعید واللہ علی کل شیء قدير (۱)۔
اور حضرت جانی علیہ الرحمۃ مذکورہ روایت کے تحت میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ عماد الدین احمد قدس سرہ فسألت والدی عن هذا لمعنی فقال هذا من بسط الزمان الذی یقع ببعض اولیاء اللہ تعالیٰ۔

”حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد شیخ شہاب الدین سرمدی رحمہ اللہ سے الہ را اکودہ یافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ بسط زمان سے ایک مخصوص شخص ہے جو بعض اولیاء اللہ پر ظاہر ہوتا ہے۔“

پھر حضرت شیخ شہاب الدین سرمدی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی تصدیق میں ایک قصہ

۱۔ علامہ خواجہ ابوالحسن علیہ السلام پر عید تھیں جن کی جسمانییت پر ان کی روحانیت غالب آچکی ہے۔ کیونکہ روح اللہ تعالیٰ جسم پر اور جسم سورہ اللہ پہنچنے کی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے ”ہات اللہ تعالیٰ یرکب سحاب“ کہ قرآن پاک کے تمام کلمات معنی سمیت ایک لمحہ میں ولی اللہ کی زبان پر جاری فرمادے کیونکہ اللہ تعالیٰ جلیل القدر ہے۔

سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن سکیزہ کے ایک اہل علم مرید تھے۔ ان کے واسطے خدمت قصبہ کے جمعہ کے روز مصلیٰ مشائخ کرام کے لیے لے جا کر بچا دیں اور بعد نماز جمعہ لپیٹ کر واپس خانقاہ میں لائیں۔ ایک جمعہ کو انہوں نے مصلیٰ لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں لے جائیں اور چاہا کہ اول دریا درجلہ پر جا کر غسل کریں۔ چنانچہ ماحل و جلہ پر پہنچ کر کپڑے اتارے۔ تہجد باندھ کر درجلہ میں اترے اور غوطہ لگا یا اب جو سر نکالا تو دیکھا کہ نہ وہ ماحل ہے نہ وہاں کپڑے ہیں لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا قسم ہے لوگوں نے بتایا یہ مصر ہے۔ انہیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے غسل کر واپس تہجد باندھ کر واپس آئے شہر میں گئے ایک دوکان ڈھلیے کی ملی اس پر کھڑے ہو گئے دوکاندار نے فراست سے چاہا کہ یہ الہی انسان ہے۔ انہیں اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا مختصر یہ کہ اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی سات برس تک یہ یہاں رہے تین بچے بھی ہو گئے۔ ایک روز پھر یہ دریا پر گئے اور غوطہ لگا یا جب سر نکالا تو اپنے کو اسی جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ لگا چکے تھے۔ اور دیکھا کہ کپڑے اسی جگہ پڑے ہیں جہاں اتارے تھے۔ انہوں نے کپڑے پہنے اور خانقاہ میں آئے تو مصلیٰ جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی ملے۔ اور بعض لوگ کہنے لگے تم درجلہ سے بہت جلدی آ گئے۔ غرض کہ یہ مصلیٰ مسجد کو لے گئے اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر انہیں خانقاہ میں لائے۔ اب گھر کو جو گئے حیرت استجاب میں جلدی جلدی گھر پہنچے بیوی نے کہا وہ کہاں گئے تھے آپ گھٹل تھے تو کہہ گئے تھے۔ میں نے گھٹلی میں رکھی ہے۔ انہوں نے ان سہانوں کو بالیا اور ان کے ساتھ گھٹلی کمالی پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال سنایا تو شیخ ابن سکیزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصر جا اور اپنے بیوی بچے لے آ جتنا چاہیے گئے اور بیوی بچے اور بیوی لے آئے جب شیخ ابن سکیزہ نے دیکھا اور تصدیق فرمائی اور فرمایا: اس روز میرے دل میں کیا خیال تھا۔ انہوں نے عرض کی: حضور میرے دل میں اس آیت کریمہ سے ایک غلبہ سا تھا کہ فی یوم کلان مقلداً لمرقاۃ حبیب بنی الف سسلی کہ ایک دن یہاں ہزاروں کا تہیہ ہوگا۔ تو شیخ نے فرمایا: ہلکے رحمۃ من اللہ تعالیٰ تک۔ اذ رفع الشکاکک وصحح اعدانک۔ یہ تھوڑا سا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ انہوں نے میرے اشکال کو رفع فرمایا اور میرے

ایمان کو کھینچ کر دیا۔

ان اللہ لیسطر زمانا لمن یشاء من عباده مع قصوره للیوم احرین ہے
 کہ اللہ اپنے زمانے کو فرما سکتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں سے اور جس پر چاہے اس زمانہ
 کو کر سکتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جب عام غلامان کو ایلا کے ساتھ ایک ساعت سات برس کی اگلی میں
 بدل سکتی ہے تو اللہ کے حبیب علیہ السلام کے لیے رہنما ہوں کے سطر کو طریق اخص میں اگر اللہ
 پادار کرے تو کیا عجیب ہے۔

دوسرے غزوات میں یہ واقعہ وقوعات سے نقل فرمایا کہ ایک عہد ہری نے اپنے گھر
 سے آ کر گھر کا اویلا اور محمد پر چا کر دکھا۔ چونکہ یہ بھی تھا کہ اس پر غسل فرض تھا یہاں سے
 نکل کے گھر رہ گیا اور غوطہ لگایا تو اس نے خواب کی طرح دیکھا کہ یہ عباد میں ہے اور وہاں
 اس نے شادی کی اور اپنی بہن کے پاس چھ سال رہا اور بچے بھی ہو گئے کہ اسے میں آ کر کھلی
 تو اس نے غسل پر آیا اور کپڑے پہن کر خود پر آیا اور وہاں سے لے کر گھر پہنچا اور یہاں سے
 یہ سب قصہ کیا۔ چند مہینے گزرے کہ عباد وہی جاتی رہی تھی اس کے پاس جو بیری کا گھر چاہتی
 وہی آتی اب یہ بیری نہ تو اس نے جاتی رہی تھی کہ وہ بچوں کو بھیج دیا۔ اس کی روٹی لے لیا اور وہی
 سے پوچھا تھی دو حکم "تم سے یہ شادی کب ہوئی تھی" تو اس نے کہا "تسلست
 سن" چھ سال گزر گئے۔ یہ وہ تھا کہ وہاں جو بیری نہ لے کر آتا تھا کہ اسے ہیں۔ اب وہ بھی
 شادی پر اگلی منزل کے ساتھ بذریعہ فریضہ یا مشاہدے میں آئے۔

مطالعہ ہجری کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں فریضہ کا مہر رہتا تھا۔ لوگوں کو
 یہ معلوم تھا کہ وہاں ایک روز شمس آباد لڑکی اور شیخ احمد اسحاق جو اپنے وقت کے مشہور
 اسکالر تھے۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کے پاس شکر ربیع لے گئے اور کہا
 کہ اس میں بھی مگر دکھا۔ اس نے ایک کتا اپنے اس گھر میں ایک طرف گول لگایا اور شیخ احمد
 اڑا کر اس کی طرف اس گھر کے بیچ سے گزر کر یہاں آپ نے جو نبی قدم مبارک رکھا
 سب کو معلوم کیا کہ یہاں شمس آباد میں ہے مگر اسے گھبراتے ہوئے لگا دیا۔ غرض کہ قطع

منازل سے مراد مل کرستے کرتے ایک مدت بعد گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا آپ
 نے وہاں سے کچھ پھل توڑے کراتے میں باغبان پکارا کہ یہ پھل تم نے کیسے توڑے یہ تو
 سرکار کی فرائد ہے۔ مٹی کہا آپ کو گرفتار کر لیا وہ سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے
 دیکھا تو فرست سے جانا کہ یہ کوئی شریعہ آؤں ہیں مائی کوڑ جودوخ کی اور شیخ سے پوچھا
 آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ شاہ میرا نام فرمائی ہے اور میرا وطن
 قونج ہے میں حیرے شہر میں عادت کے لیے آیا تھا۔ بدشاہ نے کہا: آپ شوق سے رہیں،
 ہم نے آپ کو طرز رکھا، وہ کھوئے دے دے۔ سامان و مال مکان و خیر و مال کیا۔ شیخ
 یہاں چند سال رہے۔ شاہ کی لہ اوریں ہوئیں اور بادشاہ کی نصرت میں رہے۔ کبھی
 افکار بھی چلا کے لیے بادشاہ کے ساتھ جاتے یہاں تک کہ پچاس تین گزہ گئے جوئے سیاہ
 کی بجائے سفید ہال آگے کہ ایک روز چاک وہی تھا پھر آپ اس کی طرف چند قدم بڑھے
 تو شیخ اہواستان آؤا دیکھا۔ چہ تہاک سے آگے آئے اور معائنہ کر کے فرماتے گئے: آپ
 کب گجرات سے آئے ساتھ لڑتے گئے۔

این گجرات العا نحر فی شمس اباد فی بیت السیمای و وقت
 الساعه دخلت الحص و رجعت فلان لک کر۔

”کیا گجرات ہم تو ختم آہا میں ہیں۔ اور یہ گجرات سیماوی کا ہے اور تم بھی اس
 محلے کے نیچے گئے۔ اور ابھی اس محلے کے تو معائنہ کر کے فرمائی کہ یہ
 دیکھا یہ چلیاں کا کہ کہیں یہاں سال اور کہاں ایک راحت۔“

پھر واقعہ معروف سرور عالم علیہ السلام میں قرآن کریم فرماتا ہے: شیعین الہدی
 اتناہی و قدوم تیکہ تو جس سیر کو یہاں اپنی طرف متنبہ کرے اور فرماتے کہ ہم نے سیر
 کرنا اس میں کسی قسم کے اذکار کو موقع دینا ہے دینی نہیں تو بد مذاقی اور جہالت سے کئی
 طرح تم نہیں ہو سکتے۔

اور اس قسم کے بہت سے واقعات مذکور ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسرار نے
 اعداء اہل حق میں مفصل نقل فرماتے۔ جن میں بدعت پائی اس میں سے کئی آیتوں کے تحت

میں، ایسی جیسی بھی موجود ہے جو بغور سمجھنے سے مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے۔ نظام شمسی میں زمین کو آفتاب سے وہ نسبت ہے جو مڑ کو منگے سے ہوتی ہے۔ اور آفتاب آسمان چہارم سے ایک قمر کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آسمان چہارم بہ نسبت آفتاب کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور زمین اس کی مساحت سے کتنی چھوٹی ہے۔ پھر پانچواں آسمان بہ نسبت چوتھے کے اور چھٹا بہ نسبت پانچویں کے اور ساتواں بہ نسبت چھٹے کے اور آٹھواں بہ نسبت ساتویں کے اور نوواں بہ نسبت آٹھویں کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور یہ فلک الافلاک جس کے بلن میں یہ سارا عالم ہے اس کی فراخی اور وسعت کے مقابلہ میں سمجھنا چاہیے کہ ان کو ایک نقطہ دیکھیں گے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

اب ہم ایک اور فلک الافلاک یعنی آسمان نہم کا قائم کر کے اس کے مرکز سے فلک الافلاک کے محیط تک دو خط غیر متوازی ا ب، ا ج، کھینچتے ہیں۔



پھر، بنی خطین ہر دائرہ کی توہیں جو ایک دوسرے کے عمود پر ہیں۔ حسب دوائر خوردہ فلک کے گزشتہ میں تھی۔ اور یہ جو دائرہ کی تھی کے ہر قوس کے مرد کا زمانہ ایک ہوگا۔ مثلاً فلک افلاک کی قوس جو ہر خطین سب سے بڑی ہے اس کا مرد ایک گھنٹہ کا فرض کیجئے۔ تو اس کے عمود پر پہلا دائرہ کی قوس کا مرد اسی ایک گھنٹہ کا ہوگا۔ جن گزشتہ میں کی قوس بہ نسبت فلک افلاک کے نسبت قلت میں ہوتا ہے ایک نقطہ کے سب سے کم مرد بھی اسی ایک

گھنٹا میں دو گھنٹری رکھ کر یکسویں کی جیہ توں اور مرکزی توں کی رفتار مساوی ہوتی ہے۔
اور ان لوگوں اور ان آسمان جس کو اصطلاح شرع میں عرش و کرسی کہتے ہیں وہ ایسا جتنی
وافر ہے کہ اس کی قوسوں کی سطح جو مائیں خطیں مذکور ہیں ہے۔ اس کی وسعت اس قدر ہے
کہ برسوں کا کام اس میں انجام پاسکتا ہے۔ خلاف سطح عرش کے جو بمقابلہ اس کے کمزور
ایک نقطہ کے ہے۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ کوئی کام انجام کو پہنچے۔ حالانکہ انوں کے
مرد کا زمانہ وہی ایک گھنٹا مفروضہ ہے۔

اس اصول مستر پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ سطح قوس ارضی
سے جو نہایت تنگ بلکہ اصول ایک نقطہ کے ہے عرش اور کرسی پر تشریف لے گئے۔ بعد
حصول تقرب الہی و نعمائے غیر متناہی ہو۔ وسعت سطح قوس عرش کے تمام قباب و طراب
سمائی مشمس و زرخ بست و غیرہ و غیرہ کے دیکھتے بولتے جس وقت تشریف لے گئے تھے۔
خلافت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور ہرگز ملامتہ لکھ حلقہ بدستور ملتی
رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا جو لازم آیا۔

اب ذرا اذ النجم اذا هوى فی فاصل فاصطوى کو بغور پڑھ لیں تاکہ کلام
الہی جو شان معراج بتا رہا ہے وہ بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے۔ اس سورہ مبارکہ میں سیاق و
سباق سے اشارۃ کنایہ حضرت روح الامین کا کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت
کہ یہ۔ شہید القویٰ فی ذلک ہرگز نہیں جہر بل مراد لیا ہے۔ حالانکہ اگر اس سے وہ معراج
جست مجد و عزائم مراد لیا جائے تو مفہوم آیت میں اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ سورۃ اذا الشمس کسرت میں ذی قوت حضرت جبریل کی صفت آتی
سمائی عقل دور رخ قوت پر کھڑے ہیں۔ شہید القویٰ
خلافت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف
رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا

اب ذرا اذ النجم اذا هوى فی فاصل
الہی جو شان معراج بتا رہا ہے وہ بھی اچھی طرح

ہم سے اس وقت سر پہ لے آئے اور ہرگز ملامتہ لکھ حلقہ بدستور ملتی
جو لازم آیا۔

ما جبٹم و فاصطوى کو بغور پڑھ لیں تاکہ کلام
آجھ لی جائے۔ اس سورہ مبارکہ میں سیاق و
کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت

عربی است کہیں پایہ : ایاں محمد جبریل لیکن علوم اور ہاں محمد
 جبریل میں اس تفسیر کی ترجیح کو پانہ کرتا ہوں۔ جس میں غلۃ شہیدنا الخوسی سے
 اب حضرت مراد کیا ہے۔ علاوہ اس کے کفار کا کہنا سننا اور انکار کرنا اس ذکر پر تھا کہ رسول
 علیہ السلام نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دوسرے دیکھا۔ بلکہ ان کا انکار معراج کے
 متعلق تھا۔ جس کی تردید خود رب جلت مجدہ تبارک و تعالیٰ عزاسرہ نے اس صورت میں
 لڑائی و حق و باطل علی علیہ السلام میں ہوا کا مریع اگر حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن میں تو آئے
 کر رہے تھے نہیں بنے اس لیے کہ حق علی ملک و عاک کا ذکر و عظیم ہے۔ کیونکہ اس
 کے ہاتھ جتنے آفاق ہیں وہاں ہی وہاں عمل ہیں۔ اور شرح شریف میں ملک و عاک کو
 عربی لکھتے ہیں۔ اس صورت میں آئے طریقہ کے یہ سنی ہوں گے کہ تعظیم کنوہ یعنی جبریل
 ان میں عربی کے کنارہ پر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جبریل کو عربی نہیں ان کا متعلق مدور
 انتہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ شہیدنا الخوسی نے قدوس سے جبریل مراد نہیں۔ بلکہ اس
 سے مراد حضرت اب حضرت مل کہ وہ ہے جو جو آتے ہیں اور وہاں ہے۔ اور ہو کی ظہیر
 بھی اس ذات و اب کی طرف پھرتی ہے۔

اور اصیبت و آخر یہ نکر والے تو بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہیدنا الخوسی نے
 قدوس ذات و اب تعالیٰ ہے۔ اس لیے کہ جب حضور شیخینہ معراج سے واپس تشریف
 لائے تو انہوں نے معراج اور وہاں کے حالات بیان کیے تو مسلمانوں نے تصدیق کی۔
 کہا ہے کیا کہ یہ نقل بھی اتمی طرف سے مولا اللہ کہہ رہے ہیں۔ اس کے جواب
 میں ارشاد ہوا **وَالْخَوَاصُّ وَالْخَوَاصُّ** "خبر ہے اس بیان سے چلتے ہمارے محبوب کی جانب کہ
 "ہاں" **وَالْخَوَاصُّ وَالْخَوَاصُّ** "تمہارے صاحب نہ جگے ہوئے جہان ہے
 "وَالْخَوَاصُّ وَالْخَوَاصُّ" "اور کوئی باطنی طرف سے نہ کرتا نہیں فرماتے۔" "ان
 لغو الا ذلک الخوسی" "اور جو فرماتے ہیں وہ ہماری ہی ہوتی ہے۔" غلۃ شہیدنا
 الخوسی نے قدوس سے انہیں جو حلال ان کے رب علوہ و محبوب حدیث و قدم کے ادا و استماع
 قائم ہے۔ انہوں نے کہ وہ علوہ ذات محبوب ہوا علوہ و محبوب کی طرف و حق و باطل

الاحول ﴿۱﴾ اور وہ طاووس است وایک اس وقت مرنے کے حق میں کہتا ہے تھا کہ ﴿۲﴾
 فَمَنْ لِي بِعَالَمٍ يُدْرِسُ لِي عَمَلِي الْآلِ الْهَوَلِ ﴿۱﴾ اور یہاں یہاں سے مجھ پر قرب آؤ ﴿۲﴾
 آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ فَكُنْ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ﴿۱﴾ ایسے قریب ہوئے کہ میری
 محبوب میں دو کمانوں کا فرق ہو، یا بلکہ اس سے بھی کم۔ فَاذْكُرْ لِلَّهِ مَا أَنتَ بِمَعْلُومٍ ﴿۱﴾
 اس عظمت پر اسے خاص میں دعا سرور تھا کہ اور عارف دل میں اسے کہے۔ کہ وہ محبوب
 محبت کے کوئی نہیں جانتا۔

سپان عاشق و معشوق و حریت کرنا کاتبین را ہم خبر نیست
 عَا كَذِبَ الْفُؤَادِ مَا تَأْتِي ﴿۱﴾ انہیں مجھوت ہمارا دل نے ہوا انہوں سے دیکھا۔
 یعنی جو چشم سر و دہر الیہا اس نے اس کی قسم حق کی۔ اَفَتَعِدُّوهُ عَمَلًا غَبَرًا ﴿۱﴾ کہ ہم
 اس سے بھڑا کرتے ہو جو اس نے انہوں سے دیکھ کر یہاں لایا یعنی اسے بھڑا کرتے
 محبوب و مطلوب کے شب معراج میں جو عجب و غرائب کا مشاہدہ کیا اور انہوں سے جان
 فرمایا کیا اس میں نرمی اس سے بھڑکتے ہو اور عجب کرتے ہو۔ وَلَقَدْ تَنَادَّوْا لَوْلَا اَلْحَرَمُ ﴿۱﴾
 حالانکہ وہ معراج روحانی جو عالم ہوا میں جنتیں پر ہو چکی ہے۔ اس میں پہلے بھی اس نے
 دیکھا یہ کہ ان ات نہیں۔ **فَلَوْلَا بَلَدٌ كَسْتُمْ لِي مَعْرُوجًا دَعَا لِي مِنْ مَدَنٍ اَلْحَرَمُ** کے
 قریب وہ بلوہ کر دیکھ چکے ہیں۔ **فَلَوْلَا بَلَدٌ كَسْتُمْ لِي مَعْرُوجًا دَعَا لِي مِنْ مَدَنٍ اَلْحَرَمُ** ہے جس
 کے نزدیک جنت الہی ہے۔ اِذْ يُغَشَّى الشَّجَرَةُ اَعْلَانًا ﴿۱﴾ کہنا اس وقت جس
 وقت اُحانپ رکھا تھا سدرہ کو جو کچھ اُحانپ رہا تھا۔

معراج روحانی میں سدرہ اُختی کے قریب حضور ﷺ کو نوریت الہی ہوئی تھی اس
 کی نسبت آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو امر کی صورت میں دیکھا۔
 اور حق راایت میں ہے کہ میں نے خدا کو انہی صورت میں دیکھا۔ تفسیر حالی جلد ۵ صفحہ
 308 میں ہے۔ ”مطم ورتہ کی غیر و نے روایت کی ہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اندر
 دیکھا۔ امر و غیرہ میں نے دیکھا۔ ”بت کیا حال اَلْاَعْرَاجُ دَعَا لِي مِنْ مَدَنٍ اَلْحَرَمُ“ کہیں کی کی غیر
 نے امر و غیرہ سے گزرتا۔ ”یعنی شب معراج روحانی میں حضور ﷺ کی غیر نے کا تھا۔“

مطابقت ذات کیا اور حد سے تجاوز نہیں کیا لَقَدْ مَنَّ اٰی مِنْ اٰیٰتِ مٰبِئِہِ الْکُذٰی ﴿۵﴾ ”بے شک دیکھا اس نے نشانوں رب عظیم کو بہت بڑی نکالی یعنی ”دیدار الٰہی“۔
اگرچہ بحث کے لیے تو بہت سی گنجائش ہیں، لیکن ضرورت کے مطابق جو کچھ عرض کیا گیا کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَدْ مَنَّكَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ بِهَا

وَالرُّسُلُ تَقْدِیْمُ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ

صل لغات: وَقَدْ مَنَّكَ خدمت اعلیٰ غائب از تقدیم آگے کرنا۔ اور آگے کیا آپ کو۔
جمیع الانبیاء تمام انبیاء نے۔ بہا، اس جماعت کے لیے۔ والرسل، اور رسولوں کا یہ۔
تقدیم، مفعول مطلق تثنیہ بیان کیا، بڑھانا ایسا تھا جیسے۔ مخدوم، مخدوم کا۔ علی خدم، جمع خادم، خادموں پر بڑھانا ہے۔

ترجمہ: اس مقام پر پہنچ کر تمام انبیاء و مرسلین نے حضور ﷺ کو نماز میں امام بنایا۔ جیسے مخدوم خادموں کے آگے ہوتا ہے۔

شرح: اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کو امام بنایا گیا اور مسہد اقصیٰ میں حضور ﷺ نے نبیوں کی امامت فرمائی۔

لَمَّا اَقْبَصَ مِنْ تَحْتِیْ سُرْعٰیَا ہُوں معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

ادایت ہے کہ جب حضور ﷺ بیت المقدس تشریف لائے اور براق سے اترے تو براق کہ اس جگہ ہندھا گیا جہاں انبیاء کے براق بندھے ہوئے تھے۔ جب حضور ﷺ مسہد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسجد انبیاء، کرام سے بھری ہوئی ہے۔ اقامت نماز ہوئی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم صغوف انبیاء میں اس امر کے انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ انھیں ان امامت کرتا ہے کہ جو علی امن نے میرا تاج پہنا کر مجھے آگے کیا اور میں سے دست کی۔ ہر ہم مسجد سے نکلے تو جبریل نے دو طرف پیش کیے۔ ایک شراب سے مملو

(پھر ابراہیم) تھا کہ دوسرا دودھ سے میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا اختصرت القطر
 "حضور ﷺ آپ نے قطرت اسلامی کو قبول کیا"۔ الحدیث مختصر یہ کہ یہ امامت قبل
 عروج ہوئی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ امامت قبل عروج و بعد
 نزول دونوں بار ہوئی ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز فرض ادا کی گئی یا نفل تو ایک
 روایت کی بناء پر تو یہ ظاہر ہے کہ قبل عروج جو امامت ہوئی وہ مسنونہ نفل کی تھی اور دوسری
 روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بعد نزول جو امامت فرمائی وہ نماز نماز تھی اور بعد
 فرضیت ادا ہوئی۔ کذا فی المواہب۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حیک خبر الخلق کلهم
 وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّعَ الطَّبَاقِ بِهِمْ
 فِی مَوَکِبٍ کُنْتُ فِیهِ صَاحِبُ الْعِلْمِ

حل لغات: وانت اور آپ نے۔ تخترق، از اختراق بھانڈنا، چاک کیے۔ السع
 الطباق، طباق جمع طبق تہ درجہ، سات طبقہ آسمان کے۔ بہم، یہ عمرانی لشکر ملانگہ۔ فی
 مویب، دستہ سواراں، اور کوئل سواروں کے اندر۔ کنت، آپ تھے۔ فیہ، ان میں۔
 صاحب العلم، سردار لشکر۔

ترجمہ: اے سیاح لامکان! آپ نے چاک کیے ہفت طبقاتہ سلامتی مع لشکر ملانگہ اور ان
 سواروں کے جو جلوس میں ہمراہ تھا اور آپ ان میں سردار لشکر تھے۔
شرح: فلا سفر کہتے ہیں:

ان الافلاک اجرام صلیبة غیر قابلة للخرق والالتیام۔ لانیہا لو کانت
 قابلة لہما لکانت اجزاؤها قابلة للخرق فلیلزم ان تكون الجهات محدودة
 قبلہا اذ النخرق لا یکون الا بالحرکة المستقیم۔

یعنی افلاک ایسے اجرام صلبہ سے ہیں جو ناقابل فرق و التیام ہیں۔ اس لیے کہ اگر
 وہ قابل فرق و التیام ہوتے تو ان کے اجزاء متحدہ ہونے کے بھی قابل ہوتے اور اس کی

یہاں کا لفظ "میں" بھی ضم کی قضا میں واسطے کہ تفرق بغیر حرکت مستقیمہ ناممکن ہے۔
اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

ان الاجسام محدودة الحقائق لئلا الخرق والالزام فعلي للتفسير
تسليمه انما هم في المحدود دون ما عداه تو ہمارے رحمۃ اللہ نے یہ ملاحظہ کر کے
فرمایا:

وقت الخرق السبع الحقائق لهم

اور اس بیٹ میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو حضور ﷺ نے فرمائی:
تبرأ كل من لم يمسح بآب الماء لاني طرف پہنچے تو ہر طرف سے جان بچاؤ کہ
صحیح الہاب "وہاں کوٹھڑا تو جان سے کہہ من علقہ تم کوں ہو تو ہر طرف سے کہہ من
جبریل ہوں اور میرے ساتھ لکھ رہا ہوں میں ان کے لیے کو حکم الہی کیا تھا۔ اب وہاں
نکلا تو ہم چہ جے ہم نے وہاں ایک صاحب قیصر دیکھے جس کے اہل ہاں سید میرے
والے تھے اور بائیں طرف والے والے جب وہاں طرف دیکھتے تو حق ہوتے اور
اب بائیں ہاں نظر آتے ہوتے۔ ہم نے انکی قسم کیا تو انہوں نے فرمایا: موصی
والی الصالح والایم الصالح۔

اس سے خبر پڑے پوچھنا کہ کیا حقیقت انہوں نے کہہ
ہم یونک زعلہ الوجود یعنی انہی میں ہمیشہ ہوا ارواح اصحاب
الحیۃ والی مود الوجود فی شغلہ ہم ارواح اصحاب
لی الشار من بولادہ

ہم وہ البشر ہیں اور گورے چہرے والے اصحاب پیکین خفقی ہیں اور کالے مزہ
اب تمام جن کو میں نے دیکھا ہے۔

اور انہوں نے ہم سے کہہ کہ تہذیب سے مسلمانوں میں وہ صاحب کے بعد جبریل کے
طوائف میں ہیں جس کے تو وہی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملے گا۔ ہم آسمان
کے ہر طرف سے نکلا نکلا کے پہنچے تو وہاں اسٹاپ علیہ السلام ملے۔ پھر آسمان

اور ہر دفع میں بھی حق تعالیٰ مراد ہیں۔ یعنی اور شائع وہ ہے کہ حق تعالیٰ اور اسی طرح
 طہرہ کے معنی مطہرہ الواحد فی القوم کے ہیں اور علم سے مراد عالی ہے یعنی ممتاز عن
 سائر حسن ولله الحمد۔

كَيْفَمَا تَقُولُ بَوَاضِلٍ اِنِّي مُسْتَعِيزٌ
 عَنِ الْعَبْوَانِ وَبِهِ اِنِّي مُكْتَسِبٌ

اے اوقات! کہی اے اے تھیل! کہی تاکہ تاکہ۔ عذر داند ہے۔ بقول و طہارہ و طہارہ از
 قریب کا مایاب۔ کامیاب ہیں آپ۔ بوصول۔ وصل الہی ہے۔ اے۔ عرف۔ استغناء و شرف اور
 یہاں قیاب کے طور پر لغت میں مستعمل ہے، مگر قدس۔ عیسٰی حق تعالیٰ سے۔ عن العیون،
 جمع عن بعضی بصیرۃ عن عیون الناس والعلائکہ والاعتناء تمام آنکھوں
 سے۔ و سرور الہی مانا ہے، مگر قدس۔ پوشیدہ الہی و پوشیدہ۔

ترجمہ: یعنی یہ تعالیٰ کے قریب کا آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو اس اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ ہے
 اور آپ الہی و الہی سے واقف ہیں کہ حضور ﷺ کے سوا کوئی اس سے نہ جان سکے۔

وہ قرب و محراب کو ہر وقت ہے حاصل ہو شرع اس اعتبار کی بے تکلف و تکلیف آج
 ہرگز امکان سے عیاں معنی توحید ہو جائے حق شرع نے شرع متن آج
 نہ ہر بیہ را را ذاتی دہند نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند
 نہ ہر گوشت سے ذوق الہی شد نہ ہر مرسلے اہل معراج شد
 تمنا سے سر انجام کار ثواب کے از جہاں شود احکام
 اس بیت مبارک میں وصل سے مراد حقیقت و کائنات الہی ہے اس امر میں اختلاف
 ہے کہ پہلا کلام میں حضور ﷺ نے روایت الہی یا شرم قلب فرمائی یا چشم سر۔

مصلحت تو اس طرف تھے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی صبر و شہادت کی اور چشم قلبی سے
 اور الہی کا مکتبہ و مریاں اس پر استدلال میں فنا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی اور الہی کے
 ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چشم الہی سے الہی کیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ہمارے حبیب کے دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اور بعض اس طرف مجھے کہ حضور ﷺ نے سب الہی چشم سر دیکھا جیسا کہ فرمانِ ان
 اللہ اعظمیٰ موسیٰ الکلام و اعطانی الرؤیۃ " اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا نور عظمیٰ
 اور مجھے رسالت الہی کا " اور فرمایا اے زہیٰ فی احسن صورۃ " میں نے اپنے رب کو
 بہترین صورت میں دیکھا " اور علامہ کوٹلی فرماتے ہیں کہ اس میں حجت کرتی ذات ہے
 اس لیے کہ اگر حضور ﷺ کو روایتِ اہلبیت اہلبی ہوتی تو اس لیے کہ انھوں سے دیکھنے کے
 مقابلہ میں دل سے دیکھنے میں یقین و معرفت کی ترقی ہے۔

علامہ نقی اندلیس رحمہ اللہ عن اہلبیان میں فرماتے ہیں:

بقول الفیض ابرار الرؤیۃ فی مقابلة الکلام بدل عنی رؤیۃ
 العین لان موسیٰ سألها لمع سبھا فانضی ان یفصل لیس
 علیہ السلام بما منع منه وهو الرؤیۃ الصریحۃ ولا شک ان
 الرؤیۃ القلبیۃ یشترب فیھا جمیع الانبیاء حتی الاولیاء۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ کلام موسیٰ کے مقابلے میں روایتِ اولیاء ہے جس میں عربیہ دل ہے
 کہ یہ روایت پاگین ہے۔ اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے امریٰ انظر الیک کتاب
 فرمایا تو نور شریف ہم سب پر اکتساب حضور ﷺ کی تعلیمات اور امتیاز کو بخند کرنے
 کے لیے اٹھ اٹھ کر اٹھ اٹھ کر اپنی روایت سے حضور ﷺ کو کوڑا مارا اور یہ روایت
 کمال سرری ہوئی چاہے اور اگر روایتِ اہلبیت ہو جائے تو پھر حضور ﷺ کے
 ساتھ خصوصیت ہی کیا رہے گی۔ اس لیے کہ روایتِ اہلبیت تو تمام انبیاء کو حاصل
 ہے حتیٰ کہ خاصانِ بارگاہِ اولیاء کرام بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اور بعض فضلاء نے خوب فرمایا کہتے ہیں کہ روایتِ اولیاء کا ذکر فرمایا اور
 روایتِ حق کو اس لیے نقل کیا کہ یہ دوسرے جہالت اور اس کے حبیب کے ایمان کو کم ہے۔
 اور اسی طرف تاہم جس اللہ و سر اسی حکمت میں اشارہ فرماتا ہے میں۔ علامہ کوٹلی رحمہ
 اللہ جب کہ کوٹلی اخیر میں خوب واضح اوصاف بنا کر فرماتے ہیں:

والجائز انما للعب الى صحة رايه بعينه وبطلبه الفصاحت
رواه مسلم في صحيحه رواه ابن جرير وطلبى وكتبها
عاجزون عن ترك كتابها۔

”کلام یہ ہے کہ ہم صحت و صافیہ کا حق ادا کر کے قائل ہیں اس لیے کہ مسلم
تربیت کی صحت میں حسن و صافیہ کے لیے فرمایا ہے: میں نے اپنے آپ کو اس کی آگے
لوہری کی گولوں سے آگیا تھا میں اس کی عداوت کیفیت سے ماخوذ ہوں۔“

نکاحی ۴۴۲ نے آپ کہا ہے:

لا یحکم لکم الا کل ذی خطر والسر عند کرم الناس مکتوم
والسر عند لی منہ لہ السر فلا یباع بکفاحہ واللب مکتوم
”سر پوشیدہ نہیں رہتا اگر ای ظہور و باہر سے اس کے خلاف لا یتوالی احتیاجی
کہا کرتی ہیں ہمارے کرم میں۔ یہ وہ ہے کہ جس سے عقل و فطن بے ہوش کی گئی ضائع
ہو جاتی ہے۔ اور ہر گز چاہیے۔“

عن الصحین سر لیس یفشیہ قول ولا فہم للعاقب یحکم
سر یمازجہ انس عقابہ نور یحیر فی بحر من البہ
”مفسر نے تم بتائی کہ اس بات ضروری ہے کہ وہ عورتوں کی دلی ہوئی ایک
اور حضور ﷺ نے عوام کے پہچان۔ اور ان کی دلی ہوئی ایک پہچانی گئی
مقابلہ آپ تھے۔ ہماری تمہیلی۔ تمہیں اس میں ایک تھی۔ وہ حافی عورت کا علم ہوا تو
تھے۔ اور تمہیں تمہیں کہ تمہیں حضور ﷺ سے سب سے پہلے ہر گز۔
مولای علی وسلم واما بعداً علی حک غیر الملق کتہم

فأخوات کل فخر غیر فخرک

وأخوات کل مقام غیر قودخیم

”اگر اہل معرفت۔ ہر ایک کی معرفت میں حلا سے ہر ایک

والمصائب عليه السلام هي صفت من صفت كماله في كل مقام فهو
 الطواغيت والشعائل والقصائل البلياتون كغير مشرك غير مشرك حال من
 وحرث وحرث وفتنة وفتنة لربنا آپ نے۔ کل مقام تمام مقامات کو۔ غیر
 مرد حق و غیر مرد کے انکار کے۔

ترجمہ: حضور ﷺ آپ نے تمام فضائل میں کمال کیا۔ غیر سے جدا آپ ﷺ
 تمام مقامات سے جدا کیا کہ جس جگہ بھی کمال کا مقام ہے۔

شرح: اس سے کہ یہ کمال ہے کہ۔ بعض بقول فرماتے ہیں: حضرت کل فقر
 غیر مشرک کے تمام بات و عیالہ مقامات۔ غیر و کثرت و شرافت علیٰ تمام امور
 تمام کمال ہے۔ غیر مرد حق سے تمام کمال اور تمام نبوت و رسالت عام و غیرہ
 ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ پھر ہم آگے بڑھے اور جبریل ہمارے ساتھ تھے۔ یہاں
 تک کہ آپ ﷺ کو اللہ پا چکے اور پھر کوئی کشتہ نہ تو کہا گیا یہ کون ہے۔ جبریل نے کہا
 میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ جب آپ نے اللہ اکبر کیا، پھر
 سے اللہ تعالیٰ کہ مجھے اللہ اور طرفین میں لاکھ سو برس کی بعد رسالت پر مجھے پہنچا دیا
 اور کہ اللہ یا محمد "سبحانہ کہ آگے چلے" تو ہم آگے چلے کہ ایک پڑھو تھیں کہ
 آپ اس طرف سے آئے پڑھو کو ہوا اور رسالت کیا گیا کون ہے۔ تو اس نے کہا: انا صاحب
 الصعاب واللعب وهذا محمد "میں میں محاب و لعب کا لڑکھو ہوں اور آگے
 آگے میرے ساتھ ہیں"۔ اس نے اللہ اکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف
 جواب دہ آپ نے کرتے ہوئے حریفوں سے جدا کیا کہ میرے بعد آگے جس کی بعد رسالت
 کا تقدیر اللہ بزرگ کا ہے تو کیا جس کی ہیک سواری سے حریف تھا۔ اس پر ہم چلے
 یہاں تک کہ عرض پر پہنچے ہاں سے ایک قعرہ ہمارے منہ میں تھا جس کی صفحہ چمکی کر دیا
 لاقی اللہ الطرون سبحانہ قطع احلی صفا۔ "ہاں میں اللہ تعالیٰ میں چمکے واسطے اس سے
 لہذا میں نے حق نہ چھوڑا ہے"۔ اور پھر اللہ نے اس میں و اللہ تعالیٰ کی تمام اللہ و اللہ تعالیٰ

1894

مولانا علی وسلم دالہا ابدیہ
 علی حیک حیر العلق کلہم
 اسیں عربیہ اور نزول الہی ہو نزدیک
 کہے نہ کوئی ان کے سوا سرغن آج

(از قبل تقدس مرده)

وَجَلَّ مَقْدَارُهَا وَلَيْتَ مِنْ رُتَبِ

وَعَزَّ الذَّرَّاءُ مَا أُولَيْتَ مِنْ نِعَمٍ

عمل احکامات تو جملہ میں داخل ہے اور ہدایات بمعنی محنت۔ بڑی محنت والی ہے۔ مقدار وہ
 مقدار۔ ماحولیت عام۔ ماحول۔ ولایت ماضی مخاطب بجمول از تولیت والی بنانا۔ جس کے
 آپ مالک بنائے گئے۔ من و لب، جمع رجب، رجب سے۔ و عز، از عزالت۔ دشوار، اور
 مشکل ہے۔ اخراک، از رک، اپانا، کھانا۔ ما اولیت، عام ماحول اولیت ماضی مخاطب
 بجمول از ایچ۔ وید، جس کے آپ ﷺ مالک بنائے گئے۔ من نعم، من تبعیضیہ۔
 ہم تجھ کو نعمت۔ تہنہ، تہنہ۔

ترجمہ: بہت بڑی طاقت والا ہے وہ شان میں کے آپ میں پڑا ہے مالک کا نئے گئے مرا تب
سے یہ شکل ہے کہ اس وقت کا جو آپ کو دلی جی خوشیوں سے ہے۔

شرح: حضرت مہدک میں اس حکمت شان کی طرف اشارہ ہے جو حضور سید یوم النشور
 علیہ السلام کو عطا ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک محشر بنایا۔ والی قیامت کیا اور شفاعت عظمیٰ کے
 منصب سے انہیں تیسرا ایلیہ المعروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ

لَا حَرَمَ مَحْرَمَةٍ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتَّى تَدْخُلَهَا وَعَلَى الْأُمَمِ حَتَّى تَدْخُلَهَا

جنت انبیاء پر آرام ہے جب تک آپ پر شریعت کو جنت میں داخل نہ کر دیا جائے اور تمام
انعام پر جنت آرام ہے جب تک آپ پر شریعت کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔

لَوْلَا اَنْتَ لَمْ يَخْلُقِ الْاَفْلَاكُ

”اے محبوب اگر تم نہ ہوتے اَلَاک و مانیہا تم پیدا نہ کرتے۔“

اور پھر قوتِ جبروت کی یہ شان عطا فرمائی کہ اعداء و سرکارِ ہلاک اور بے ہیں اور ہلاک ہوتے رہیں گے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدائے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور ما اولیت من نعم منی اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کو نعم اور نعمتیں
آخرین سے نوازا۔ حضور ﷺ کی امت کو خیر الامم دیا اور امت کے لیے نعمتیں حضور
ﷺ کے ذریعہ جناب باری کی طرف سے نازل ہوئیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضور
ﷺ نے فرمایا:

شكا اى الله تعالى من امنى ليلة المعراج شکایات

”اللہ تعالیٰ نے میری امت کی چند شکایات فرمائیں۔“

الاولى انه قال انى لم اطلب منهم اليوم عمل الغد وهم يطلبون منى

رزق الغد۔

”پہلی شکایت یہ تھی کہ میں آپ ﷺ کی امت سے مطلقاً عمل نہیں طلب کرتا اور وہ

مجھ سے کل کا رزق کل سے پہلے چاہتی ہے۔“

والثانية انه قال لا ادفع اربا اليهم الى غيرهم وهم يدفعون عملهم الى

غیری

”دوسری یہ کہ میں ان کا رزق غیر کی طرف دفع نہیں کرتا بلکہ اَلَا غل الشوبہ دلفھا کا

اعد ہے۔ مگر اپنے عمل میرے غیر کی طرف دفع کرتے ہیں یعنی ربا کا دل کرتے ہیں۔“

والثالثة انهم ياكلون رزقى ويشكرون غيرى ويصالحون خلفى

ويعصون خلفى

”تیسرا شکوہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کے امتی میرا رزق کھا کر میرے غیر کے شرکر رہتے

بُشْرَى لَنَا مَعَشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمٍ

حل لغات: بشری لنا، اسی ہذا القصة بشری لنا، بشارت خوشخبری ہے ہمارے لیے۔ معشر الاسلام، مشتر گروہ، اے جماعت مسلمین۔ ان لنا، بے شک ہمارے لیے۔ من العینایہ، شفقت و مہربانی ہے۔ رکن، کسی چیز کا مضبوط کنارہ مراد از ستون۔ اور ایسا ستون ہے۔ غیر منہدم، جو نہ گرنے والا ہے۔

ترجمہ: اہم اہل اسلام کو خوشخبری ہے کہ ہمارے پاس خدا کی رحمت کا ایسا پختہ ستون ہے جو گر نہیں سکتا حضور ﷺ کی ذات گرامی کا۔

شرح: فضائل ذات و رفعت شان و تقرب الی اللہ فی المعراج بیان کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ بایں ہمہ فضل و کمال امت مرحومہ کے لیے کیا عظمت شان و امتیاز حاصل عطا ہوئی۔ تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی اے معاشر مسلمین بڑے زبردست مژدے اور بشارتیں ہیں۔ اور ذات اقدس ﷺ ہمارے لیے ایک رکن غیر منہدم ہے جس کے بھر و سار ہمارا قیام ہے اور چند خصائص اس امت مرحومہ کے ایسے ہیں کہ تمام امم ماضیہ میں وہ امتیاز نہیں مل سکتے۔ مجملہ ان کے یہ ہیں:

(۱) اہل ہمارے لیے غنائم حلال کیے گئے امم ماضیہ کو حلال نہ تھے۔

(۲) ہمارے لیے اے زمین مسجد و مسجد کی گئی۔

(۳) ہمارے لیے مٹی کو وضو کا بدل تحیم کے ذریعہ بنایا گیا۔

(۴) ہمارے لیے وضو کی تعلیم دی گئی امم ماضیہ میں سو انبیاء کے یہ وضو کسی کے لیے نہ تھا۔

(۵) ہمارے لیے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امم ماضیہ کو یہ شرف نہیں ملا۔

(۶) ہمیں ان دن و اقامت عطا ہوئی۔ امم ماضیہ کے لیے یہ نہ تھی۔

(۷) ہمیں ہمساتہ عطا کی گئی۔ امم ماضیہ کو یہ عطا نہیں کی گئی۔

(۸) ہمیں جہاد کے تعلیم امین خلف الامام ہا سر عطا ہوئی۔

(۹) ہماری عبادت میں رکوع رکھا گیا۔

(۱۰) ہمیں نمازوں میں محض بنانا تعلیم دی گئی مثل مغفوف ملائکہ۔

(۱۱) ہمیں جمعہ میں ایک ساعت اجابت ملی۔

(۱۲) ہمیں جمعہ عطا ہوا۔

(۱۳) ہمیں رمضان المبارک کی پہلی شب میں اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ اور اسے

اللہ تعالیٰ بنظر رحمت دیکھ لے وہ معذب نہیں کیا جاتا۔

(۱۴) ہمارے لیے تزئین جنت کی بشارت ہے۔

(۱۵) ہمارے حق میں ملائکہ مستغفار کرتے ہیں ہر رات میں۔

(۱۶) ہمارے گناہ رمضان المبارک کی لیل اخیر و تکبہ مغفور ہیں۔

(۱۷) ہمیں رمضان المبارک میں روزے کے لیے سحری عطا ہوئی۔

(۱۸) ہمیں رمضان المبارک میں تعیل فی الفطر کا حکم ہے۔

(۱۹) ہمیں رمضان المبارک میں لیلۃ القدر عطا ہوئی جو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے

افضل ہے۔

(۲۰) ہمیں مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھنے کی تعلیم ہے۔

(۲۱) ہم پر سے اللہ تعالیٰ نے سختی اور اغلال کا رفع فرمایا۔

(۲۲) ہمارے دین میں حرج اور تنگی نہیں رکھی۔

(۲۳) ہم سے اللہ تعالیٰ نے خطا و نسیان کا مواخذہ اٹھا دیا۔

(۲۴) ہمارے اسلام میں وہ وصف خاص رکھے گئے کہ اس میں غیر امت مرحومہ کوئی شریک

نہیں سوا انبیاء علیہم السلام کے۔

(۲۵) ہماری شریعت اکمل شرائع ہے۔

(۲۶) امت مرحومہ کا اجتماع ضلالت پر نہیں۔

(۲۷) امت مرحومہ کا اجتماع حجت ہے۔

(۲۸) امت مرحومہ کا اختلاف رحمت ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک غیر العلل کلہم
لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيَنَا لِطَاعَتِهِ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

علل لغات: لَمَّا: جب کہ۔ دَعَا اللّٰهُ: میلا اڑھا، بلایا۔ دَاعِيَنَا: اے میرے قائل۔
 پلانے والا۔ پلانے والے نے ہمیں۔ لَطَاعَتِہ: اللہ کی اطاعت کی طرف۔ باکرم
 الرسل: بہا کرم رسل ہونے کے۔ کما: ہو گئے ہم۔ اکرم الامم: کرم الامم۔
 ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت اور دعوت اسلام کے لیے
 بھیجا تو وہ تمام اقوام میں اکرَم الرسل اور اکرَم الامم ہو گئے۔

شرح: اہل کرم واضح ہے کہ ہمارے خاتم الامم اشرف الامم اکرم الامم ہوتا ہے حضور ﷺ کی
 امت ستودہ صفات کی تصدیق میں ہے۔ جب حضور ﷺ ہمیں طاعت الہی کی دعوت
 اپنے نگرین لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو لبیک کہا۔ تو چونکہ حضور اکرم الرسل اشرف
 الرسل اعظم الرسل افضل الرسل ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کے خاتم اور اسی حضور ﷺ کی
 شرافت کے صدقہ میں اکرم الامم اشرف الامم خاتم الامم ہو گئے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے طے
 میں اہل رشتہ اللہ عزت سے ایک حدیث بھی نقل فرمائی

انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارحمہ اللہ تعالیٰ الی
 موسیٰ علیہ السلام انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یارب
 وھن احمد قال تعالیٰ ما خلقت خلقاً اکرم علی منہ کنت اسمہ مع اسمی
 فی العرش قبل ان اخلق السموت والارض وان الحجة معہ علی جمیع
 خلقی حتی یدخلھا ہو وامیہ قال ومن اسمہ قال الحمادون بحمدي
 صرودا وھو طا وعلی کل حال یشنون الزلزم اوساطھم وینظرون
 اطرافھم صائمون بالنھار ورهبان باللیل اقبل منھم الیسیر وادخلھم الجنة
 بشھادۃ ان لا الہ الا اللہ قال موسیٰ یارب لا تجعلنی لی نیک الامۃ قال

نبیہا منها قال اجعلنی من امة ذالک النبی قال استقدمت واستاخرت
ولکن سأجمع بینک وبنہ فی دار الجلال۔

”رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
طرف وحی فرمائی کہ جو شخص مجھے اس حال میں ملے کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو تو میں اسے
آگ میں داخل کروں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا رب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نہیں پیدا کیا کسی کو جو میرے نزدیک اس سے بزرگ تر ہو۔
میں نے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پہلے
بے شک میری مخلوق پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی
امت اس میں داخل ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب اس کی امت
کون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حمادون ہیں جو اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔ وہ دن
کو روزہ رکھنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔ میں ان سے آسان بات کو قبول
کروں گا اور لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی شہادت پر انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اس امت کا نبی بنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! ان کا
نبی انہی میں سے ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! مجھے اس نبی کی
امت سے کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے پہلے نبی بنا چکا ہوں اور اسے میں نے مؤخر کر
دیا ہے۔ البتہ میں دار الجلال میں تیرے اور اس کے درمیان ملاپ کرادوں گا۔

فصل احدی عشر۔۔ غزوات کا بیان

رَاعَتْ قُلُوبَ الْعِدَى أَنْبَاءُ بَعْثِهِ
كَنْبَاءُ أَجْفَلَتْ غُفْلًا مِّنَ الْغَنَمِ

۱۱۸

حل لغات: راعت، از روغ و تخویف، صیغہ ماضی ڈرانا، اور ڈر گئے۔ قلوب العدى، جمع قلب، عدی جمع عدو، دل اعداء دین کے۔ انباء، جمع نبا، بمعنی خبر، خبروں۔ بعثہ، بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ کنباء، النبأ صوت الاسد، مثل آواز شیر کے۔ اجفلت، ای اهربت و افزع، کہ گھبرا کے بھاگتی ہیں۔ غفلا، جمع غافل، بے خبری میں۔ من الغنم، بکریاں۔

ترجمہ: دشمنان دین کے دل آپ کی تشریف آوری کی خبروں سے ایسے ڈرے جیسے شیر کی آواز بکریوں کو بے خبری میں سراسیمہ و پریشان کر کے بھگا دیتی ہے۔

شرح: حضور ﷺ نے فرمایا: نصرت بالرعب مسيرة شهر و فی روایة مسيرة شهرین ”یعنی میری مدد کی گئی رعب کے ساتھ ایک مہینہ یا دو مہینہ کی بعد مسافت تک“۔ اس حدیث کو تلمیحا ناظم فہم رحمہ اللہ نے اس بیت مبارک میں بتایا کہ حضور ﷺ کے آوازہ حق کا رعب دشمن اسلام پر اتنا زبردست پڑتا کہ وہ بکریوں کے طرح گلے سے آوازہ شیر پر بھاگ پڑتے تھے۔

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِي كُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتَّىٰ حَكَّوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلَىٰ وَضْمِ

۱۱۹

حل لغات: مازال، ماضی منفی فعل ناقص بحالت نفی ہمیشگی کے معنی میں آتا ہے۔ ہمیشہ رہے۔ یلقاهم، یلقى ملنا مقابلہ کرنا، مقابلہ کرتے کفار سے۔ فی کل معترک، اسم ظرف، رزم گاہ، تمام رزم گاہ میں۔ حتیٰ، غایت کے لیے آتا ہے۔ یہاں تک کہ۔ حکوا، صیغہ ماضی ازحکی، بمعنی مشاہدہ، مشاہدہ ہو گئے۔ بالقنا، جمع قنات، نیزہ، نیزوں سے۔ لحمًا،

اس گوشت کی مانند۔ علی وضم وضم یفتحین عشب او حديد یقطع
الغصاب، جو غصاب کے تخت پر ہو۔

ترجمہ: حضور ﷺ کفار سے بر میدان میں مقابلہ آراہ ہے۔ یہاں تک کہ نذرہ بجاوین
کے ادا ہوں ان کے گوشت ایسے کر دیئے جیسے گند غصاب کا گوشت۔

شرح: طار لڑ پاتی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کفار کے مقابلہ میں دزم گاہ کے ادا
شرکت فرماتے اور علی ہر حضور ﷺ تشریف لے گئے دشمن اسلام پر غی حاصل
فرمائی اور حضور ﷺ انہیں عزرات میں تشریف لے گئے۔ ان میں نو عزرات ایسے ہیں جن
کے ادا نہیں تھے خواستہ کہ وہ ادا ہو عزرات یہ ہیں: (۱) نذرہ آجہ، (۲) نذرہ اجد (۳)
نذرہ مرسیح (۴) نذرہ املق (۵) نذرہ بنی قریظ (۶) نذرہ ابیر (۷) نذرہ حنین (۸)
نذرہ طائف (۹) لیکن کسان عزرات میں جو شہن شہادت تھے ان کی ادا نہ ہوئی ہے
اسلام پر جان ہوئی۔ لفظ حکوا کے معنی حکایت و قصہ کہنے کے ہیں۔ لیکن یہی
مشابہت ہوئی کہ وہ شہل ہوئے۔ جسے کسی کا شعر ہے:

عَلَمَاکَ فِی نَظْمِہِ عَدُوکَکَ بِمَسْکٍ

وَلَعَلَّہُ الشَّبَّ طَعَامٌ مَّا یَحْکُمُ

وَقُلُوا لَعَارِیَ فِکَاذِیَ یَغِیْطُونَ بِہِ

لَعَلَّہُ شَالَتْ مَعَ الْعُقَانِ وَالْوَحْمِ

علی لڑتے: وقولوا پند کرتے تھے لعار، بھاک ہائے کو فکاذی، اور افعال
مظاہرہ اہل قریب اور قریب تھا کہ یغیطون، لا غیط یغیط لہ غیطہ بکسر
الغین جنہی معمول شل تحت حاصلۃ المعبر، ایک پند کرتا اور قیظ کرتا۔ یہ اس بھانے
ہوئے کے ساتھ بھانے کا۔ لعلہ، جمع اللہ۔ کھو، اسم کا مع گوشت وہ کھائے جسم کے
شال، لعلہ بھانے کا۔ لا لڑتے ہیں۔ مع العقیان، جمع عقب کریم، کریموں کے
ساتھ۔ و لعلہ بھانے کا۔ لعلہ بھانے کا۔ لعلہ بھانے کا۔

اس ماہ میں فصلیں نکلتی ہیں و بعض العر شدت کی ارات دہری کو کہتے ہیں۔

شوال۔ اس کا نام مال تھا پھر اسے شوال کہا گیا۔ اس لیے کہ شوال ماہ میں کھانا
بے اور عمل کا اوٹلی کے اس ماہ میں اندازہ کرتے تھے۔

ذوالقعدہ۔ اس کا نام مہر بہالت میں رہتا تھا۔ پھر ذوالقعدہ رکھا گیا اس لیے کہ اس ماہ میں
عرب اسعد سے ساحل کھول کر اپنے گھر میں میں رہتے تھے۔

ذوالحجہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مہینا کاف ہے۔

اس طرح ہفتہ کے ایام بھی ایام بہالت میں اور تھے اور بعد میں اور ہوئے۔

ماہ میں	قمری میں	مکمل ایام میں	ایام بہالت میں
ہفت	شنبه	یوم السبت	شیار
اتوار	یکشنبہ	یوم الاحد	اول
پہلی	دوشنبہ	یوم الاثنين	ابون
دو	سہ شنبہ	یوم الثلاثاء	جبار
تیس	چار شنبہ	یوم الاربعاء	ویار
چھ	پنج شنبہ	یوم الخميس	مؤلن
ہفت	جمعہ	یوم الجمعة	عروبہ

كَانَ مَا الَّذِي طَيَّفَ حَلَّيْ سَاحِلَتِهِمْ

بِغَلِّ لَزِمَ إِلَى لَحْمِ الْعَدَى قُرْمِ

علی اللغات: کائنات کاں تھیو کے لیے۔ عا کافہ کو یک۔ الفہم دو ہیں کئی ماہ و کافہ ہیں
کئی ماہ و دو ہیں اسلام۔ حلیف ایک مہمان ہے۔ حل، جوڑا ہے۔ ساحلہو بہالت
مکمل ہوتا، گھر کے آگن میں۔ مکمل، نہ نہ تمام۔ قمر، سیدہ و العر وہا صحابہ
قرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہاں صحابہ گرام کے کئی لَحْمِ الْعَدَى لَزِمَ
و لَزِمَ دُخْنِ کے گوشت کی طرف۔ قمر، سیدہ الاحباب و حلیف نہ نہ لَزِمَ لَزِمَ

تعالیٰ کان اللہ ضامنا وکفیلا لمغفرة ذالک العبد او سارع
 اللہ الی ایفاء مقابلة جهاده بالمطبوبات او اوجب اللہ ان
 یتجزئہ ما وعدہ من الجنة والحدود والغلمان۔

یعنی جو اللہ کے لیے جہاد کو نکلے اور اس جہاد سے مراد نہ حصول ملک ہو نہ اعزاز
 دنیا بلکہ محض رضاء الہی اور اعطاء کلمۃ الحق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا اس امر میں ضامن
 ہوتا ہے کہ سے نفس دے یا دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ کر ثواب کا حق دار
 بنائے گا۔ جنت اور حد و غلمان لازمی گردے۔

حَتَّىٰ غَدَتْ مِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ
 مِنْ بَعْدِ غُرَبَائِهَا مَوْصُولَةٌ الرَّحِمِ

محل لغات: حتی، برائے قایت، یہاں تک کہ۔ غدت، ماضی از فعل ناقص ہو گئی۔ ملة
 الاسلام، ملت اسلامیہ۔ وہی، وہی۔ وراں حالیکہ۔ بہم، اسی منصوبہ بہم، وہ انہیں میں
 تھے۔ من بعد غریتھا، بے وطنی، بعد غریب الوطن ہونے کے۔ موصولۃ الرحم، رحم
 بیکدہنی اور وصل رحم۔ بحافظ حقوق عزیز ان رشتہ والے ہو گئے۔

ترجمہ: یہاں تک کہ ملت اسلامیہ کی ان کی بدولت یہ حالت ہو گئی کہ پہلے وہ سب سے جدا
 اور غریب الوطن تھے۔ اور اب گویا بڑی برادری اور عزیز و اقارب والی ہو گئی۔

شرح: ناہن شریعت ملت، ناموس یہ تھے بالذات اور متغافر بالاقتبار ہیں اس لیے کہ وہ
 طریقہ خصوصیت و خصوصیت کی تعلیم سے ثابت ہے اسے دین کہتے ہیں۔

اور جو تعلیمات وہ آقا شریف اور اہل باغ امت ثابت ہو کر اس پر قبولیت عامہ ہوئی اسے
 ملت کہتے ہیں اور کسی چیز پر مجتمع ہو کر اس کا پاس رکھنا اسے ناموس کہتے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائی
 شان اسلام چونکہ غربت کی تھی۔ اس اعتبار سے ناظم قائم رحمہ اللہ نے تسلیم اس حدیث کی
 طرف بھی اس بیت میں اشارہ فرمایا جو حضور ﷺ نے فرمایا:

ان النعمین بداء غریبا و سیمود غریبا فطلوبی للغریباء۔ رواہ مسلم فی صحیحہ

”دین اسلام کی ابتداء غربت سے ہے اور آخر میں بحالت غربت ہی ہو جائے گا تو مبارک ہو غریبا کو“۔

مَكْفُولَةٌ اَبَدًا مِنْهُمْ بِخَيْرِ اَبٍ

وَخَيْرِ بَعْلِ فَلَمْ تَيْتُمْ وَلَمْ تَنْمِ

(15)

حل لغات: مکفولہ، از کفل یکفل بمعنی ضمن والکفل بمعنی الصامن والحافظ، مکفولہ ہو گئی ملت اسلامیہ۔ ابدًا، ہمیشہ کے لیے۔ منهم، دشمن سے۔ بخیر اب، بوجہ بہترین باپ کے۔ وخیر بعل، اور بوجہ بہترین شوہر کے۔ فلم تیتم، مضارع نفی جہد بلم از یتم یتیم ہونا، پس ہرگز یتیم نہ ہوگی۔ ولم تنم، مضارع از اید بیوہ ہونا، اور ہرگز بیوہ نہ ہوگی۔

ترجمہ: ملت اسلام ہمیشہ کے لیے محفوظ و مصنون ہے ہر دشمن سے یہ سب حضور ﷺ کے ابویت اور بعلیت کے کہ باپ کی طرف سے یتیم اور شوہر کی طرف سے بیوہ نہیں ہو سکتی۔

شرح: مکفول کے معنی محفوظ و مصنون کے آتے ہیں اور ابد کے معنی دیر اور زمان طویل کے ہیں۔ گویا ابد کے معنی دائم کے ہوئے اور صاحب عناد قبلہ اللہ واند نے تصریح کی ہے کہ ابد وقت مستقبل غیر متناہی پر مستعمل ہوتا ہے۔ اور ازل وقت ماضی غیر متناہی کے لیے آتا ہے۔ اور گزشتہ و آئندہ دونوں پر مستعمل ہے۔

اور بخیر اب سے یہاں مراد ذات القدس سرور عالم ﷺ اور صحابہ کرام اور علماء اعلام ہیں اور خیر بعل میں بھی وہی مراد ہیں۔ اس لیے کہ بعل سید اور مالک کو کہتے ہیں اور زوج کو بھی اسی وجہ میں بعل کہہ دیتے ہیں اور خیر بعل سے یہاں بھی مراد حضور ﷺ اور اصحاب کرام اور علماء عظام ہیں۔

هَمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُضَادَّتَهُمْ

مَاذَا رَأَى مِنْهُمْ فِي كُلِّ مُضْطَرَمٍّ

(16)

حل لغات: ہم، وہ پہاڑ۔ الجبال، مثل پہاڑوں کے تھے۔ فسَلْ، پس پوچھ۔ عَنْهُمْ،

اب ہم باہم باہم رسول اللہ کے بیت کے نزدیک کے مطابق اول غزوہ احیں کو دیکھیں
 سے نقل کریں گے۔ علامہ طبرانی شامی قصیدہ کے بھی اگرچہ غزوات صحابہ کا ذکر فرماتے ہیں
 لیکن لہذا یہ مختصر طریقہ یہ بیان کیا ہے۔ لہذا ہم ان واقعات کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ہر عمل کے انہوں کی سادگی میں ذکر کرتے ہیں۔ اول غزوہ احیں واقعہ جو اونیفہ
 حَقَّقُوا اِذَا اُغْنَيْتُمْ كَثُرَ تَلْكُمُ ۝۱۱

احیں مکہ معظمہ کا ایک علاقہ ہے۔ اس کا ایک واقعہ ہے۔ اس کا ذکر عرب کا مشہور ہزار ہا
 عرب سے جن میں سے ہمارے کسی میں سے جہاں کو وہاں کی کہتے ہیں۔ یہ وہی
 ایک تہذیب کا ہے۔ اس کی بہت سی شے ہیں۔

اسلام کی حالت کو دیکھنا اگرچہ یہ بتا دیتا ہے۔ لیکن اصل عرب یہ کہہ دے تھے کہ ان
 قبلہ اعظم یعنی مکہ کے محصور ہے۔ ان کا طویل تھا کہ مشہور شہر تھا اگر قریش پر قابض
 تھے۔ مگر حج پر ہاتھ نہیں لیں گے کہ اسے چھو جائے۔

پہلے وہ جب مکہ کے آقا کو ہتھیانے کے لیے غزوہ تبوک لے گئے۔ اس وقت ان کے مسلمانوں
 میں شریک ہونا شروع کر دیا۔ لیکن یہ ان کی رنجیت پر اس کا اثر ہے۔ یہ قبیلے ہمیشہ سے
 جنگجو اور ان حرب کے ماہر بنائے جاتے تھے۔

اسلام کو اس قدر دھچکا ہوتا تھا کہ ان کا خطرہ اب بھی بڑھتا ہوا تھا۔ یہ خطرہ اب ایک
 حد تک ٹھیک بھی تھا۔ اس لیے کہ قبیلہ عرب کی وجہ سے یہاں کی حکومت و اقتدار کا
 خاتمہ ہوا ہوا تھا۔ اس لیے اس وقت مکہ سے کئی جہازوں کے سامنے عرب کا وعدہ کیا۔ اور جو
 کچھ خلیفہ اسلام کا پیش کیا۔ سال بھر کامل امن کی یہ سہی ہوئی رہی جیسا کہ مذکورہ کے
 لکھا ہے۔ مگر جبکہ تمام قبائل عرب میں یہ قرار دیا گیا ہو گا کہ مسلمانان اسلام پر ایک عام
 حملہ کیا جائے۔

اب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اگر وہ جلد نہ چلے نہ آئے کہ یہ کیا ہوتا
 آئندہ وہی سے یہی حالت اسلام کو نہ رہت کر سکے گی۔

اب یہ کہہ دیا کہ یہاں سے قبائل کی طرف سے ہوا ہے۔

حضور سر پٹنہ کی ردا گلی کے وقت ان کو یہ فلفلہ خبر پہنچی کہ حملہ کار خ انہی کی طرف ہے۔ اس خبر نے انہیں کسی قسم کی انتظار کی اجازت نہ دی۔ علی الخور زور و شور کے ساتھ خود حملہ کا اقدام کیا اور ان جوش سے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا کہ بچے عورتیں جب ساتھ ہوں گے تو ان کی محافظت میں جانیں دے دینے کے سوا بھاگنے کی گنجائش نہ ہوگی، اس معرکہ میں اگرچہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں۔ لیکن پھر بھی کعب اور کلاب علیحدہ رہے۔ فوج کی سرداری کے لیے دو شخص منتخب ہوئے مالک بن عوف اور درید بن الصمہ۔ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف تھا اور درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ قحط کا سردار تھا۔ اس کی شاعری اور بہادری کے معرکہ اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں اس کی مہر اگرچہ سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ لیکن تاہم عرب اس کو ماننا تھا اور اس کی رائے پر ملک کو اعتماد تھا۔ خود مالک بن عوف نے اس کی شرکت کی درخواست کی۔ یہ بیروں پر چلنے کے قابل نہ تھا نہ گھوڑے کی سواری کر سکتا تھا۔ اسے رزم گاہ میں چنگ پر ڈال کر لائے اس نے دریافت کیا یہ کون سا مقام ہے۔ بتایا گیا اوطاس بولا کہ ہاں یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے۔

اس کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ اس قدر نرم کہ پاؤں و حشس جائیں۔ چونکہ قبائل اپنے بچے اور بیویاں ساتھ لائے تھے۔ بچوں کے رونے کی آوازیں سن کر اس نے پوچھا یہ بچوں کے رونے کی کیسی آوازیں ہیں۔ بتایا گیا کہ بچے اور عورتیں ساتھ لائی گئی ہیں تاکہ کوئی شخص ان کی محبت اور غیرت سے اپنا پاؤں پیچھے نہ ڈالے۔ اس پر اس نے کہا یہ خیال فضول ہے۔ جب پاؤں اکڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ میدان میں صرف تلوار کام دیتی ہے۔ پتے غلطی کی اگر بد قسمتی سے شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی۔ پھر چھ کعب اور کلاب بھی ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ درید بن الصمہ نے ایک اور سر دیکھنی اور کہا اگر آج کا دن عزت کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب غیر حاضر نہ ہوتے۔ پھر درید بن الصمہ نے مشورہ دیا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ کھینچ لکایا جائے۔ مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں اس رائے کو نظر انداز کیا یہی سہارا

نوجوان تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ تمہاری عقل بے کار ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل طبرقی میں موجود ہے۔

سرکارِ وہ جہاں رحمتِ دو عالم ﷺ کو جب اس اجتماع کی اطلاع پہنچی تو حضور ﷺ نے تصدیق کے لیے عبد اللہ ابی جہاد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن فوج میں رہے۔ تمام حالات تحقیق کر کے دو بار رسالت میں پہنچے اور مفصل ڈائری پیش کی۔ حضور ﷺ نے حالات کی نزاکت ملاحظہ فرما کر مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ رسد اور سامانِ حرب کے لیے قرضہ کی ضرورت لاحق ہوئی عبد اللہ بن ربیعہ ابی جہاد کے سوتیس بھائی نہایت دولت مند تھے۔ انہوں نے تمیں ہزار درہم قرض دیے (از منہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) صفوان بن امیہ مکہ کے رئیس اعظم اور مشہور مہمان نواز تھے اور اب تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے انہوں نے سوز رہیں اور اس کے لوازمات حضور ﷺ کو پیش کیے۔

اب 7 شوال 8ھ مطابق جنوری فروری 630ء کو اسلامی فوجیں بارہ ہزار کی تعداد میں اس ترک و احتشام سے حنین کی طرف بڑھیں کہ صحابہ کرام کی زبانوں سے بے اختیار یہ لفظ نکل گئے کہ آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ یہ نازش بارگاہِ رب العالمین میں ناپسند ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كُنُوزُكُمْ فَلَمْ تَفْعَلُوا شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ" اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کثرت تمہارا کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیچہ پھیر کر بھاگ نکلے۔"

مقابلہ شروع ہوا پہلے ہی وہلہ میں مطلع صاف تھا۔ حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ رفقاء خاص میں سے بھی کوئی حاضر نہیں صرف چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ابوقحافہ فرماتے ہیں کہ اس میدانِ سراپستگی میں میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانہ پر قبوڑ مار دی جو زور کاٹ کر اندر اتر گئی اس نے مڑ کر مجھے اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر ہن گئی مگر خدا کے

فصل سے وہ خط لکھا کہ اگر چاہے اسی اثنا میں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا میں نے
کہا: حضرت! آپ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ فرماتے گئے: خطا و غلطی کی قسم۔ کمالی
البحار و غرور و حیرت۔ میرا قسم ہے کہ میں نے

فلست کے ظاہری اسباب: فلست کے بظاہر مختلف اسباب تھے:

نورجوان تھے جو غزوہ اُنی میں اسلحہات جنگ سے بھی آراستہ ہو کر نہیں آئے۔

(۲) فوج میں بڑا کفارہ ہے یعنی وہاں کہ جو آپ کا اسلام نہیں لے لے ہے۔

(۳) انہوں نے اندازاً محکمہ عرب پر متاثر تھا ان کا ایک تیز رفتاری عالی نہیں جاتا تھا۔

(۴) کھانے و دھوئیں میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیسرا اندازوں کے تحت پہاڑ کی گھاٹیوں میں کھڑے ہو کر وہاں سے اوردروں میں جھانپے تھے۔

(۵) انظر اسلام کے شیخین جنہوں نے یہاں تک سے پہلے ہی ملکر اقامہ

(۶) میدان جنگ ایسے عجیب میں تھا کہ پاؤں جمنہ سکتے تھے۔

(۷) علماء و اہل علم کا یہ سامنے سے ہزاروں کی تعداد میں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔

(۸) اگر کچھ لوگ اس سے پیچھا لگا رہے ہوں گے، تو ان کے پیچھے نہ جاؤ۔

(۹) جب عبد الجبار نے کہا کہ مجھے پتہ نہ چلے گا تو میں نے کہا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔

گناہگاروں میں سے ہے۔

فادبروا حتى يلقى وحده

”یعنی تمام نظریہ اس پر مبنی ہے کہ کتنے تہا تا جدار دو عالم شیخ نے بنوئے گئے۔“

خیر میں انکو مردوں کا جہیز دے دیں، ہم تھا۔ آواز دے دیں کے سوا کون چڑی آواز کا چلے گا۔ ہاں

برادر کی صحبت و مشورت و چنگی تھی۔ لیکن بیکر مٹھی بانی این اے سی کا یہ ٹھکانہ مٹھا ہوا تھا کہ

اگر یہ تصور کریں کہ جہاں یہ لائق ایک تہ تھا ایک فوج ایک ملک ایک انگریز ایک عالم الہی

مگر کہہ لو انات اللہ حضور ﷺ نے کہا ہے اے انسان کے ساتھ رحمت والا اور مہربان

۱- در صورتی که این کتاب را به کسی هدیه کنید، لطفاً نام خود و آدرس خود را درج کنید تا بتوانیم آن را به شما ارسال کنیم.

پانچم باب تھا۔ اسے دعویٰ آواز آئی۔ حضور ﷺ سواری سے اترے اور جلالِ نبوت کے لہجہ میں فرمایا: میں خدا کا بندہ اس کا پیغمبر ہوں۔

عقاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ سچا چہ عذاب اللہ لا کذب۔ انا بن عبد المطلب۔ میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت ہند آواز تھے۔ حضور ﷺ نے عجم واکر یہاں ہیں دایرہ کو آواز دیا۔ آپ نے غرور کیا معشور الانصار یا اصحاب الشجرہ "اے گردہ انصار" سے رحمت غرور دیا۔ اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑا تھا کہ تمام قریش اہل بیت پانی جس کا تذکرہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

قُلْ اِنَّ اَوْلٰى اَنتُمْ سِنًا عَلٰى نِسْلِكُمْ وَاَقْلٰى سِنًا عَلٰى نِسْلِكُمْ وَاقْوٰى اَنتُمْ ثَرًا عَلٰى نِسْلِكُمْ عَلٰى اَوْلٰى اَنتُمْ سِنًا عَلٰى نِسْلِكُمْ وَاَقْلٰى سِنًا عَلٰى نِسْلِكُمْ وَاقْوٰى اَنتُمْ ثَرًا عَلٰى نِسْلِكُمْ

"پھر اللہ نے اپنے رسول پر سب سے اعلیٰ نسل اور سب سے کم نسل اور سب سے زیادہ ثروت اور سب سے کم ثروت کی برتری عطا فرمائی۔"

اس واقعہ کے کھولے کھن کھن ہو گئے۔ گھبراہٹ کی وجہ سے عزت کے ٹکڑے اڑ گئے۔ پھر ایک دھڑک دھڑک سے گورچ سے لڑائی کا رنگ عروج میں چل گیا۔ کھڑ بھاگ لگے۔ ہر دھڑکے دو پانچواں ہر دھڑکے ہر دھڑکے ایک دھڑکے ہی اور اجم کر رہی مگر عربوں کے سر آوی مارے گئے۔ پھر ان کے ہاتھوں کا طبرہ اڑا کر لیا گیا تو وہ بھی نہ ہیر نہ گھستے غورہ فوجی موت پھوٹ کر یکے بعد دیگرے میں رنج ہوئی اور ہر دھڑکے میں جا کر پناہ گزین ہوئی انہیں میں جن کا سپہ سالار مالک بن نوفل بھی رہ چکا تھا۔ اس کے بعد وہ بڑھا مالک ہمارے وجہ سے یہ بن ہمسور کی جڑوں کی بحیثیت لے کر وہاں میں آیا۔ حضور ﷺ نے وہاں ہمارے شعری کی سرکردگی میں قصویٰ ہی فوج اس کے انتیصال کو چکا دی وہاں ہمارے شعری اور دیکھنے کے ساتھ سے شہید ہو گئے۔ اس نے طہا سہمیں کے ساتھ سے لے کر اپنی راج کا کھانا پانا تھا کہ حضرت ابوسوی شعری رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ کر لیا کہ وہاں طہا کیا اس سے اصل حکم کر کے عزم جمین لیا۔ وہ وہاں ہمسور ایک دھڑکے میں رہا۔

خدا سے دعا ہے کہ اس پر غور کرو اور کہا۔ لیکن اسکا دل سے ہنپٹ کر رہ گئی۔ یہ سن کر اس نے
 اپنے دوست کے بولے کہا کہ میری ماں نے تجھ کو اچھے اچھے نصیحتیں دی ہیں۔ لے میری محنت میں
 تجھ پر اس کا دل لگے گا۔ اپنی ماں کے پاس واپس جا کر کہنا کہ میں نے وہ یہ کونسل کر دیا
 ہے۔ کہ ماں کہیں کے نقل کی خبر ہی تو اس نے کہا۔ خدا کی قسم وہ یہ لے میری تین ماؤں
 کا زور کر لیا تھا۔ مختصر یہ کہ میری ان رنگ کی خدا پروردوں سے راز نہ تھی ان میں حضرت شیماء
 بھی تھیں۔ وہ حضور ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ انہوں نے جب انہیں گرفتار کیا تو انہوں نے کہا
 میں تم سے جی شہرستان کی بہن ہوں۔ لوگ تمہاری کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں
 اسے حضرت شیماء نے وہی بڑے کھول کر دکھائی کہ انہیں میں آپ ﷺ نے دانت سے کاٹا
 تھا۔ ہاں کا بھوکے ہے۔ سر کا وہ لاچار حالت دو عالم ﷺ کی چشم مبارک میں فرط محبت سے
 آنسو آئے اس کے لیے حضور ﷺ نے رونا مبارک بچھا دی۔ محبت کی باتیں فرمائیں
 یہ دانت سے آریاں مٹا کر ادا کر لیا گیا ہے۔ سر سے گھر چل کر رونا اور اگر گھر جانا
 ہوتا تو وہاں پہنچا رہا ہوتا۔ حضرت شیماء نے خدا ان کی محبت کی وجہ میں وطن جانا پسند فرمایا
 ہے۔ یہ سب محبت کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔

سب قسموں کی قید و بند ہو کر جو طائف میں بنا کر زمین ہو کر جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ سب ایک نہایت محو و مست تھا۔ اسے طائف کہتے ہی اس وجہ میں تھے کہ اس گئے تھے۔ یہاں پہلے کے عہد پر چاروں چاروں تھی۔ اور یہاں قبیلہ ثقیف کی جو شاخ آباد تھی وہ نہایت تھیں۔ یہ تھی تمام عرب میں سب سے زیادہ قریب کے گویا ہمسرتھی۔ عروہ بن مسعود یہاں کا رئیس تھا۔ وہاں تھا کہ انہیں کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤسا پر اترتا۔
وَلَا تَرَىٰ هَٰؤُلَاءِ الْاَشْرَافَ اَلَمْ يَخْلُفُوْا اَنْفُسَهُمْ فَيُضْلِخُوْا عَقَبَهُمُ ۚ (۱) یہ لوگ ان عرب سے بھی مختلف تھے۔ ان کے ہر ہر قوم پر بادشاہ بھی تھے۔ طبری اور ابن کثیر میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود ان کے لئے عرب میں چا کر جو کچھ کا ایک ضلع ہے مکہ تھیں آلات مثل اس کے ہر ہر قبیلہ کے لئے ہر ہر قبیلہ کے لئے کالیں لکھا تھا۔ طائف میں ایک قبیلہ تھا جو

المشقة من كتاب تاريخ ابن خلدون

کہا ہے محفوظ تھا لیکن کچھ شک رہا تھا۔ دل فریب اور گھستے کو یہ علم وہی موقع جن میں اس کی مرمت کی ہو۔ سال بھر کے لیے دسہا سا بن بیٹھ گیا پھر اس طرح گھٹیل ہوا ہوا تھا۔ دھندلا، معین کیے۔ تاریخ تیس جلد دوم اور تین حصہ۔

حضور سید عالم ﷺ کے حنین کا ہاں قیمت اور اسیران جنگ کے حقیقی علم و کار مقام ہمدرد میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کا غرض فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے طور پر پہلے روانہ کیے گئے۔ مختصر یہ کہ محاصرہ ہوا اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ تھکے تھکے آلات یعنی رہا ہوا اور تحقیق استعمال کیے گئے رہا ہوا سے اس نقد نے کرب کی گرم سوا لیں ہر ساتیں اور اس شدت کی حیثیت اذی کی کہ یہ تان حمود کے قیروں کو بچے بچا ہوا ہے۔ بہت سے زخمی ہونے میں دن تک یہ محاصرہ بائیس شریعت نہ ہو سکا۔

آخر میں حضور ﷺ نے نوفل بن عبادؓ کو بلا کر چھا کر تہا دی کیا ہائے یہ انہیں نے عرض کیا حضور! ﷺ کو سوزی بہت میں غصہ مگی ہے اگر ہمدرد ہمدردی دہی تو بھڑکی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے نہ طرف دشمن کی نہ اللہ حضور تھی۔ حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم نہ لڈ فرمادیا۔ سوا یہ نے عرض کی: حضور! ﷺ ان کو بد عادیں۔ حضور ﷺ نے یہ بد عادی:

اللهم اهد ثقيفا وانت بهم

"اللہ تعالیٰ کو یہ ایت دے اور ہم سے ہاں انہیں آسنا کی توفیق عطا فرما۔"

محاصرہ چھوڑ کر حضور ﷺ ہمدرد ہمدرد ہمدرد کے قیمت کا بے شمار و طرہ تھا چہ ہمدرد اسیران جنگ پوچھیں ہمدرد و انت جائیں ہمدرد ہمدردیاں چار ہزار اوقیہ چاندنی تھی۔ (لڈ ہمدرد ان حصہ) اسیران جنگ کے حقیقی آپ ﷺ نے انکار فرمایا کہ ان کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن ان کی دہ گز ہائے کے باوجود کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے ہانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے حسب کاہد ال فوج کو تقسیم کیے گئے۔ غصہ بیت المال ہمدرد ہمدردیاں کے لیے رکھا تھا۔ کد کے انکار و ہمدردیاں کے حال میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہاں کی نہ یہ حصہ کد تھی۔ انہیں کد کن کریم میں ہمدرد ہمدرد

فرمایا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں مصارف ذکر فرماتا ہے وہاں ان لوگوں کا نام بھی
جسے حضور ﷺ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ دعوات بخشے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

ابوحنیفہ کو مع اولاد کے 300 اونٹ 120 اوقیہ چاندی ملے فرمائی۔

عقیم بن جراح کو 200 اونٹ

عرواط بن عہد احمری کو 100 اونٹ

عقیم بن عمارت بن کلابہ قحطی کو 100 اونٹ

علوان بن امیہ کو 100 اونٹ۔ اقرمہ بن حارث کو 100 اونٹ۔

قیس بن عدی کو 100 اونٹ۔ عیینہ بن حصن کو 100 اونٹ۔

سکین بن عمرو کو 100 اونٹ۔ سہیل بن عوف کو 100 اونٹ۔

اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو یہاں بھی سونے اور چاندی کے فرائض کے حصہ میں تقسیم
عام کے اعتبار سے فی کس چار اونٹ چالیس کھیریاں عظمیٰ۔ سونے کو پانچ کھیریاں اور چاندی کے
معاوضہ میں تین گنا حصہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے ہر سوار کے حصہ میں بارہ اونٹ ایک سو تین
کھیریاں آتیں۔ عروہ بن کعبہ بن عوف سے نوازا گیا جس میں ایک کھیر اہل مکہ اور چار
کھیرا مدینہ تھے۔ اس میں بعض حصہ کو بیع ہوا اور کیا کہ حضور ﷺ نے قریش کو انعام دے کر
یہیں کر دیا تھا۔ ہاتھ باری گمراہوں سے اب تک قریش کے غول کے قطرات ٹپک رہے
ہیں۔ بعض نے کہا کہ عقیقہ کے موقع پر ہمارے یہاں اوقیہ ہے اور عقیم ہے اور ہول ہولتی ہے۔

حضور ﷺ کے کوئی ہتھیار تک سب پر آزاد رکھی حضور ﷺ نے انصار کو بیع فرمایا
انصار یہ حالت کیا کیا یہ غلو و تمہد کی طرف سے ہے۔ انصار پر گاہ کی بوائے کے عادی تھے
انہوں نے حالت عرض کر دیا کہ حضور ﷺ نے انصار سے سربر آوردہ لوگوں کی طرف سے یہ
بات نہیں لی بلکہ ان سے پہلے لوگوں نے یہ خبر دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے انصار کے پیرو
کے بیع کر کے ان کو بیع فرمایا۔ ان کی عقیقہ دیا جس کی عقیقہ میں معدوم ہے اور انصار کو
انصار کے لئے فرمایا۔ کیا یہی نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت
دی۔ حضور ﷺ نے انصار کے لئے میرے ذریعہ سے تم میں اتنا پیار کیا کہ تم عقیقہ کے لئے میرے

اور یہ تمہیں معلوم کیا۔ اس پر انصار ہر غم و غم کے بعد کہتے جاتے تھے کہ اللہ و رسول کے احسانات ہم پر سب سے زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب نہ کہو کہ تمہارا ﷺ آپ ﷺ کو آپ لوگوں نے جھٹلایا ہم نے آپ ﷺ کی قسم حق کی آپ ﷺ کو سب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ جب مائل تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی اور فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ کہ میں کہتا ہوں کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اسے انصار کیا تم کو یہ پتہ نہیں کہ لوگ اذیت نکریں گے کہ جانیں اور تم محمد ﷺ کو لے کر اپنے گھر آؤ۔ یہ سن کر انصار نے اختیار چلی بات نہ کہنے لگے ہم کو صرف اللہ کے حضور ﷺ اور اللہ کے رسول کے ساتھ رہیں۔ اگر کفر کا یہ حال ہو کہ وہ تہمتیں اور بدنامیوں سے ہمیں آتو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جو یہ اسلام میں نے ان کو بدنام کیا حق کی بناء پر نہیں بلکہ تالیفِ قلوب کے لیے دیا ہے۔

امیر ان تہمتوں کے ساتھ حضور کی مراعات: امیر ان جگہ تہمتیں بھی تھیں کہ عراق میں حضور تھے ایک سزا سناتے تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ تہمتوں کے امیر بآئندہ یہ جانیں یہ علماء اس قبیلے سے آئی تھیں جس میں حضور ﷺ کی رضائی امیر حضرت علیؓ تھیں۔ یہی قبیلہ نہ میر من صرف لے کر آئے تھے بلکہ ان میں حضور ﷺ کی طرف تعلق تھا کہ عرض کیا جو میر تھیں پھر وہاں میں تھیں ہیں انہیں میں حضور ﷺ کی رضائی پھر میریاں اور خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کہیں اللہ کے خاندان کا امیر بن جائے تو ان سے بہت بڑا امیر ہی ہوگی اور آپ ﷺ سے تو ہمیں ان سے بھی زیادہ توقع ہے حضور ﷺ نے فرمایا خاندانِ مہدویؑ کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن عام ہمالی کی قدر یہ ہے کہ جب لڑائی کے بعد مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کر دینا اعلیٰ کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میر کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام سلاطین کے سامنے اس کے لیے شہادت کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار بول اٹھے حضور ﷺ اللہ انصار بھی حاضر ہے اس میں چھوڑ دینا کہ یہ لگے۔

مذہب فرماتی کہ اللہ نے اس واقعہ میں ایک جہزہ کا ذکر فرمایا کہ حضور ﷺ نے کفار کی طرف انھار کیا مگر ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر فرمایا اھرموا ورب الکعبة شاعت الوجوه۔
 ”بھاگ جاؤ رب کعبہ کے رعب سے اور خاک آلودہ چہرے لے کر۔“

اور کفار کی طرف وہ مٹی پھینکی تو تمام کافروں کے اندر کل اور غلیظہ وہ مٹی پھیل گئی اور ان کی آنکھوں میں غبار بھر گیا اور بھاگ نکلے۔

غزوہ بدر: جب بیت مبارک میں سبیل بسوا غزوہ بدر کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔
 یہ واقعہ بھی ہم انگریز کتب و تاریخ سے تحقیقی رنگ میں پیش کر رہے ہیں اور شارح فرماتی کہ اللہ نے جو منظر نقل کیا ہے وہ بھی اصل تمام کا نقل کیجئے یہ ہے۔

جدا ایک موضع ہے جس کا معنی ہے یہ منورہ کے باجی واقع ہے۔ اس جگہ کا راجہ ۱۱۱۰ھ

اللہ تعالیٰ نے باوجود حکمت حد مسلمانوں اور کثرت حد مشرکین مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر حضور

ﷺ کی شان و کمال اور مسلمانوں کی جاییں بچائیں اور شیطان کو تنگ اس کی جماعت کے

آئینہ ہو کر دیکھ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ وَبَهْزَمُوا النَّفْثَ

أَجَلًا۔ ”بے شک اللہ نے مدد فرمائی تمہاری اور تمہاری قوم دشمن کی فتنہ میں ذلیل

تھے۔ اور یہ غزوہ اعظم غزوات معلوم سے ہے۔ یہ جنگ و مغان مبارک میں ہوئی اس

میں مسلمانوں کی تعداد تیس سو تیرہ تھی اور مشرکین ایک ہزار کے قریب تھے۔ اور یہاں ایسا

زبردست قتل و قتل ہوا کہ ہر ایک کی تلوار دوسرے غزوات میں انہی مٹی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول ﷺ کی تائید فرمادی اور ان کا نام کے ساتھ اعلان کیا کہ اس غزوہ میں مشرکین کو

کئے اور سز قید ہونے مقتولین میں اکثر ماریجہ قریش تھے اور اس غزوہ میں بہت سے جہازات

الانہت کا بھی نام ہوا۔ انھیں من شرح العریونہ۔ اب اس واقعہ عظیم کو تفصیل

موصوت میں لکھ فرمائیں منتخب در سیرۃ اہل بیت وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ وَبَهْزَمُوا النَّفْثَ أَجَلًا

لَا تُقَاتُوا اللَّهَ عَدُوَّكُمْ فَكَفَرُوا وَكَفَرُوا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ يَنْصَرِكُمْ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ یہ

تمام اس خطبہ کے قریب ہے جہاں شام سے وید جانے کا راستہ شمار گزارا گیا ہے اس میں

۱۱۱۰ھ لکھا ہے۔ وید منہ سے قریب ۱۱۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس جنگ کے مہماریات یہ ہیں کہ جب تک کہ حضور ﷺ نے مہم اللہ بن جحش کو بدر
 پہنچوں کے ساتھ اپنی لحد کی طرف اس مرض سے بھیجا تھا کہ قریش کے حالات کا پتا
 لگا لیں۔ تو انہوں نے بجائے اس کے یہ کیا کہ راستہ میں قریش کے چند آدمی جو قحط سے
 مال تجارت کے لئے آ رہے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس واقعہ میں عمرو بن مخرمہ بھی تھا وہ مارا گیا
 اور گرفتار ہوئے۔ مال قیمت ہاتھ آیا۔ مہم اللہ مع مال قیمت اور قیدیوں کے مدینہ کے
 اور سرکار میں سب چیزیں پیش کیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ کب کہا تھا۔
 اس واقعہ میں قیمت بھی قتل نہ فرماؤ اور سوائے کرم بھی مہم اللہ نہ نہایت رحم ہوئے اور
 انہوں نے کہا: **صَلِّمْ عَلٰمْ نَوْمُوا وَابِ وَقَالَتْ لَمَّا قُلَى الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَمَّا تَوَصَّوْا**
 بَقِصَالٍ۔ طبری صفحہ 1275۔

”تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا اور جو حرام ہے اور جب میں حکایت
 کیا۔ حالانکہ اس مہم میں لڑنے کا حکم نہ تھا۔“

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندانوں کے لوگ تھے۔ عمرو مخرمہ جو قتل ہوا
 وہ عبد اللہ بن مخرمہ کا بیٹا تھا جو عرب بن امیہ یعنی امیر معاویہ کے والد کا حلیف تھا۔ اور جب
 اس نے امیہ قریش کا رئیس اعظم اور رئیس اعظم تھا کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد اس کو
 ریاست حاصل ہوئی تھی۔ اور جو لوگ گرفتار ہوئے تھے وہ عثمان بن عفان بن مخرمہ کے بھائی
 تھے۔ مخرمہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا اور عرب بن امیہ کے بعد اس سے درجہ کار نہیں کم
 تھا۔ اس واقعہ پر قتل مخرمہ نے کرم قریش میں اشتعال پیدا کر دیا۔ اور یہ اتنا خون کی بنیاد
 قائم ہو گئی۔

حضرت عمر و بن ابی العاص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے قریش فرماتے ہیں کہ نہ
 صرف غزوہ بدر بلکہ تمام لڑائیوں کی وجہ جو قریش سے ہو نہیں صرف وہ صرف قتل مخرمہ
 ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں۔ اور جس چیز نے جدی جنگ کو پیدا کیا اور تمام لڑائیوں کے سلسلہ
 بنیادی ہو گئی سب کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مخرمہ کو قتل کر دیا تھا۔
 اہل بیت کے بعد سے اس مملکت کی تباہی اس شروع نہیں اور گزشتہ حالات انکا ہی جہان کے

ساتھ اس میں کارفرما تھے۔ عہد اللہ بن ابی کو قریش مکہ نے خط میں صاف لکھ دیا تھا کہ محمد ﷺ کو قتل کر کے ہمیں اطلاع دو۔ ورنہ ہم آ کر ان کے ساتھ قہار بھی فیصلہ کر دیں گے۔ یہ پیدا اتنی منہ لقا جو نہ ہند کی طرف قریش نے دیا۔ اس کے بعد سے چھوٹی چھوٹی ٹھوہریاں ہند کی طرف گشت لگاتی رہیں۔ کرز بن ہاشم لہری ہند کی چڑاگاؤں تک آ کر غارتگری کرتا رہا۔ مکمل حملہ کے لیے سب سے پہلے مصدقہ جنگ کا بندوبست تھا اس لیے اب کے موسم میں جو گاؤں ان تہات قریش نے شہر روانہ کیا وہ اس سرسبز ماہوں سے روایت تھا کہ کھیتی باڑی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی سب کی سب سے دی تھی۔

لہذا صرف یہ رہی اس میں شریک تھے۔ بلکہ ان میں بھی اس تہات میں شریک تھیں۔ ابھی قافلہ شہر کو روانہ نہ ہوا تھا کہ حضرت کی قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس سے قریش کی اطلاع فطرت پر بھی منتقل ہو گئی تھی کہ قریش کے غضب کے بادل تمام عرب پر چھا گئے۔ حضور ﷺ کو اب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے "اتھ کا اٹھاد فرمایا۔" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر بھائی بھائیوں نے نہایت ہی بڑا دل تقرب کیا کہیں لیکن حضور ﷺ انصار کا نظریہ معلوم فرمادیا جو یہ تھے۔ کیا کہ ان سے بڑا دل تقرب یہ اقرار لیا گیا تھا کہ اب کوئی دین پرچہ حلال کر سکے گا تو ان کی تائید سے ہی۔

آکر صدیق اکبر اور دیگر قبیلہ ان کے اطمینان عرض کرنے لگے کہ حضور ﷺ کی نظریں ہادی طرف نموداری ہیں اور ہمارے ہمارے عہد نامہ کے ماتحت حضور ﷺ کو ہمیں کوئی علم نہیں فرما رہے ہیں۔ لہذا کی قسم اگر حضور ﷺ کو ہم سب سے کدے کو تیار ہیں۔

مجھے مسلم کی روایت ہے کہ ہادی کی میں ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور ﷺ ہم قوم معنی علیہ السلام کی طرف نہیں کہیں کہہ رہے: **فَلَا وَهَبَ اللَّهُ** **مَرْكَبًا لِّمَنْ يَلْبَسُ إِلَّا الْغَنَاهُ فَيُؤْتِيهِمْ** "آپ ہر آپ کا خدا ہوا کر لے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں"۔ بلکہ حضور ﷺ کو ہم فرمایا میں ہم حضور ﷺ کے دین سے ہائیں سے سامنے سے بیٹھے سے دین سے ہائی نہائی کریں گے۔ اس تقریر سے فراموشی میں حضور ﷺ کا ہے اور یہاں تک اللہ فرمادے کہ ان رضی اللہ عنہم۔ چاہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں سو جان

۵۰ روپے کے ساتھ قلم سے ٹھٹھکے کا قلم دیا اور ایک سہل چل کر فریج کا جاکر دیا۔ من میں سے جہنم
کم عمر تھے وہاں کہے گئے۔ اور فرمایا کیا کہیے یہ شعر موقع پر کہاں کا کہیں۔

میرا ان الی و قاص ایک کمن بیٹے تھے جب وہاں سے لے کر کہا تو یہ دج سے اس سے قلب مبارک میں ٹھہرا اور انھیں اہل تہل گئی میر کے بھائی سعد بن علی و قاص نے اس کمن پہلی کو پہلے ہنگے میں تھوڑے جانی کی۔ اب لاری اسلام کی تعداد 313 ہجری قمری میں ساتھ ساتھ یہ ہیں تھے اور باقی انصار چونکہ منافقین اور یہود کی طرف سے اہل بیت کے قتل کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہتھکڑیاں لگا کر قید کیا گیا تھا۔ انھیں قید کیا گیا کہ وہ یہ وہاں جائیں اور جانی یعنی حضرت زین العابدین کی والدہ کی تہا ان پر عالم بن علی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضور شیخ ابوبکرؓ کی طرف ہوتے۔

[illegible]

قریش کی فوج کا پہلا درقربیل کا رئیس اعظم حبیب بن ابد تھا۔ تمام مدد میں قریش کو
 اطلاع ملی کہ اہل مدینہ کا قتل و غارتگری کی رو سے لگن کیا ہے تو قبیلہ زہرہ جو مدینہ کے
 سرداروں نے کیا اہل مدینہ کی فوجیں کمرایہ میں دیا۔ انہوں نے مدینہ کے لوگوں کو اپنی
 پہلے سے۔ اہل فوج کے حکم۔ قریش کے لوگوں پہلے آئے تھے انہوں نے مدینہ کے لوگوں
 پر قبضہ کر لیا تھا۔

ماہنامہ آگے واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ہر حال میں دھرم دھما کریں گے ہمیں
صرف اپنے آپ کی مدد کا ہے۔

اب ہمیں مقابل ہیں ایک طرف حق ہے دوسری طرف باطل، ایک طرف نور ہے دوسری طرف ظلمت، ایک طرف کفر ہے دوسری طرف اسلام، اس کا حقوق قرآن کریم اس طرح بیان ہے: "قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَاتِي فِي أَنْفُسِكُمْ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" "ہاں تمہاری ذاتوں میں میری آیتیں ہیں، کیا تم نے ان سے کچھ نہیں سیکھا؟" یہ کلمہ ہی بہ معجز تھا اتنی بڑی وسیع دنیا میں تو حید کی قسمت صرف چھ آدمیوں پر مقرر تھی۔ لیکن میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خاص حضور کی حالت جاری تھی وہ غوری آست مقدس آسمان کی طرف چلے ہوئے تھے اور زبان مبارک پر یہ لفظ جاری تھے: ائی تو نے مجھ سے برا وعدہ فرمایا ہے۔ آج پورا کر۔ گوشت عورت کے خوالے کے عالم میں، وہ وہاں کہ چل ائی توں سے گر جاتی ہے۔ کبھی جب وہیں ہیں وہ طرفوں کہ ہے وہیں ائی کہ یہ چند یا ایک آیتوں کو کئی تو حید کو نام لینے اور قیامت تک نہ گ۔

اس سہ قراری پر جان لکھوں اور کھٹے آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کی

ہم رہائی العین۔ ہر ایک باوجود اس کی عبادت سے ہے کہ وہ
کی راہ میں لڑ رہا تھا اور منکر تھا۔ یہ منکر عیب منکر تھا اتنی بڑی
ست صرف چند آدمیوں پر منحصر تھی۔ جیسے میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم
میں حضور کی حالت طاری تھی وہ نوری دست مقدس آسمان کی طرف
میں مبارک پر یہ لفظ جاری تھے۔ اٹھیں تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے
بے غم وہی کے عالم میں رہا وہ مبارک وہی اقدس سے گر جاتا ہے۔
مرضی کر رہے ہیں اٹھیں کہ چند جانیں آج فنا ہو گئیں تو تیرا نام لینے
والا اقامت تک نہ رہے۔

جہاں ٹا۔ اس کو رقت آملی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

کو بھال کے لوگوں کا دعویٰ تھا آگے یا جانکی حضرت عمرؓ کا کلام اس کے مقابلہ کو نکلا اور فرمایا۔
 حقہ جو مردانہ فطرت اور عقل کے حصہ سے ملتی ہے ہم تو سب سے پہلے وہی بھائی اور جیسے کو
 لے کر میدان میں آؤ۔ عرب کا دستور تھا کہ ہمسہ لوگ کوئی امتیازی نشان لگا کر میدان میں
 ہاتے تھے۔ حقہ کے بیون پر شعر مرثیہ کے پڑتے۔ حضرت مولیٰ حضرت معاذ حضرت عبداللہ
 ابن عباس رضی اللہ عنہم مقابلہ کو نکلے قریب نے ہا ہا سب پوچھا سب اسے معلوم ہوا کہ انصار ہیں
 تو حقہ نے کہا کہ تم کہتے ہو عرض نہیں بلکہ حضورؐ کی طرف خطاب کر کے پکارنا کہ یہ لوگ
 انصار سے جوڑ کے نہیں بعض کتب اہل بیت کے علماء میں سے بتا رہا ہے کہ یہ جناب عرض
 اہل انصاریت تھے بلکہ قرآن مجید میں ان کا نام نہیں ہے مگر یہ قرآن مجید سے ہے جس نے
 پائی ہے یہ فضیلت و اعلیٰ القادس کے کلمات لے آئے انصار کو پوچھا کہ تم کھڑے کھڑے حضرت
 عمرؓ و حضرت عبیدہؓ حضرت علیؓ میدان میں آئے ان حضرات کے چہروں پر خطاب تھے حقہ نے
 پوچھا تم کون ہو سب نے ہا ہا سب قاتلے قاتلے کہا ہاں اب ہمارا جواز ہے۔

حقہ حضرت حمزہؓ رضی اللہ عنہ سے ولیہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے مقابل ہو گیا۔ علیؓ
 و اس میں انہوں نے مارے گئے مگر حقہ کے بھائی شیر نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا۔ حضرت علیؓ رضی
 اللہ عنہ نے یہ جرح کر نیہ ہوئی کہ وہ حضرت عبیدہؓ کو کھدے پر اتھا کر دیا۔ ہر شاہی میں کھلیا۔
 حضرت عبیدہؓ نے حضورؐ کی خدمت سے پوچھا کیا میں اسے شہادت سے کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا
 لے کر آیا پس تم شہید ہو۔ حضرت عبیدہؓ عرض کر کے گئے قرآن و احادیث سے تو تسلیم
 کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

وَنَسْلَمُهُ حَتَّى نَضْرُغَ حَوْلَهُ وَنُلْعَلُ مِنْ أَيْدِيهِمُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 "ہم اپنے پیارے محمدؐ کی خدمت سے لے کر آؤں گے اور ان کے ہاتھوں سے ان کے پیسے ہوں گے
 گروہ کر رہا ہوں اور ہم اپنے پیارے محمدؐ کی خدمت سے لے کر آؤں گے۔"

سورۃ الاحزاب کا چوتھا عرصہ دوسرے دنوں تک اس میں آدھا حصہ سے نکلا اور پھر
 اس میں وہ کرل جس حضرت علیؓ و اس کے مقابلہ کو لگے اور چنانچہ اس کی طرف سے بھی تحریر آئی
 جس کے تحت ہے تاکہ تم کو اس میں رہائی دے دے میں پڑ کر رہا ہوں۔ ہر جگہ اس میں

ہوئی تھی کہ حضرت زہیر نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر گھنٹی تو بڑی مشکل سے لگی اور دونوں
سواروں نے گھنٹیں اس پر بھی کھینچیں مگر حضور ﷺ نے حضرت زہیر سے لے کر یادگار میں رکھا۔ خلیفہ
ابوبکر کے عہد تک یہ یادگار میں رہی بعد میں حضرت عبداللہ بن زہیر کے پاس آ گئی۔

حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم اٹھائے شانہ پر جو زخم آیا تھا
اتنا گہرا تھا کہ جیسے ہو جانے پر اس میں اٹھی چلی جاتی تھی۔ مروہ آپ کے صاحبزادے بچپن
میں اس زخموں سے تھپلا کرتے تھے۔ جس تلوار سے آپ لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے گر گئی
تھی۔ پنا نجد حبیب اللہ انت زہیر شہید ہوئے تو عبدالملک نے مروہ سے کہا تو زہیر کی تلوار
بچان لے گا اس سے کہا ہاں۔ عبدالملک نے پوچھا کیونکر۔ مروہ ابدر کے معرکہ میں اس میں
اندازے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے تصدیق کی اور یہ مصرع پڑھا۔

بہن فلول من قراع الکتاب

عبدالملک نے وہ تلوار مروہ کو دے دی اس نے اس کی قیمت کرائی تو تین ہزار ہوئی
بقیہ پر چاندی کا کام تھا۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے
اور جان و مال اسلام صرف خدا کی قوت کا سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ ابو جہل کی شرارت اور
رحمن اسلام کا عام چہرہ تھا۔ اس بناء پر انصار میں سے معوذہ و معاذوہ بھائیوں نے عہد کیا تھا
کہ یہ شقی جہاں نخر آ جائے گا یا اس کو مٹا کر چین لیں گے یا مٹ جائیں گے۔ حضرت
عبدالرحمن بن عوف لڑتے ہیں کہ میری صف میں میرے واسطے بائیں او نوخیز لڑ کے نظر
آئے اور انہوں نے کان میں مجھ سے پوچھا کہ ابو جہل کہاں ہے میں نے کہا برادر زادہ
ابو جہل کو پاؤں پر کیا کہو گے۔ بولے ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جہاں اسے دیکھ لیں گے
تو اسے مار دیں گے یا لوٹ کر جہاں ہیں گے میں نے اشارے سے بتایا کہ ابو جہل وہ ہے۔ پس
یہ اشارہ کرنا تھا کہ بازو کی طرح دونوں چپتے اور میری نخر پڑی تو میں نے دیکھا
الاف مال کی جگہ۔ یہ دونوں اٹھائے بچے معرکہ کو نہال تھے۔ مگر مرنے جب اپنے بہادر
اپنی بہت دھمکی عقب سے آیا اور حضرت معاذ کے ہاتھیں شانہ پر لگی تلوار ماری کہ
وہ آگت گیا صرف اسے نہ لگا۔ معاذ نے مگر کا قاتل کیا تو وہ بھی لڑ گیا۔ حضرت معاذ

اسی حالت میں لڑ رہے تھے۔ لیکن ہاتھ لٹکے سے رحمت الہی قہر حضور علیہ السلام کے دربار میں آئے ہاتھ دکھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی جگہ گار دیا ہاتھ بالکل بندہ سے ہو گیا۔ مختصر یہ کہ عقبہ سالار لشکر اور ابو جہل کے مارے جانے سے قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا۔ اور مدینہ میں بے دلی سی پھیل کر بزدلی چھا گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ آئے گا تو یہ اس کی جان کے محافظ ہوں گے بدر میں اس غیبت سے اللہ م لینے کا ترپ ہو قع تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار خاص ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے پایا کہ یہ نفاق کر نکل جائے۔ بلکہ اسے لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق سے حضرت جلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا انصار کو خبر کر دی نوراللوگ لوٹ پڑے حضرت عبدالرحمن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا مسلمانوں نے اس کو قتل کر ڈالا مگر امیہ کی طرف سے چر بھی ہے پروا نہ ہوئے آخرش حضرت عبدالرحمن نے اسے لٹا دیا یہ لیت گیا تو مسلمان اس پر چھا گئے۔ حضرت عبدالرحمن اس کے سپر بن گئے۔ اس کے اوپر لٹ گئے۔ لیکن لوگوں نے حضرت عبدالرحمن کے پیروں میں سے ہاتھ ڈال کر اس کو اصل جہنم کر ڈالا اس کشاکش میں حضرت عبدالرحمن کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہو گئی اور مدتوں تک اس زخم کا نشان قائم رہا۔

اب جنگ بدر میں قریش کے جو دم غم تھے وہ آخری سالس تو لڑ رہے تھے۔ ابو جہل۔ عقبہ وغیرہ کے قتل کے بعد قریش نے ہتھیار ڈال دیے اور مسلمانوں نے ان کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، عقیل رضی اللہ عنہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے نوفل، اسد بن عامر، عبداللہ بن زعد اور بہت سے بڑے بڑے معززین قریش گرفتار ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گرفتاریوں کے بعد حکم دیا کہ کوئی خبر نہ لے کہ ابو جہل کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جا کر لاشوں کو دیکھا تو زمینوں میں چڑا ہوا نظر آیا کہ وہ لڑا ہوا تھا۔ آپ نے یہ چھاننا اور جھیل ہے۔ اس نے کہا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو پھر

کی کیا بات ہے۔ اور جہل نے ایک دفعہ آپ کو لہجہ بار اٹھا اس کے انتقام میں آپ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور جہل بچنے لگا اور بکریاں چرانے والے اور کچھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور حضور ﷺ کے قدموں میں لا کر اٹھا دیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف یہود و نصاریٰ ہیید ہوتے ہیں میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار ہیں۔ اور دوسری طرف شیاعان یا سوادہ سے گئے اور شیبہ و عقبہ الا جملہ انہما لکفری و ذمہ بنی الاسود، عاص بن ایشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن الجراح جیسے مایہ ناز مشرکین و اصل جنم ہوئے۔ مکر یا سحر آونی کل اور اسی قدر قید ہوئے۔ اسیران جنگ میں سے بھی۔ حضرت ابرہہ اس وقت کو اٹل کیا کیا پالی تھدی مدینہ میں لائے گئے۔

اس جنگ میں دیکھا ہے کہ مسلمان عین نہ خیر و بری ہوئے ان کے ہاں سامان حرب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمان فوج میں صرف دو گھوڑے اور مہمو کی تھی۔ تھے۔

قریش کے اعدائے کرام کے کہ تم سب ایک پروردگار پر ایمان لائے ہو اور سب ایک صوبہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی رح اسلام ہوئی مخلوق تھی۔ اسی لیے تو تمام قہم و مرہلہ نے فرمایا و مسل بلوا "ہذا کی سرزمین سے بچو"۔ کہ یہ سب ایک ہی راہدار ہوتے لے کس ایمان سے کیا کہ اسباب قہر کے اعتبار سے نہ مایہ حرب و نصرت ہی تھی کہ مقابلہ کے قابل نہ تھے۔ اور اسی وجہ میں تمام قہم و مرہلہ نے فرمایا و مسل بلوا۔ اس صوبہ ہاشمی کی شان تو کل استقامت رکھتا تھا و ابیری تھی اور میدان بدر سے بڑھا آئے لڑنا سب چلے و مسل اعداء اور جنگ کے معرکہ سے بچو "اگرچہ طوالت دشمنوں مایہ ہے کہ اب ہم تفصیلی بحث پر متوجہ کریں۔ لیکن دل نہیں مانگتا، ہر اس جس طرح ہم نے بدر کے واقعہ کو اول عامہ طریقہ سے دیکھ دیکھ کر بھی غفلت کر کے ہر تفصیل سے عرض کیا اس طرح و اعداء کو بھی اول عامہ طریقہ سے عرض کر کے ہر تفصیل پر ہر جہت و ہشی میں عرض کریں گے۔ قصہ قرآن اعداء و مسل اعداء احد حصص۔ یہ مدینہ کے قریب ایک موضع ہے جو کل لہجہ ہے۔

اللہ کا قصہ یہ ہے کہ سب ہر میں قریش پر نزول ہوا اور ان کے جہ سے بڑے

پسور عناد چل کر پے گئے تو ایک بار پھر اجتماع ہوا اور حضور ﷺ کے عقائد کی رائے پاس ہوئی اور بہت سے قبائل ایک آواز پر مطیع قرآن ہو گئے۔ حتیٰ کہ تمیں ہزار کی بہیرت ہی گئی اور انہوں نے اپنے آنے کی خبر حضور ﷺ کو پہنچا دی۔ چنانچہ جس کے وہ حضور ﷺ نے ہاں نثار ان اسلام کو تیاری کا خطبہ پڑھا اور فرمایا:

ایھا الناس انی وابت فی مناسی بطرا بنحر ورابت کثانی طی دوع حصیة ورابت کثان سیفی القضم ورابت کثانی مردف کثنا فاولت القفر بطرم من صحنای بطلون واما الذریع الحظیة فالملیة واولت القضم سیفی بنیہ وحبسی فی طس واما الذککش فککش کبکة القوم فککشہا اللہ تعالیٰ۔

”تو کو امیں نے خواب میں گائے ادا ہوئی دیکھی اور دیکھا کہ گویا میں ایک مختصر دور میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ میری قوم میں دعا لے چکے ہیں۔ اور دیکھا کہ میں مردف کثانی ہوں تو گائے کی قربانی سے میں نے تعمیر لی کہ میرے صحابہ میں سے کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ شہید ہوں گے اور زور و قہم سے میں نے مدینہ مراد لیا۔ اور تو کو امیں دعا لے چکے ہیں۔ میں نے تعمیر لی کہ کچھ تکلیف مجھے کہی پہنچی گی اور مردف کثانی سے یہ تعمیر لی کہ لشکر کنار کو انشاء اللہ ہم قتل کریں گے۔“

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے قیام پر کثرت دے دی مگر جان نثاران اسلام نے عرض کی کہ حضور ﷺ کو شکر ہے۔ اے پیغمبر اور دشمن سے ہم مقابلہ کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مدینہ کے ان صحابہ سے رہائش مانگ لی، جب اتفاقاً جماعت ہو تو مشرکین بھاگ چکے اور لوگ ماں غنیمت کی طرف ملتے ہو گئے۔ اس فطرت میں کفار پھر جمع ہوئے اور مسلمانوں پر جہل بول دیا اس وقت کچھ صحابہ شہید ہوئے اور حضور ﷺ کو بھی ضرب آنی اور اس میں علم اللہ کے اندر بہت سے تختیں تھیں۔ آگے فصول آتے ہیں فصول جمع فصل کی ہے۔ یعنی موسم و درخت بمعنی ہاک ہے۔ یعنی وہ زمانہ کفار کے لیے ہاک کا زمانہ تھا۔ اللہ ہی ہم تحفظی ہے وہاں ہر جہت میں آفت مغیرا ہے اور وہم و غم میں اس مرض کہ کہتے ہیں شہداء عام کہا جا سکتا ہے اس پر قرآن کریم نے فرمایا:

عالمی ہستیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو مقررہ اصول و ضوابط مقرر فرمائے ہیں۔

فردوسِ ثقیلی، رنگ میں، عرب میں ایک شخص کا قتل کرنا ایک عیسائی سلسلہ جیسے ریاضا جو بیکروں میں ایک قسم کی ہو سکتا تھا۔ طریقوں میں سے جس کو شکست ہوئی وہ انتقام کو ایسا فرض مقرر کیا جس کے عدلیہ بغیر اس کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی۔

بدھ مت کے حوالہ سے دیکھیں گے جو قریش کے مابین تار و جود تھے اس بنا پر تمام کہ جو ان کے لئے قریش کا کاروان تجارت جو جنگ بدھ کے زمانے میں قطع کثیر کے ساتھ تمام سے ان کا تعلق اس کا اس المال و حصہ داروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن اس طرح اس کے خلاف ممنوع تھا۔

قریش کے لئے یہ سب سے بڑا نقص تھا کہ ان کے لئے انتقام نے پھر متحرک کیا۔ ابو جہل کا یہاں پر دوسروں کے لئے اور اقرباء میں قتل ہو چکے تھے وہ سب قتل ہوئے اور ابوسفیان کے یہاں جا کر کیا کہ محمد ﷺ نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا اب انتقام لیے بغیر ہماری زندگی فاضل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کادوان شامی کی تجارت کا منافع جو جمع ہے وہ تمام کا تمام اس کام میں صرف کر دیا جائے گا۔ مسلمانوں کو کم از کم بتا دیا جائے کہ جو انتقام اس کو کہتے ہیں۔

اس درخواست کو شرفِ صفوی حاصل ہو گیا۔ مگر اسے پاس کر لینے کے ساتھ یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ مسلمانوں میں کس جذبہ کا وجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ جب میں جس سامان سے وہ لگے تھے وہ مسلمانوں کے مقابلہ کو کافی نہ تھا۔ ہر ملک میں کسی تحریک کا احساس پیدا کرنے کے لیے خاص طریقہ ہوتا ہے۔ عرب میں جو پھیلائے کے لیے اور دلوں کو گمراہ کرنے کے لیے سب سے بڑا آلہ شعلہ کا تھا۔

مرد کی اس فنی کے سوا دوسروں میں مانا جاتا تھا۔ دوسرا مسدق شاعر نامور تھا۔ عمر جمعی فرمایا کہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا مگر حضور ﷺ نے باقتضائے محرم اسے رہا کر دیا تھا۔ یہ اور دوسرا مسدق وہاں تک کہ اس کے قتل پر قریش میں یہی قتل بیانی سے سب آگ لگ آئے۔

ازدلی کے میدان میں بہت قدامی اور جوش جنگ کا پتہ دار ہے۔ لہذا ان میں جرم یا جرموں کا میدان میں لگانا تھا۔ جب دیو یاں یا لہوا میں جوشوں کے گے۔ جوش چلتی ہوئی اور سکھاتے گزرتے تھے تو عرب جانوں کی کھیل جاتے اس موقع پر ایسی دیو یاں یا لہوا تھیں کہ بہت سی تھیں جو جنگ پھر میں اپنی اولادیں قتل کر دیاں تھیں انھوں نے اس طرح کے میں خاص حصہ لیا اور سنت مائی کہ اولاد کے قاتلوں کے خون پی کر دم لیں گی۔ جب فرما جس جہاں تھیں تو حضور انھوں کی دیو یاں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔ قاتل کو کرب دیو یاں یہ تھیں جو جہاں میں میدان کے جوش بڑھانے کو میدان میں ساتھ آئیں۔

بندہ عقب کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی بیوی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیوی۔ زینب رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیوی۔ خناس، حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ۔

حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے حضور کے باپ شہید ہوئے تھے اور انھیں ہی معظم کا پتہ بھی آپ ہی کے ہاتھوں دیا گیا تھا۔ اس کا وہ چہرہ ہے جس نے انھیں کو جو ان کے تمام اور مرید اندازی کے ماہر تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آؤ اور کیا۔ اور یہ افراد جو ان کے صلہ میں وہ آؤ کر دیے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کو اسلام چھوٹے لیکن ابھی تک کہ میں متیم تھے۔ انہوں نے ان تمام حالات کو محض کچھ کر ایک مجرور قاصد کے ذریعہ حضور رضی اللہ عنہ تک پہنچایا اور قاصد کو بیکار کی کہتے تھے کہ میں نے یہ بھی جانتا۔

حضور رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع پہنچی تو حضور نے 5 سال کی جوتو اور کمر راس اس لہر میں بھیجے وہ خبر لائے کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا اور چاکا مدینہ سے عریض تھے ہیں ان کے گھوڑوں نے صاف کر دی ہے۔ حضور رضی اللہ عنہ نے جواب میں مدد کو بھیجا کہ ان کی تعداد کا جائزہ لائیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر گنج تحفہ سے اطلاع دی۔ یہ کہ شہر میں صاف خطرہ تھا اس لیے کہ بڑی کر رہی تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ انھیں لاکر تمام شب مسجد نبوی کے دروازہ کا پیرہا پہنے رہے۔ صبح حضور رضی اللہ عنہ نے صوبہ سے حضور کو بلا کر ان کے انصار نے لائے ان کے ہاتھوں میں بھی ان کی ہاتھوں میں

تھیں کیا کیا اور عہد کیا کیا کر لائی فتح اور ہارے یا نہ اور صورت میں اپنا جگہ سے نہ تھیں
حضرت عبداللہ بن مسعود ان میرا خداوں کے اطر مقرر ہوئے۔ قرآن کو ہر دو ہفتہ
اس لیے انہوں نے نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔

میں نے یہ خانہ بنو ولید کو لکھا کہ سر و سرکہ کو دیا جو پہلا جمل کا پہلا تھا اور اس کا سر و سرکہ
اور اس کی کتاب میں تھا۔ میرا خداوں کے دستے الگ تھے اس کا اطر عبداللہ بن مسعود
تھا۔ طبرہ اور حو کو لکھا اور سحر کے کو لکھا کہ میں تھے جو وقت ضرورت کام میں آئے کہ
کئے تھے۔ سب سے پہلا جمل رنگہ لکھنے کی جو اسے قرآن میں قرآن یاد ہے یوں کا ایک گروہ
ہو گیا ہے یہاں لکھا گیا ہے اور اس میں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے
اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے

نحوہ سات طارق نشی علی التمارق

لہ لفظوا لعلوا لو لفظوا لفظوا

اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے
اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے

اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے
اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے

اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے
اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے

اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے

عبداللہ والے حاسین ملک و یاد شیریں اس کے ٹوب ہاتھ مارا۔ "جن کڑک کر قتل ملک
حضرت شیر خدا کی طرف چھٹا اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

ای علی اعلی اللواء حلفا ان نضرب الصعداء لو لندنا
"ظہر دار کا فرض ہے کہ نیزہ خون میں رنگ اسے پاؤں دھرا کر ٹوٹ جائے کہ اس
کے مقابل کو حضرت حمزہ علیہ السلام پر ایسی تھوڑ ماری کہ گم رنگ از آلی ساتھ ہی ان کی
زبان سے نکلے کہ میں ساقی کائنات کا پیو ہوں۔ اس کے بعد نام جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت
حمزہ حضرت علیؑ اور ہانڈہوں میں گھسی گئے اور صفیں کی صفیں صاف کر دیں۔

حضرت امیرؑ۔ عرب کے مشہور پہلوان تھے حضور ﷺ نے دست مبارک میں تلوار
لے کر فرمایا میں تلوار کا حق کون ہوں اگر تھے اس معرکت کے لیے بہت سے ہاتھ بٹے۔
مگر یہ تلوار حضرت ابو دجانہ کے نصیب میں تھا۔ اس غیر متوقع عزت نے انہیں فخر و مہمانی
کے مظاہر ہو چکے تھے کہ ایک سر پر سرخ و سیاہ ہاتھ مبارک دشمن کے مقابل آتے دیکھتے ہوئے
خون سے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ چال خدا کو ہر ہند ہے مگر اس وقت ہند ہے۔
ابو دجانہ جو کچھ لڑنے کے لاشوں پر آئے گرتے چمٹے چمٹے جاتے تھے یہاں کہہ دیا کہ
گیا اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھائی کہ حضور ﷺ کی عطا کی ہوئی تلوار اس قابل نہیں کہ
عورت پر آزمائی جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ بٹے جاتے تھے اور اس طرف بڑھتے، ان کی صفیں صاف
ہو جاتیں کہ ایک سیاح حبشی سامنے آ گیا آپ نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ اٹھانے کے لیے کہا گیا
ہو گا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار ماری کہ وہ خاک پر اور قہر حلی خدا ایک لحاظ میں خیر بن عظیم
کے آقا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیں تو آقا کو روک دے ہائیں گے۔
حضرت حمزہ کی تاک میں لگے، اتفاق سے حضرت حمزہ یہاں سے گزرے تو اس نے ایک
لکڑی مالا لکڑی سے کہنے میں لادیں جسٹھوں کا خاص ٹھیکہ ہے، پھینک کر مارا جو آپ کی
انف مبارک پر لگا اور پار ہو گیا آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لاکڑی اگر گرسے اور اس
ٹھیکوں کی طرف بھٹک کر رہی۔

کاٹروں کے طہرہ دلا کر قتل ہوتے جاتے تھے مہرم کرنے نہیں دیتے تھے۔ یہ طہرہ دہ گرجا کا دوسرا ایوان تھا۔ جہاں مہرم کو ہاتھ میں لے لیتا۔ ایک شخص نے جس کا نام صواب تھا وہ مہرم کو ہاتھ میں لیا تو کسی نے جہاں گھر سے دور سے تھوڑی داری کے دروازے ہاتھ کٹ کر باہر نکلا۔ اسی آدمی کو اپنی آنکھوں دیکھتے خاک میں ملتا گوہر ان تھا۔ مہرم کے کرنے کے ساتھ بیوہ کے دل زمین پر گرے۔ اور مہرم سے ادا کیا اور اس حالت میں یہ کچھ سمجھا دیا گیا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

ابہ علم پر لگ جاک میں پانچ سو شرکیوں کے ہاتھ لگ چکے تھے کہ ایک بڑی عورت
 نے صحت پروردگار کی دعا میں اس نے علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر ہر طرف سے قریش
 قرار دیا۔ پھر من آئے انھارے دوے پاؤں جم گئے۔

۱۰۔ عالم کفار کی طرف سے فرمایا تھا کہ اس کے بیٹے حضرت خضرؑ اسلام لے چکے تھے۔ انہوں نے خضرؑ کو دیکھ کر ہاپ کے مقابلہ میں جانے کی اجازت مانگی۔ خضرؑ نے فرمایا کہ یہ تمہارا لڑکا ہے۔ ہاپ پر کھڑا ہوا۔ حضرت خضرؑ نے کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کیا۔ قریب تھا کہ ان کی گمراہ اور سفیان کا لیصل کر دے کہ لائن پہلو سے شہر میں داخل ہوئے۔ ہجرت کر دی کے بعد کچھ عرصہ حضرت خضرؑ کو حبشہ لے کر آیا گیا۔ لیکن تک مسلمانوں کی طرف بھاڑی تھا۔ علمبرداروں کے گٹھ جو حضرت علیؑ پر مبنی تھے اور ہاتھ کے سپہ سالار مسلمانوں سے فوج کے پاؤں اکٹرا گئے تھے۔ یہاں تک کہ میں ہزاروں سے لاکھوں کو بھاری تھیں۔ ۶۱۰ء سے پہلے نہیں مطلقاً سال بدلے گا۔ مسلمانوں نے لوٹ فرما کر دلی یہودیہ کر تیرے انداز جو پیش پر مقرر کیے گئے تھے، ابھی قبیلہ کی طرف تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے بہت دیر کاغیر وہ نہ رک سکے۔ تیج اعلان کی جگہ نماز
انج کر خالد نے عقب سے حملہ کیا۔ عبداللہ بن عمر چھو جان پڑاں کے ساتھ قہقہہ کر کے مارا
سب کے سب شہید ہو گئے۔ اس راستہ میں ایک شخص خالد کے سواروں کے دست کے ساتھ
نہایت بے چارگی سے مل گیا تو اس نے اسے میں مصروف تھے۔ حوکر اور ایک تو کھڑے ہو کر رہے۔
چنانچہ دعائی میں یہ دونوں بھی اس طرح ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے مسلمان کے ہاتھ سے مسلمان

ہرے گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت رضی اللہ عنہ سے صورتاً مشابہ تھے اور علم پر اور فکر بھی تھے ان قلیہ نے انہیں شہید کر کے قتل کیا کہ حضور ﷺ نے شہادت پائی اس آواز سے مسلمانوں میں عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے بدحواسی میں آگلی صفیں پچھلی صفوں پر نوٹ پڑیں اور دست دشمن کی تمیز نہ رہی۔

حضرت حذیفہ کے والد یحیٰ بن یحییٰ اس کشمکش میں آ گئے اور ان پر تلوار برس پڑی۔ حضرت حذیفہ جلاتے رہے کہ یہ میرے والد ہیں لیکن کون سنا آخرش وہ شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ بن یحییٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے میں فرمایا مسلمانو! خدا تم کو بخش دے حضور ﷺ نے سزا کر ملاحظہ کیا تو صرف گیارہ جان نثار یہیلو میں حاضر ہیں۔ جن میں سے جناب علی مرتضیٰ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابو جہل، حضرت طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام انکھیں معلوم ہیں۔ صحیح بخاری شریف کی روایت میں تو صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد کا نام ذکر ہے۔

اس ہلچل اور اضطراب میں اکثر نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ لیکن جاہل زاول کا بھی زور نہ گیا تھا جو جہاں تھا وہیں گھر کر رہ گیا تھا۔ حضور ﷺ کو کسی کا پتا نہ تھا کہ کون کہاں اور کدھر ہے۔ صرف ایک شیر خدا رضی اللہ عنہ انہوں کی صفیں اٹھتے تلوار چلاتے نظر آ رہے تھے اور حضور ﷺ کی تلاش میں تھے کہ کبہ مقصود کیسے نظر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ابن عمرؓ لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماہوس ہونے پر غصہ پھینک دیا ہے۔ آپ نے کہا عمر یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ نے بحالت یاس فرمایا کہ اب لاؤ کیا کریں گے میرے حضور ﷺ نے شہادت پائی اب ہمارا جینا بھٹ ہے۔ ابن عمرؓ نے کہا بھٹ بھٹ ہم ان کے بعد نہ وہ کر کیا کریں گے۔ اور نوح میں تمسک کر لائے۔ لڑتے آؤ شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد اہل مہارک دیکھی تو اسی سے زیادہ تیرہ تلوار اور نیزہ لے گئے۔ اہل بیچان بھی نہ سکا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ آپ کی بیمن نے اٹلی دیکھ کر پھپھانا۔ یہاں شہادت نامی ہمارے لڑتے جاتے تھے۔ مگر کافروں نے سرور عالم ﷺ کو احمق نہ رہی تھیں۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی چہرہ اقدس پر منظر تھا صرف
 آنکھیں نظر آتی تھیں کعب نے پچھانا اور پکارا مسلمانو! حضور ﷺ یہ جلوہ فرما ہیں۔ اس آواز
 نے مردہ دلوں میں تازہ جان ڈال دی۔ ہر طرف سے جان نثار پروانوں کی طرح اس شمع
 نبوت پر ٹوٹ پڑے۔ کعب نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اس صلیب پر زور دیا دل کا دل جھوم کر
 کے بڑھتا تھا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک لمحہ جھوم ہوا تو
 حضور ﷺ نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری لے کر
 اس قدم سے ادا کو بڑھے اور ایک ایک نے جاہازی سے لڑا کر ہاتھیں قدامت کر دیں۔
 حضرت زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا لاش قریب
 لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان
 دے دی۔

بچہ ناز رفتہ باشدز جہاں نیاز مندے
 کہ بوقت جان سپردن برش رسیدہ باشی
 بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
 خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک بہادر مسلمان ایک طرف کھڑا ہوا کچھ دیر کھارم تھا اس نے کچھ سوچا اور بڑھ کر
 پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں
 رہو۔ یہ نہایت سیوا حاصل جہنم کے اور پھر شہید ہو گیا۔

لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ
 دے دی۔

بچہ ناز رفتہ باشدز جہاں نیاز مندے
 کہ بوقت جان سپردن برش رسیدہ باشی
 بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
 خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یا اور اسی حالت میں جان

اس نے کچھ سوچا اور بڑھ کر

فرمایا تم میں سے کونسا آپ ﷺ کی طرف سے "عزیز و عزیز" ہے۔

ابو بکر نے کہا اے رسول اللہ ﷺ! میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا مالک نہیں"۔ ابو بکر نے کہا آج کا دن ہمارے دن کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا مالک نہیں"۔ ابو بکر نے کہا آج کا دن ہمارے دن کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا مالک نہیں"۔ ابو بکر نے کہا آج کا دن ہمارے دن کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا مالک نہیں"۔ ابو بکر نے کہا آج کا دن ہمارے دن کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا مالک نہیں"۔ ابو بکر نے کہا آج کا دن ہمارے دن کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔

میدان میں اتر کر دف بجا بجا کر لوگوں کو سوا اللہ اپنی طرف متوجہ کریں اور مرنے مارنے پر از خود وقت بنادیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں انہیں کو پانی پلانے کے لیے آئیں۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ اپنے بچے جانے لے سکے بھر بھر کر لاتی تھیں اور زمینوں کو پانی پلاتی تھیں۔ یہ ائمہ عالم پر وہ کے قانون سے پہلے کا ہے۔ میں اس وقت جب کہ کفار کا حمل ہو چکا تھا۔ در حضور ﷺ کے ساتھ صرف پانچ چار نامہ لگے تھے۔ حضرت ام ایوب و حضور ﷺ کی خدمت میں کھجوریں لے کر آیا تھا پیر کر دیا۔ کفار جب آپ پر چڑھتے تھے۔ تو تیرہ و توار سے مدد کرتی تھیں۔ اس لیے وہ بڑا ہوا حضور ﷺ کے پاس آئی کیا تو حضرت ام ایوب نے جو کچھ کر دیا۔ آپ کے کندھے پر زخم آ پادار مگر اغار پڑ گیا آپ نے بھی تم کو دیا میری عمر وہ بڑی زور دیتے ہوئے تھا مگر نہ ہوئی۔

حضرت عتبہؓ، عتبہؓ، حضرت عمرؓ کی کھلت کی طرح سن کر وہ سے تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بچا کر فرمایا کہ مراد رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھئے پائیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا پیام پہنچایا۔ یونسؓ میں اپنے بھائی کا نام اس جلی ہوں۔ مگر مجھے خدا کی راہ میں اس کا قصہ نہیں۔ میں نے اس کا قصہ نہیں سنا وہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی۔ حضور ﷺ نے اپنی لاش پر کھیں ان کا ہوش تھا۔ عزیز بھائی کے قتل کے کھڑے ہوئے پھر ان کو آسروں میں لے کر لے گئے تھے۔ **یَا اَبَا سَلَمَةَ اِنَّا اَلَيْهِ نَرْجِعُونَ** کہہ کر پھوپھو ہیں۔ پھر ماہِ شہادت کر کے چلی آئیں۔ ان سے نہ قال۔

انصار میں سے ایک خلیل کے باپ بھائی شوہر سب اس معرکہ میں مارے گئے تھے۔ بھائی بھائی تین ختمہ عاتقوں کی صدا اس کے کان میں بچتی۔ لیکن وہ بھائی یہ پہنچتی تھیں۔ جو سے حسرت کیے ہیں۔

وہ سے سب آئے سبہ انجام پھر لے گئے صبا بھائی تا کہیں طبعیت ہے محمد کی لوگوں نے کہا حضور ﷺ بچے ہیں۔ یہ پاس آئیں پیرا اور دیکھ کر سب اختیار لے لیا۔ کل مصیبت بعد کے حلال۔ "اس کا حیرت ہے سب سے کھینچا جاتا تھا۔"

میں بھی لودہ باپ بھی شوہر بھی بھائی بھی خدا
اے شہ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم
رہیں وہ جن سے کہ دونوں جہان کی رونق ہے
ہمارا کیا ہے میاں ہم رہے رہے نہ رہے

فکر اسلام سے متاثر آدمی حریف ہو گئے۔ جن میں نہاد و ترافضاء تھے لیکن مسلمانوں کے افکار کا یہ حال تھا کہ انکا کینہ انکی نہ تھا کہ شہداء کی پرہیزگاری ہو سکتی۔ معصوم بن امیر ایک صحابی تھے ان کا پاؤں چھوڑا ہوتا تو ہر کھل جاتا۔ اور سر اٹھاتا جاتا تو پاؤں کھل جاتا۔ آخر پاؤں الٹ کر لی کہاں سے چھو اے گئے۔ یہ دیکھ کر انکا منظر تھا کہ بعد ازاں یہ واقعہ دہرایا جاتا تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔

شہداء کے لئے اسی طرح غنائ میں شمولیت ہوئے۔ وہ دعا کرنا ایک قہر میں تھے کیے
 تھے۔ جس کو قرآن شریف اور پادشاهوں کو مقدم کیا جاتا۔ ان شہداء پر لڑتا رہتا رہا اسی وقت
 تک کہ جی میں گئی۔ انھوں نے اس کے بعد وفات سے ایک دو برس پہلے جب آپ دھر سے گئے
 تو یہ اختیار وقت مل گیا۔ اسی طرح آپ کے بعد وفات فرمائے۔ جیسے کوئی امتداد
 اور مردوں سے نصرت ہو رہا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک خط لیا کہ مسئلہ اتمام
 سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر شرک میں جاؤ گے۔ لیکن یہ یاد ہے کہ تم دین میں تہمتیں دے رہے ہو۔

دلوں کو بھی ایک میدان سے ایک چوک میں تو مسلمان دلوں سے یاد تھے تاہم یہ
قبائل کر کے کی ہوسٹین مسلمانوں کو مقرب کر کے بار بار حملات کرتے اور آپ ﷺ نے
مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون ان کا مقابلہ کرے گا۔ خواجہ
آدمیوں کی ایک جماعت اس ہم کے لیے تیار ہو گئی۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنا و حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لڑائی جیتی۔

ایک سلیکٹن اسٹوڈنٹ سے یہاں ہوا کہ جب وہ چاہے گا تو اسے فیکلٹی آپ کا کام بتا دیں۔
کیا یہ حضور ﷺ کو پہلے ہی یہ علم تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے اس شخص کو روک دیا تھا کہ کالی
والوں سے ملنے نہ جائے۔ پھر وہ اس شخص کو روک دیا کہ اس سے 8 میل پہلے ٹھہر جائے تاکہ اس کے قریب نہ آئے۔

اس بات تک ایمان تو نہیں لایا تھا لیکن وہ پورا اسلام کا طرفدار تھا۔ اس کا نہیں مسجد
نزدیکی گشت کی خبریں کر سکتے تھے۔ یہی بات کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں چاکر اور سلطان سے
ملاقات کے لیے اجازت دے دیا گیا۔ بعد ازاں انہیں ایک کمرہ دیا گیا اور انہیں اس کمرہ
میں آجائے۔ یہاں ان کا استقبال کیا گیا۔

غرض اس میں وہ بھی گیا۔ اس واقعہ کو مؤرخین نے ایک طے شدہ قزوین کا نام
لگا دیا ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ جسے صاحب عطر اور وہ نے
نقل کیا ہے۔ اس کے بعد **عبداللہ بن عباس** نے **عبداللہ بن عباس** کے لیے کاہن کا سنگ
انسانی اعدائے نوادہ و شانی اقدس پر اور رخصت مبارک پر بھی زخم آیا۔ اس وقت حضور
ﷺ کی آنکھیں پانی سے **اللهم اهد قومی فانہم لا یعلمون**۔

اور کیا حکم ہے **یَا قَوْمِ کُفُّوا عَنِ الصَّلَاحِ** ہو پھر بھی ایذا شکر کے روا دار نہیں!
مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک حبیب الخلق کلہم
الْمُطِیْرُ الْبَیْضُ خَضِرًا بَعْدَ قَاوِرٍ ذُو
مِنَ الْعِدَى کُلِّ مُسَوِّدٍ مِّنَ اللَّیْمِ

عمل خاتم: **الصلوٰۃ** اصل مصدر بن سقط نونہ بالا اضافہ اور یہ نکر اضافت لفظی
ہے اس لیے **الصلوٰۃ** متاخر ہے۔ **الصلوٰۃ** سے پہلے **الصلوٰۃ** سے پائی جا کر وہیں
الصلوٰۃ سوف مضبوط ہے۔ **الصلوٰۃ** کو **الصلوٰۃ** سے پہلے **الصلوٰۃ** سے پہلے **الصلوٰۃ** سے پہلے
سنگ و رخت بھی دخلیت و غفلت ہوئی۔ **مِنَ الْعِدَى** جمع ہے۔ **الصلوٰۃ** سے پہلے۔
مسودہ جو کہ سیاہی والے تھے یا سیاہی والے۔ **مِنَ اللَّیْمِ** جمع لیمہ، شعر مستریل الی
الصلوٰۃ، کالی لیمہ والے۔

قرین: لکھا کہ **م** علیہ تمہوں کو سرا ہوئی جا کر وہیں والے والے ہیں۔ جب کہ
تمہاری شخص کے سیاہی میں ملتی تھیں۔

تسویح: سورہ الہم میں سورہ اپنے تمام انصاف کی سورہ سے سابقہ جہاد پر ہو۔

شَاكِي السَّلَاحِ لَهُمْ مَبِيتًا نَمِيْزًا لَهُمْ وَالْوُرْدُ يَنْتَازُ بِالسَّبْخِ مِنَ السَّلَمِ

عمل لغات: شاکی السلاح، ای نام السلاح۔ صحابہ کرام بارعب تھے انھیاردوں سے، یا مزین تھے، شاکی مفلوب الشاک، بھٹی ڈونگٹ، بے ہوش تھے انھیاردوں سے۔ لہذا ان کے لیے سبب علامت علامت تھی، تصویر ہم، انھیاردوں سے، جو انہیں شاکت کرتی تھی۔ والورد شور بھول گاہ۔ بختار ممتاز ہوتا ہے۔ بالسبحہ، اپنی علامت میں۔ من السلام، شعر فائسہ شعور والورد، درخت سلم سے۔ ترجمہ: صحابہ کرام انھیاردوں سے کج کر بارعب ہو کر ایسے پائے تھے کہ ان کے چروں سے ادا ہوتا ہوتا تھا۔ جیسے گاہ کا پھل خدار درختوں میں ادا ہوتا ہے۔

شرح: صحابہ کرام سب سب شاکت ہوتے تھے اگر چہ ادا بھی سب نے میں ان کے مشاب تھے مگر ان کے چرے ہم جب لڑیاں قرآن کریم سے تھکتے تھے تو ہم جن اثر الشیخ والے دشن و درخت ہوتے تھے۔ جیسے گاہ کا پھل خدار بھول گاہ درخت آجس میں خدار ہونے کے اعتبار سے مشابہہ کر بھی ممتاز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ گاہ رنگ و بو اور شکل میں اپنی سوزنی و شہابی و شاکت کے باعث بھی بھول کے خدار درخت اور ان کے پھل سے کھل لے سکتا۔

يَهْدِي إِلَيْكَ رِيَّاحُ النَّصْرِ تَشْرَهُمْ فَتَحْسِبُ الْوُرْدَ فِي الْأَكْخَامِ كُلِّ كَمِ

عمل لغات: یهدی، ہضم یا مضارع از یاء و قد لا ین۔ لا یهدی، یهدی، یعنی تو عمل اور اس میں ہے۔ الیک، تیری طرف۔ ریح النصر، ہوا میں نصرت کی۔ تشرہم، بھٹتی ہیں۔ فتحسب، ار حسان ہوا تھان کرتا ہے۔ الرور، کہ گاہ، اسی الاکھام میں خدار کھال کھال۔ اپنے شکلوں میں ہے۔ کل کھس، بہاؤ ہوا میں ہے۔ ترجمہ: صحابہ کرام کی خوشبو ہوا سے پس گئی تھی جو انہیں لاتی تھی۔ اور تم میں ایک ہوا میں

کو ایسا پاتے ہو جسے کتاب گھونوں میں۔

شرح: صحابہ کرام حضور ﷺ پر جہاد میں لگے اور یہ غالب تھی کہ دشمن اپنی جانیں قربان اور ہدیہ کرنے کو اپنے سامنے آتا تھا۔ جسے باد نصرت آتی اور انہیں نصیب کی خبر دیتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ہر ماہار اسلام ہزاروں کے اندر اس طرح نظر آتا جسے گلاب کا پھول اپنے گلزار میں ہے۔

مولای صل وسلم دنیا املنا علی حبک عمر العین کلہم
کاتلہم فی ظہور الخیل کث ونا
من شدۃ الحزم لآمن شدۃ الحزم

علی نقات: کاتلہم: گویا کہ وہ فی ظہور الخیل: گھوڑے کی پشت پر۔ کث ونا: نشان پر چارے کا آگاہ ایک پر ۱۱۱ گاہا ہے۔ من شدۃ الحزم: شدۃ: ستوری کی سوار کی کرتے ہیں۔ لآمن شدۃ الحزم: نہ کہ باہر سے ہونے لگزی کی گھسی کرتے۔
ترجمہ: صحابہ کرام گھوڑوں کی پشت پر ۱۱۱ ایسے معلوم ہوتے گویا کہ نشان پر چارے کا آگاہ ہے۔ نہ یہ کہ گھاس یا لگزی کا آٹھا بندھا ہوا۔

شرح: صحابہ کرام کی شمشیری کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح اچھا سوار گھوڑے کی پشت پر اتنا مضبوط اس سے آگے کہ گھوڑے پر بیٹھ کی طرح جاتا جاتا ہے۔ تو عالم کا ہم دوسرے نے بیٹھ سے تھیں۔ دلی ہلکاں پہرے سے تھیں۔ وہی جو نکلے یا ہٹاؤں پہاڑی میزیں بھیجا کر ایسا جاتا ہے کہ ۱۱۱ کے چھوٹے دستہ کا جیسے کہتے۔ اور لگزی سوار پشت تو من پر ایسا نظر آتا ہے۔ گویا پشت پر گھوڑے کے گھاس کا ٹھنڈا ہوا ہے کہ کبھی ادھر جھک گیا کبھی ادھر۔ یہ خوبصورت تصویر دست و پا ہے کہ شدۃ الحزم کا لآمن شدۃ الحزم فرما رہا۔ جو ہر ستوری کو کہتے ہیں۔ خرم لگزی کے گھوڑے۔

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْ بَاسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تَفَرَّقَ بَيْنَ الْبِهِمِ وَالْبِهِمِ

عمل لغات: طارت، از طیران حرکت من مکان الی مکان۔ اڑتے تھے۔
قلوب، جمع قلب، دل۔ العدی، جمع عدد، دشمنوں کے۔ من باسہم، سختی اور لڑائی، ان کی
سختی اور جنگ سے۔ عرقا، خوف سے۔ فما تفرق، پس نہیں فرق کر سکتے تھے۔ بین
الہم، جمع ہمہ، بکری کا بچہ، چار پائے میں۔ والہم، شجاع اور بہادر شجاع میں۔
ترجمہ: دشمن کے دل خوف سے اڑتے تھے کہ خوف زدہ ہو کر بکری کے بچہ اور بہادر سوار میں
اسے قینہ و شارقہ۔

شرح: صحابہ کرام کے خوف سے دلہائے دشمنان ایسے اڑتے اور مضطرب ہوتے تھے کہ
حوالہ یافتہ ہو کر نہ۔ یعنی بکری کے بچے اور اپنے دلیر شجاع شہسوار میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔
بلکہ جنگ میں بکری کا بچہ کہتا ہوا آتا تو کفار ڈر کر سمجھتے کہ کوئی جان نثار شہسوار گھوڑا
کہتا ہوا آ رہا ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نُصْرَتُهُ
إِنْ تَلَقَّهِ الْأَسَدُ فِي أَجَامِهَا تَجَمُّ

عمل لغات: ومن شرطیہ، اور جس کسی کو۔ تکلن، جمع تکلن، باسہم، او استعانت،
بہ جب رسول اللہ ﷺ کے۔ نصرۃ، اور ان کی مدد کی ہمت۔ ان، اگر۔ تلقہ، ملے اس
کو۔ الاسد، جمع اسد، شیر۔ فی اجامہا، جمع اجمہ، بغاری بیشہ روئہ یا بڑ، اپنی
دندیں یا بڑ (کچھار) میں۔ تجم، تو ناموش ہوا جائے وہ شیر۔

ترجمہ: جسے حضور ﷺ کی مدد و نصرت حاصل ہو۔ اگر اس کے سامنے بڑ (کچھار) کا
شیر بھی آ جائے تو ناموش رہ جائے۔

شرح: جس کے ہا پر کرم میں ہو اور حضور ﷺ کی مدد و نصرت اس کی شریک ہو یعنی
اس پر کہ وہ شیر کی کیا ہوا کرے۔ بلکہ شیر اس سے خائف ہو کر اس کے آگے جھک جائے۔

گویا عظیم قدیم رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے آگے فقر و محنت جتنی
راتی تھی۔ وہ حضور ﷺ کا صدق تھا۔ اور اس ذات مقدس کی اعانت و اعانت تھی کہ وہ یہ
اعدا میں فتح یاب ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کی ذات القدس کے واسطے سے حضور و حضور
رہتے تھے۔ حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے غلام آزاد شدہ تھے۔ آپ کو وہم کے
جہاد میں کافروں نے گرفتار کر لیا۔ وہ وہاں سے کسی طرح نکل آئے۔ رات میں کسی شکل میں
شیر سے مقابلہ ہو گیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا: یا ابا العارات انا خادم محمد رسول
اللہ ﷺ "اے شیر میں حضور ﷺ کو خادم ہوں اسلامی لشکر میں جانا چاہتا ہوں۔" شیر
بجائے اس کے کہ حملہ کرے آگے آگے ہولیا۔ جب آپ لشکر میں مل گئے واپس ہو گیا۔ مقتول
از عطر الوردہ یہی واقعہ دوسری صورت میں علامہ ترمذی نے نقل فرمایا کہ حضرت سیدنا رضی اللہ
عنہ کو حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لیکن بھیجا تھا۔ راستہ میں شیر سے دو
چار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: انا مولی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
"اے شیر! میں حضور ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔" ومعنی کتبنا "اور میرے پاس حضور
ﷺ کا نام دعا ہے" تو شیر راستہ سے ہٹ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔

تیسری روایت حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ سے اسے فرماتے ہیں: ہم کشتی میں
دریائی سفر کر رہے تھے کہ موجوں کی ٹکروں سے کشتی شلت ہو گئی۔ ہم جہت پر بہتے بہتے ایک
جزیرہ میں جانکے کہ مہاجت شیر سے دوچار ہو گئے۔ تو میں نے کہا: انا مولی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم "میں حضور ﷺ کا آزاد کردہ ہوں۔" تو شیر نے گراں کے
اشارے سے اپنے پیچھے لیا اور راستہ بتایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا
دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے راونہ کر رکھی ہے۔ اور اس راستہ پر بہت سے آدمی
ہلاک کر چکا ہے۔ آپ سواری سے اترے اور شیر کے پاس جا کر اس کا کان کاٹ کر مروڑا اور
فرمایا: خبردار لوگوں کو آئندہ نہ مٹاؤ اور اپنے بن میں رہا کہ وہ شیر سے جھکا کر اپنے بن
میں چلا گیا۔

کیا ہے اس پر مملکت کا یہ پادشہ شہر کو غلام میں لایا نہیں سنا حیرا

وَلَنْ تَرَىٰ مِنْ وَلِيٍّ غَيْرَ مُنْقَصٍ

بِهِ وَلَا مِنْ غُلُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصٍ

اصل الفاظ تو لی، اور نہ مطلقاً نہ فی، اور ہرگز نہیں۔ تو لی، دیکھئے کہ تو۔ من ولی کسی ال کو۔ غیر منقص، بے عیب۔ یہاں یہاں رسالت سے۔ ولا، اور نہ کسی۔ من غلو، دشمن سے۔ غیر منقص، معنی المطلق، غیر منقطع۔

ترجمہ: حضور پروردگار کے یہاں ہرگز قریب ہوگا۔ وہ کبھی بغیر اس آستان کی مدد کے نہ ملے گا۔ اور ان کی ہرگز قوت حال نہ بڑھا جائے گا۔

شرح: حضور پروردگار کے دوست اور صاحب کرام حضور علیہ السلام کے صدق میں حضور میں اور اہل بیت کے صدق میں دشمن پناہ میں۔ عداوت پر پناہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل ایمان سے حضور پروردگار کے صدق میں مظہر حضور ہیں۔ اور اہل ایمان پناہ میں آجائے اور تمام اہل ایمان فرماتے ہیں ا

لَمْ تَكُنِ الْإِسْلَامُ الطَّيِّبُ وَلَا الْإِسْلَامُ الْإِسْلَامُ وَلَا الْعَمَادُ عَمَادَةُ الْإِسْلَامِ
 اللَّهُ وَتَعْلِيهِمْ لَهُ وَأَحْلَاهُمْ شَرِيحَةً وَكَانَ مِنْ عَمَلِهِ أَنْ يَخْلُقَ عَمَلًا لَهُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ كَلَّ مِنْ كَلَّ أَنْ يَصَاحِبَ السُّلُوكَ مِنَ الْعَمَادِ وَكَانَ مِنْ
 بِكَلِّمْ سَعَادَةٍ كَوْنٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَهُوَ عَمَلُهُ وَلَمْ يَلَّ الْخَلْقَ فِي رُوحِ الْإِسْلَامِ
 حَكَمٍ مِنْ بَعْضِ الْكَلَامِ لَمْ يَكُنْ فِي مَحَلِّ بَعْضِ الْعَاقِلِينَ فَتَكَلَّمَ إِلَى
 أَنْ لَمْ يَلَّ مَحَلِّ لَأَحَدٍ مِنَ الْهَوَىٰ وَلَوْ كَانَ فَلَا مَا أَرَادَ بِهِ السَّيِّئُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 حَيْثُ لَمْ يَلَّ حَيْثُ إِلَى مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثَ الطَّيِّبِ وَالنَّسَاءِ وَفَرَّةً عَيْنِي فِي
 الْخَلْقِ لَقُلْتُ لَهُ مَا تَسْمَعُ مِنَ اللَّهِ لَمْ يَلَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا قَالَ أَحْسَنَ بَلَى
 قَالَ حَيْثُ فَكَيْفَ يَلَامُ نَعْمَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْمَلَكِ لَمْ يَلَّ حَيْثُ لَمْ يَلَّ
 وَهَمَّ لَمْ يَلَّ سَمْعِي عَلَى هَذَا الْكَلَامِ فَزَيْتَ السَّيِّئُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْعَمَادِ

فَقَالَ لِي لَا تَعْلَمُ فَلَمَّا كَتَبْنَا امْرَأَهُ لَمْ نَسْجُدْ لَهُ خَرَجَ إِلَى صِبْعَانَ فَفُتِلَ فِي
الْعُظْمَى بِمَعْرِفَةِ اللَّهِ مِنَ النَّظَرِ عَلَى الْأَسْبَابِ وَوَرْدَتِهِمْ مِنَ الْعِلْمِ وَالْإِلَهِيَّةِ
یعنی کوئی ملک ملک نہیں ہوتا نہ کوئی آدمی آدمی میں حکم ہے نہ اس کا یہ ہو سکتا ہے کہ
حضور ﷺ کے دربار کے صدق میں اور عظمت ذات و اہل شریعت کے باقی ہو
فصل ثامن کا توں شریعت اور حقیقت حضور ﷺ کا دشمن ہے اور اہل حق کی جو صاحب
شریعت یعنی ملاحق کا دشمن وہ یا ایسی بات بتاتا ہو جو حضور ﷺ کی ذات گرامی کو ایذا
رسان ہو۔ وہ یقیناً دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور وہ ایمان میں فرمایا
کہ بعض افراد نے کہا کہ ہم اہل حق میں تھے کہ اسے کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص نے
کہا کہ ٹوٹا ہوا دنیا سے کوئی نہایت نہیں پاسکتا اگرچہ وہ ذات گرامی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس
سے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتا تھا اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ اپنے لئے بھی فرمایا کہ
مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پاند ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں
ہے۔ تو میں نے کہا کیا تو خدا سے لگن شرمناکات حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمہاری
دنیا سے تین چیزیں ہمارے لئے محبوب بنائی گئیں۔ نہ کہ میں فرمایا کہ میں محبوب رکھتا
ہوں۔ بلکہ اس طرح تو اس سے کہ دوست کر سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک مسرور ہے۔ بلکہ مجھے
اس امر کا فہم ہوا کہ میں نے ایسی بات کہیں کہی۔ تو نہ اب میں حضور ﷺ کے حال میں
آرام سے مشرف ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا تو غم نہ کر اس کا سوا فہم ہو گیا۔ بلکہ ہم نے
خاک و ہوتا سا مان لے کر کہیں جاتا تھا کہ تم کہا گیا۔ اللہ جل جلالہ کے علیہ و علیہ کی شان میں
نہاں ہوا کی سے اور ان کے دلوں کی آواز سے۔

أَخْلَى أَمْنَةً لِي جَزَاءً عَلَيْهِ
كَالْبَيْتِ أَخْلَى مَعَ الْأَشْيَاءِ لِي الْجَمِ

علی لغات: اخل، میٹھا کی از احوال اترتا، اچھا۔ امنہ، اپنی امت۔ لی جزیاء
جائے استمرا، بعضی شخص فکر میں احوال فکر میں۔ علیہ اپنی طرف سے۔

کائنات: کائنات اسم الاسد، شمس شیر کے۔ حل، سینہ باطنی از علم ال ارتقاء، کیا ارتقاء
مع الاسد، جمع شیل ولد الاسد مع اپنے بچوں کے فی اجم، مکان بسکن
فیہ الاسد گھبراہٹ۔

زیر اس سر پر رکھنے والے الہی است کو دین کے طور میں اجہا جیسے شیر مع اپنے بچوں کے گھبراہٹ
میں ہے مگر ارتقاء ہے۔

شرح: اس حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا اله الا الله حصصی ومن جعل حصصی امن من عذابی

"کوئی چیز اور اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو حصص میں آگیا میرے عذاب سے مومن ہو گیا۔"

اس حدیث کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ امت مبرکوں پر کہہ دے کہ تو میرے حصص میں

مقرر ہے۔ لہذا تم تمہاری حصص سے بچو۔

كَمْ خَلَقَ كَلِمَاتُ اللَّهِ فِي خَلْقِ

فِيهِ وَكَمْ خَضَمَ الرِّهَانُ مِنْ خَضَمٍ

علی نقیہ: کلمہ۔ حرمہ للتکبر، کلمہ۔ خلدت، ارتقاء، وضع علی

الارض، خاک میں قدامت کلمات اللہ والمراد منہ قرآن عظیم۔ (فاحقی)

خصلت قرآن کریم نے من جملہ معجزات کے لئے کہا۔ یہ اس میں یا صوم

میں یا صوم کے لئے ہے۔ کلمہ اور کلمہ۔ خضم، کثیر انا غلب فی الخصومة۔ از

لخصم، جگر کے میں غالب آئے۔ غالب آئے۔ الرهان، والمراد منہ المعجزات

والکرمات، کرمات کرمات۔ من خضم، جگر اور کلمہ۔

ترجمہ: یاد خاک خلدت یہاں یہ قرآن کریم نے ان قوموں کو جو صوم، یا صوم کے شان

میں لخصم میں جگر کے لئے یہاں غالب آئے مگرین پر معجزات اور کرمات، فکر

اور کلمہ، صوم۔

شرح: "صوم" اس میں ہے کہ جسے لخصم، قرآن کریم کے مقابلہ میں غور

ہوئے۔ اسے اسے مطالبہ کرنے والے حضور ﷺ کے آگے اکیلے جانے۔ اور مکمل
تکلیف سے لایا تو ان تکلیفوں نے حضور ﷺ کی تہذیب کی کی۔ حسبِ ہدیٰ جس کا تذکرہ
مفصل ہم ریت نمبر 70 میں کر چکے ہیں۔ طلبِ کلمہ کے بعد کیا جھگڑا۔ سوئے وقت
ہوئے۔ تو گویا سال بات ہے کہ طاقت کرنے والوں نے کی تھی۔ لیکن جوں جوں
تفاوت بھی اسلام ترقی ہی کرتا رہا۔

پاک فتن ۳۴۲۱ یوں ہانود عید کریں۔ پاک فتن مرجع عالم بھی سرکار ہے
کھاگ بالعلم فی الآمنی مفعلاً
فی الجاہلیۃ والتادیب فی البیتم

میں اس وقت کھاگ۔ یعنی جسک۔ کوئی ہے کہ۔ بالعلم۔ ہم حضور ﷺ۔ فی
الآمنی حضور ﷺ کے اسی دورے کی صورت میں۔ مفعلاً کلمہ کے ساتھ
فی الجاہلیۃ۔ انا جہالت میں۔ والتادیب۔ اور انا تادیب رسالت میں۔ فی البیتم
ہاتھ ہوئی تھی۔

ترجمہ: کوئی ہے کہ حضور ﷺ کا وہ علم ہم غیر جہالت اور انا تادیب سے تادیب کے اور ہم
خاک و ہوا کی وہ ذات نور کلمہ ہے۔

ترجمہ: یعنی اس وقت کھاگ۔ یعنی جسک۔ کوئی ہے کہ۔ بالعلم۔ ہم حضور ﷺ۔ فی
الآمنی حضور ﷺ کے اسی دورے کی صورت میں۔ مفعلاً کلمہ کے ساتھ
فی الجاہلیۃ۔ انا جہالت میں۔ والتادیب۔ اور انا تادیب رسالت میں۔ فی البیتم
ہاتھ ہوئی تھی۔

عالمی دینی فاضل تعلیمی و انسانی دینی فاضل عالمی
کلمہ ہے کہ عالمی تعلیمی و انسانی دینی فاضل عالمی

فصل شام

رحمۃ للعالمین سے رحم اور سفارش کی درخواست

اور یہ قصیدہ نکلتے کی غرض

حَفِظْنَا بِمَدِيحِ اسْتِغْلِيلِ بِه

ذُلُوبِ عَقْرِ مَضَى فِي الشَّعْرِ وَالْجِلْمِ

اصل افادت: خدمت، میزبانی، شکر، من الخدمت، ای مدحت علیہ السلام، نعمت کی ہے میں نے۔ بمديح، مایمدح بہ، اس ممدوح شریف کی۔ استغیل، از استغاثہ۔ یعنی طلب العلو اور ساقی قلب کی ہے میں نے۔ بہ، ضمیر و جمع الی المدیح۔ اس اتنی قدری ہے۔ ذلُوب، جمع ذلِب عام للقصاص والکفر، اپنی گناہوں کی۔ عقر، جو عمر۔ مَضَى، گزشتہ میں ہوئے۔ فی الشعر، انوشعر گوئی۔ والجلم، نہ خوشامیسیں۔

ترجمہ میں نے شکر، میزبانی کی مدحت کر کے اس درجہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی قلب کی ہے جو شعر گوئی اور اہل دنیا کی خدمتوں میں ضائع ہوئی۔

شرح: پہلی ہے کہ عالمِ حرمِ کمالہ اعلا عمر میں ستر میں ملائین سے تھے اور وہی کی خدمات قصیدہ گوئی اور مدحت و عدا کے ساتھ انہم سے تھے اور اس سے قصیدہ طلب مال و منصب ہوتا تھا تو اس قصیدہ مبارکہ میں اپنی امیدیں ادا کرتے عالمین علیہ السلام سے واپس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے مٹا لی کی مدحت کر کے اقرار کیا ہے۔ یعنی ان گناہوں کو جو عمر میں تھے۔ اب ہے کہ عالمِ کمالہ کو ہے ہیں۔ اور ملائین اس واسطے کی مدحت کرتے ہیں کہ عمر کی گنجائش میں ستر میں تھے اور وہی تھے اور وہی تھے۔

مولا علی علیہ السلام قالوا ہذا علی حبیب حیر الخلق کلہم
 اذ قلنا فی ماتحشی عواقبہ
 کائناتہ یحیا خلقہ من النعم

عمل الخلق اذ اس لیے کہ۔ قلنا ہی۔ اور خلافت بدھی۔ قدامت الہیہ ہے جسے اس
 شعر کوئی نے ایسا۔ حال عشیہ کہ اس سے خوف ہے جسے۔ عواقبہ میرے انجام کا۔
 کائنات کو یاد کر میں۔ یحیا، اس بدست اور خدمت اہل کے ساتھ۔ خلق کو یاد کر میں
 جو ان کو پادشہ علی بن النعم ہوا۔ چاہیے۔

ترجمہ: ان دونوں باتوں یعنی شعر کوئی اور خدمت الہیہ کیساتے میری گردن میں لگی ہوئی
 اہل ہے جس کے انجام سے خوف، اور میں ہر کھت میں کہ جس کے پاس کا اہل کر میں
 اس وقت کے ہمارے مشاہدوں پر پناہ الہیہ کو لے چاہیے۔

شرح: ہم کہ اس وقت کے جسے میں ہمیں الہیہ ہوتی ہے جو قربانی کے لیے حاضر ہو
 رہا ہو۔ جسے عربی میں ہدی کہتے ہیں۔ قرآن کا ہم، استعارہ یہ ہدی نام رکھتے ہیں۔ اس
 الجہل کا کہ نسبت تصور فرما رہے ہیں۔ محلی سڑ میں کی خدمت اہل کے اہل
 کی خدمت اور اس کے ذریعہ امید حصول مال کرنا۔ ہزار پے گواہی حالت سے لکھیے
 ہے جس میں جس کے جسے میں قرار دیا کہ اس کے لیے ہدی بنا دیا گیا ہو۔ خود یہ سب
 یکو اہل رکھا ہے۔ حسنات اہل کو نسبت العظمیٰ الہیہ کی نیکیاں مقررین
 کی لکھا میں ہیں کہ کی کیا کیفیت ہے۔ عظمیٰ اللہ لنا ولہ بحر ما سی حلقہ الامنہ۔

أَطَعْتُ عَنِ الصَّبَا فِي الْخَالِصِ وَمَا
 حَصُلْتُ إِلَّا عَلَى الْأَتَامِ وَالنَّدَمِ

عمل الخلق: اطعت، میں نے نظم باشی، از اطاعت فرمانہ واری، اطاعت کی میں نے۔
 عمن، بعضی الطوبیہ والصلحہ، گمراہی۔ الصبا، بکسر الصاد، بچپن کی۔ فی
 الخالص، شعر و خدمت میں۔ وما، نام نہ نہیں۔ حصلت، حاصل کیا میں نے۔

الایمانیہ، علی الامام، جمع الہم بمعنی التسلب کلام، گناہوں پر۔ و السلام، عن
الخاصۃ، نہایت۔

ترجمہ: میں نے شعر گوئی اور خدمت سلاطین دونوں حالتوں میں حلال گمراہی کی اطاعت کی
اور بجز گناہ یا عداوت کے کچھ حاصل نہ کیا۔

شرح: گویا پتا احساس و احترام کا یہ فرماتے ہیں کہ میں ہلاکتوں کہ میں نے بھیجی تھی
گمراہی کی حالت تھی کی خدمت سرائی سلاطین اور خدمت اعداء میں اپنی عمر ضائع کرتا
رہا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے بے بس مصیبت پر خدمت تحسرت و توجرن کے سوا کچھ نہ ملا۔
یہ گویا ظلم و ستم و ظلم کی طرف منسوب کر کے یاد کرنے کا طریقہ تعلیم ہے جس سے
نتیجہ یہ نکلا کہ اس طرح معافی مانگا کرتے ہیں۔

فَا حَسْرَةً نَفْسِي فِي بَخَائِظِهَا

لَمْ تَقْضِ الدِّينَ بِاللَّيْلِ وَلَمْ تَقْضِ

عمل الخات: یہاں تک کہ اللہ نے اس کی فحشیاں، حسیہ، اسبابہ الضرر الغیر
المقصود نہ تھیں، امتحان، نفسی، محروم، گناہوں کی تباہی میں۔ لم
تقض الدین، انہوں نے دین نہ پورا نہ کیا، ایسا بھڑک۔ ولم تقض، الا سب
یسوم مومنا، اس سب سے پہلے گناہوں کی تباہی میں گناہوں کی تباہی

ترجمہ: انہوں نے دین نہیں پورا کیا، گناہوں کی تباہی میں گناہوں کی تباہی
پہلے کیا۔

شرح: گویا علامہ کا ہم حلیہ لیا ہے جس کے اے ٹوٹے میں رہنے والے نفس! آ ابھی
انتہا بہ، تحقیق تباہی میں اگرچہ اب تک تو نے الیہ پڑھیں گویا پند کیا اور فانی کے ہاتھ
اقی نہ پڑا، اب بھی قصیل دین اور ترک دنیا نہ کرے گا، تو بھڑک اٹا آئے گا۔ آ
اور حسن نیت اور صدق قصہ کے ساتھ دین کو لے، دین ایمان میں حاد رہتی لڑتے ہیں۔
ان شاء اللہ علی الروح نور الیہا علیہا و علی النفس علیہا فیہم علیہا

بیتھما وجعل راس مالھما الاستعداد الفطری القابل للکمال والشرافی فی
 القرۃ والمعرفة والحساسة والنقصان فمن امن وجاهد نفسه وماله فی
 سبیل اللہ وطلب فی کل حالہ رضى اللہ فقلہ ربح روحہ وحسرت نفسه
 ومن لم یؤمن باللہ ورسولہ وکفر بهما وامن ولم یأت بعملی حسن اصلاً
 فقد حسر روحہ ونفسہ جمعاً فعلى العاقل ان یجتهد قبل معنی القوت
 ویربح فی تجارتہ ببدل النفس والمال فی طلب رضا اللہ فان سلامہ راسی
 المال الذی ہو الا سلام مادام حاصلاً یمکن ان یمارک الربح فی صقلہ
 وان لم یحصل فی صقلہ احرى فلا یسعی ان یصلح العسر فیما لا یسعی اذ
 الفرصة عیبة۔ تمام مضمون کا خلاصہ مضمون کو یہ شعر کان ہے۔

کمن مر صالح السعی یمیت کہ فرمت خرج است واولی سبیل

ومن یبع اجلاً فنه یعاجله

بین لہ العین فی بیع ولی سلم

عمل لغات تو من اہل علم۔ مع اصل میں بیع تھا شرط کے موقع پر اس کا فخر عروم
 ادا ہے۔ اور حرف طے حذف۔ بیچ اجلا۔ اصل اسم کا اصل بدل یعنی بہت کچھ
 میں لئے وہی جی ممکن ثواب ثروت و آخرت کے ثواب کے لئے ہو۔ عند اس سے۔
 معاجلہ۔ جلد ہی لئے وہی جی دیا دیا ہے۔ اس میں اصل میں جس کا۔ شرط کے تحت میں اس
 کی بھی وہی تمیز ہوئی۔ مروج پر ہوئی۔ یعنی اسی طرح ہوا۔ وہ اس کے لیے۔ العین
 نقصان۔ وہی بیع ہر حال میں سو وہی مسلم اور علم یعنی بد میں ہے۔

ترجمہ یعنی جو علم آخرت کو دنیا کے مرض سے اس کو نقصان کا ہوا۔ تو اس کا نقصان
 اور باقی مود میں سلم ہو جسے بد میں کہتے ہیں۔

شرح: ایک ایسی بات ہے۔ جہاں بیع یعنی بکنے والی چیز اور اس کی قیمت سو ہو وہی
 ہے۔ یعنی نہ تو وہی اس کا ایک ہی وہ ہے لہذا سلم کہتے ہیں۔ اس کو بدی بد اس سے کہ اس

یعنی قیمت پہلے ہی جانے اور بیچ کر خرچہ اسے دوسو سو روپے کی کسی دھند پر ملے۔

اس لیے میں اس مقولہ کا رد کیا گیا ہے جو عربی میں مشہور ہے:

الذین نقدوا الاضواء سبيلًا واعطاء النفل لهما غیر معقول

”وہ لوگ جو نور کو خرچ کر دیتے ہیں یا غیر معقول ہے۔“

قرآن مجید میں جو روایات ہیں جن میں غلط دے کر دھند پر بیچ لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید

کا اہم نکتہ یہاں ہے کہ کوئی بیچ کر دے اور اس کی سی مناسبت ہے۔ جیسے کوئی بیچ کر دے

پڑھتا ہے۔

عالمِ حق پر پوری لڑائی میں یہاں کوئی غلطی لے نہیں سکتا کہ مریدانہ صفت

یہاں فرماتا ہے۔ اس کی جلا میں وہیں طرف کا سامان رکھا ہے۔ اس کا بلا وغیرہ جس انداز

ہے۔ اور کثرت لیرا یہی طرف لے جاتا چاہتا ہے اور بلا وغیرہ کی روایت ہے جو طرفی ہمارے

نکات و باتیں ہیں۔ اور ان دونوں باتوں کے قلب میں یہاں کہہ دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہے کیل

اصالی میں ہے۔ ایک صلی رحمت صلیک صلی رحمت جس پر اور کثرت اللہ صلی رحمت فرماتا ہے۔

اس کے قلب کو کثرت کر دیا ہے وہاں کا۔ ثانی لایا کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ بیچ کر دے

طرف مال ہوتا ہے۔ وہاں کا جس سے وہ کثرت جہنم میں بھیج کر دیتا ہے۔ اور جس پر

اور کثرت اللہ صلی رحمت فرماتا ہے۔ اس کے قلب کو کثرت لایا کہ وہ کثرت کر دیتا ہے تو اس کا وہ جان

عالمِ حق کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ کثرت کر دیتا ہے۔ اللہ صلی رحمت ہو دے

عن توہم وجودہ۔ کسی نے خوب کہا ہے:

صوفی ترویج اللہ صلی رحمت العباد افرس فحسبک ام حملا

خدا رکھائے اور جانے یہ اس کی گاتھ ہے حرار

صوت۔ کچھ عالم کی تو کبھی بھولی بھولی ہے

إِنْ أَبْ ذُنُوبًا فَمَا عَهْدِي بِمَنْظَرٍ
مِنْ السَّيِّئِ وَلَا خِئْلِي بِمَنْصَرَمٍ

علی لغات: ان حرف شرط، اگر ات۔ از امر ہائی، میری طرف سے ایسا ہی فقط الیاء للحریم ومعناه ان فعلت، کروں میں۔ ذنبا کوئی گناہ، عداوت، دشمنی نہیں ہے۔ عہدی، میرا عہد۔ بمنظر ہوئے والا، من السیئیر سے کیا ہے۔ ولا خیلے ہوا۔ نہیں ہے میرے عقیدہ کی سی۔ بمنصرم ہوئے والی۔

ترجمہ: اگرچہ میں تم کو برا نہ کہوں مگر میرا عہد و عداوت اس سے نہیں ہے۔ نہ وہاں لکھی ہوئی ہے نہ میری طرف سے کہ میری عقیدت و محبت کی کسی شکوکہ میں نہیں۔

شرح: یعنی اگر میں گناہوں کو اور کسبِ جنات پر مان کر کہوں تو میرا عہد و عداوت تم سے ہے۔ تو گناہ کا، ایسا فعل مہم نہیں ہے جس سے ایمان برباد ہے۔ تو ایمان لا الہ الا اللہ کا برباد ہوا ہے۔ معاویہ کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور میری یہ کار میں مجھے عقیدت و محبت کی سی تو ذکرِ علیحدہ نہیں کر سکتیں۔

گویا اس بیت میں باہم و ہمہ جملہ عقیدہ، اہل سنت کا عقیدہ لکھا ہے۔ اور یہ کہ معاویہ پر معاویہ کا کسبِ جنات کتنا حق نہیں نہ ہو جائے۔ جب تک اس کا عقیدہ درست ہے۔ اور وہ اپنی مصیبت پر شرمندہ و غلطی پر امید طور پر گستاخ و دشمنی ہے۔ مسلمان ہے اور جب تک مومن و مسلم ہے۔ جس صورت گمراہی و گمراہی (محبت گمراہی کی شکل) کی راہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور معاویہ کا فکھل لازم نہیں آتا۔

بہت پر کرے گا۔ یَعْدُوں لَفْظِ تَنْبِیْہِ صَلَہِ کی بھرت سے منع ہوگا۔

جس کی ہمد کی ہمد و ناکارہ کسی	اسے وہ کیا ہی کسی ہے تو اگر ہوا
موت نہ ہوگا۔ گناہوں کی بھی میل کے غل	آجیں جا کہ لیا وہ سب سے ہوا
لکھ کر ہوا بھی اگر کوئی کہے گا تو نہیں	کہ وہی ہوا۔ دشا ہوا۔ دشا ہوا

فَارَ لِي ذِمَّةٌ مِّنَ تَسْمِيَّتِي مُحَمَّدًا وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمِّ

اگر لغات نظر لی، پس میرے لیے۔ ذمہ، امان، امان ہے۔ منہ، ضمیر راجع الیہ
علیہ السلام اس کی ذات رحمت سے۔ بتسمیتی، بسبب اس کی، بسبب میرے نام کے کہ۔
محمد، وہ محمد ہے۔ وہو، وہو برائے ضرورت شعر یا کو جزم دیا۔ اور وہ ذات مقدس۔
أَوْفَى الْخَلْقِ، اہل صیغہ ہائے التفصیل بمعنی تم تمام مخلوق سے زیادہ وعدہ وفا ہے۔
بِالذِّمِّ، صحیح ذمہ مانوں کہلینے میں۔

ترجمہ: کیونکہ میرا نام محمد ہے مجھے میرے حضور ﷺ کے حضور میں امن لازمی ہے۔ اس
لیے کہ حضور ﷺ اپنے وعدہ کے وفا کرنے میں اوفی الخلق ہیں۔

شرح: اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضور ﷺ نے
فرمایا: مَنْ مَاتَ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى اسْمِي أَوْ عَلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ أَوْ عَلَى اسْمِ آلِي مُحَمَّدٍ

مَنْ مَاتَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ أَلَا لِيَقُمَ مِنْ اسْمِهِ مُحَمَّدٌ أَوْ
أَحْمَدٌ وَلِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ كَرَامَةً لِّمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قیامت کے دن ساری عمارتے گا کہ خبردار جس کا نام محمد یا احمد ہے۔ وہ کھڑا ہوا
اور جنت میں داخل ہو جائے یہ الزام ہے۔ آقا و خاندان محمد ﷺ کا۔

تو عالم کا ہم کا نام ہی صحیح شرف الدین ابی عبد اللہ محمد رکھا اور حدیث میں حضور ﷺ نے
نے وعدہ فرمایا کہ جس کا نام محمد ہو گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور حضور ﷺ سے زیادہ
وفا کرنے والا دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس میں حیرت اور حیرت ہے کہ میرا نام محمد
ہے۔ واللہ اعلم۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِائِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ

وَعَزَّيْ وَجَلَّي لَا اَعَذِبُ مَنْ سَمِيَ بِاسْمِكَ بِالْغَيْرِ

”ہمارے پاس جبریل آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے گا ہے اور اللہ تعالیٰ ہے کہ میری عزت و جلال کی قسم جس کا نام آپ کے نام پر ہوگا اے میں جہنم کا عذاب دوں گا۔“

دوسری حدیث میں ہے:

اَسْتَحْيِي اَنْ اَعَذِبَ بِالنَّارِ مَنْ اَسَمَهُ اِسْمَ حَبِيبِي

”اللہ شرم فرماتا ہے اس سے کہ جہنم کا اے عذاب دے جس کا نام میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہو۔“

اور علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ مَلَائِكَتَهُ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ اَسَمُوْهُ مُحَمَّدًا وَ اَحْمَدًا

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش و رحمت کرتے ہیں اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔“

اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اسم کریم و شریف ہے کہ اشرف اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اللہ

تعالیٰ نے اس نام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انحصار اسماء سے بنایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ فرامین و احکام میں من محمد و رسول اللہ ہی تحریر فرماتے۔ اور ملک الموت جب موت اقدس لے کر چلا تو و احمد اہ اس کی زبان پر تھا۔ اور علماء سلف کے اکثر و بیشتر اسماء میں یہ نام مبارک لازم رکھا گیا۔ اور اس حقیر فقیر و رمانہ نفس شریک کا نام بھی بحمدہ تعالیٰ محمد احمد ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میرے لیے یہ سترہ امتیاز کافی وافی شافی ہے۔

حَاقِدٌ زَمْدٌ بِأَسْمِكَ كَمَا وَتَوَكَّلَا تُو شَدُوْنَ حَمْدُكَ بِرَحْمَةِ

اِنْ لَمْ تَكُنْ فِیْ مَعَادِیْ اِجْدًا بَبَدِیْ

فَضْلًاوْ اِلَّا فَقُلْ بِاَزَلَةِ الْقَدَمِ

حاصل لغات: ان لم یکن فی معادی اجدا ببیدی فضلا و الا فقل بایزلة القدم

الراجی، امیدوار کو، عکازہ، جمع کرم بخشش، ان کی بخششیں۔ اور جمع و یا یہ کہ لے لے۔
 البجار، یعنی قریب یا مستجیر۔ آرزو مند یا قرب والا۔ عہہ، ان کی بارگاہ سے۔ غیر
 محترم، مایوس بے نیل مرام۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی شان کرم اس سے منور ہے کہ ان کے درجہ میں جہاں جہاں امیدوار جاتے
 وہ بخشش حاصل کیے بغیر بے نیل و مرام کو ایسے لوت آئے۔

شرح:

نہ رفت الی زبان مبارکش ہرگز سحر شہد ار لا الہ الا اللہ
 حضور چونکہ معدن کرم اور مغزن فضل ہیں۔ لہذا وہاں سے اس قسم کے قوت و کثرت کو جلد و
 حاشا و کلانا زبیا ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ

ما قال لا قط الا فی تشہده لولا الشہد کانت لا الہ نعہ
 میرے کریم سے اگر قضا کسی نے مانگا تو یہاں ہی ہے اور بے بہا دے ہیں

فصل ثالث عشر

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب کرم سے امید کا بیان

وَمِنْهُ الْزَمْتُ افْكَارِي مَدَالِحَهُ

وَجَدْتُهُ لِبَخْلَاصِي خَيْرَ مُلْتَزَمٍ

اصل لغات: وَمِنْهُ ظرف زمان یعنی اول المدۃ مفعول فیہ: اور جب سے کہ۔
الزمت کی میں نے۔ افکاری: اپنے فکروں پر۔ مدالحد: جمع مدح، اس ہستی پاک
ور میں۔ وجدته: پائی میں نے۔ لخبلاصی: اپنی نہات کے لیے۔ خیر ملتمزم، ملتمزم
جائے چاہ، بہترین جائے پناہ۔

ترجمہ: جب سے میں نے اپنے افکار میں حضور ﷺ کی نعمت کوئی لازم کی۔ میں سمجھتا
ہوں کہ میں نے بہترین جائے پناہ لی۔

شرح: جب حضور ﷺ کی وقت اقدس کو درساں اور عزم کرنے سے منزه ثابت کر
چکے تو اپنی نعمت کوئی کے نتیجہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدحت سرائی اس ہستی
مقدس کو اپنے خیالات و افکار میں لازم کر لیا ہے یعنی اس وقت سے کہ میں اپنے اشعار کو
اسے متعلق حضور ﷺ کے اور کسی کام میں نہیں لاتا۔ جب ہی سے میں اطمینان کر چکا
ہوں کہ یہی نعمت کوئی میرے لیے زبردست نجات کا ذریعہ ہے۔ اور اسی وقت کو میں اپنے
لیے بہترین جائے پناہ سمجھتا ہوں۔

گر سے مدح اعلیٰ دول رضا چہ سے اس بلا میں میری بلا
میں گھدا ہوں وہیے کریم کا میرا دین پارہاں نہیں

وَلَنْ يَفُوتَ الْغَنَى مِنْكَ يَدَا قَرِيبَتْ
إِنَّ الْحَيَاةَ الْآزْهَارَ فِي الْأَكْمِ

حل لغات: ولن، اور ہرگز نہیں۔ یفوت، از قوت، قانع کرے گا۔ غنی، و المراد منہ شفاعتہ علیہ السلام، امیر شفاعت کو۔ منہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام۔ اس ہستی پاک سے۔ ید، انگوٹھی ہاتھ، قربت، اسی افتراق، ابدی المحتاجین، القای کا۔ ان الحیا، یا مہر، بے شک بارش۔ ہست، آگاہی ہے۔ الازہار، گہریوں کو پھل کا۔ فی الاکم، جمع اکمہ، راس العجل، پہاڑ کی چوٹیوں پر۔ ترجمہ: جو ہاتھ مخلص حضور ﷺ کی بارگاہ کی طرف بڑھے وہ کبھی وہاں سے لیے بغیر واپس نہ ہو۔ بارش ہوتی ہے تو پہاڑ کی چوٹیوں پر بھی پھول کھلا دیتی ہے۔

شرح:

باراں کہ از لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لاله روید و در شوره بوم خس

غنی کے لغوی معنی تو گہری فراغت سی ہے پر واقعی کے ہوتے ہیں۔ اور علامہ غرپوتی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: الغنی بالكسر مع القصر بمعنى ایسار و المراد منہ شفاعتہ علیہ السلام۔ اس سے مراد شفاعت حضور اکرم ﷺ ہے۔
تو مفہوم واضح ہے کہ وہ غنی وجود بار رسالت سے حاصل ہو ہرگز کسی ہاتھ کو گروہ آلودہ یعنی خالی و محتاج نہیں کرتا۔ بلکہ سب کو مالا مال کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا فیض رحمت عام ہے۔ اور مثل بارش کے ہے۔ حیا کے معنی یہاں اس بارش کے ہیں جو عام ہو جس سے زمین مزروعہ بھی سیراب ہو اور پہاڑ کی چوٹیاں نیلے جہاں پانی نہ ٹھہرتا ہوا سے بھی اتنا سیراب ضرور کر دیتا ہے کہ اس میں شگوفہ پھول جائیں۔

برستا نہیں دیکھ کر اور رحمت بدوں پر بھی برساتے برساتے والے

وَلَمْ أَرِدْ زَاهِرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي انْقَطَعَتْ

بِنَدَا زَاهِرٍ بِمَا آتَى عَلَيَّ هَرَمٌ

اصل لغات: ولم ارد، اور نہیں چاہتا میں۔ زاهرۃ الدنیا الی، اس طرح سراپا کے
بولے میں دنیا کی وہ تازگی۔ انقطعت، منقطع القصر۔ لگال پھول چٹا، جو کئی یا
حاصل کی۔ بناد زہیر، المراد بہ زہیر بن ابی سلمیٰ شاعر مشرق عربی، جس سے اس
سلی کی باتوں نے۔ بما آتٰی، ساتھ اس کے کہ صبح کی اس نے۔ علی ہرم، سال
بن ہرم مستطیع بن ہرم کی۔

ترجمہ: میں حضور، شہید شہید کی صبح صحت سے وہ تازگی اور صحت حاصل کرنا نہیں چاہتا مجھ زہیر
بن ابی سلمیٰ مشہور شاعر عرب کے ہوں۔ سال بن ہرم کی تحریر کے سلسلے حاصل کی۔

شرح: زہیر بن ابی سلمیٰ نے وہ صبح صحت سے گزرا ہے۔ مجھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں
اس سے بہتر شعور کسی کے زمانے جاتے۔ حضرت فاروق العظیم رضی اللہ عنہ اسے اشعر
اناس فرماتے تھے۔ ہمدانی کے صاحبزادے حضرت کعب نے قصیدہ بالک - عبادہ - ہار
دہانت میں سلیا قلہ اور **وَمَا تَزَالُ تَزِيدُ** یہ بھی ہے کہ **یَوْمَ لَا تَكُونُ لَكَ حِجْرٌ** و قبیحہ انوار کی
سوت گل لہجہ ہوئی۔ اور کعب بن ہماں اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے لڑاکا کہیں پہنچے تھے شاعر کے شعراء سادات میں سے عرض کی وہ کوئی
بہتہ لڑہاؤ و زہیر ہے۔ لیکن عربی کہتے ہیں کہ ہیر میں ایک خاص بات تھی کہ اس کے
سوا کسی میں نہیں تھی کہ اس کا باپ بھی شاعر و بھی شاعر اور اس کے ماموں بھی شاعر اور
اس کی بہن سلی بھی شاعرہ اور اس کے بیٹے حضرت کعب اور بھیر و دونوں شاعر اور اس کی
ادھری بہن خنسا بھی شاعرہ اور حضرت عطاء بن رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اہل جہالت کے
تہہ شاعران میں زہیر بن ابی سلمیٰ ہے۔ ہر و نظام کے نامور شعراء میں اس کے بیٹے
حضرت کعب۔ اور زہیر لوگ عرب میں سے ہرم بن ہماں کے قریب میں بہت قصیدے لکھا
کرتے تھے اس لیے کہ ہرم ہماں بہت بجا تھا۔

وَلَنْ يَضِيقَ رَسُولَ اللَّهِ جَاهُكَ بِي
إِذَا الْكَرِيمُ تَجَلَّى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

عمل اخلاقیات نولن بضیق، اور ہرگز تنگ نہ ہوگا میدان عزت آپ کا۔ جاہک بی، یعنی
الوجہ و ہی رافعة المنزلة، آپ کی رفعت منزلت میری شفاعت پر۔ اذا الکریم،
اس لیے کہ آپ کریم ہیں۔ تجلی، وفی نسخه تجلی، یعنی انصف، ونجلی
سعی انکشف، اور آپ کا نام روشن ہے۔ باسم منتقم، ساتھ نام منتقم حق کی۔
ترجمہ: یعنی حضور ﷺ کی عظمت و شان کی بناء میرے واسطے تنگ نہ ہوگی۔ بروز قیامت
عظم حق کے نام سے اسی شان کا ہر فرما میں گے۔

شرح: منہم، واضح ہے۔ گویا نام نام اہل حضرت کے اس شعر کو عربی استعارہ میں سنا
ہے۔

میں تو کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سولاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

چہ کم گزراے صدر فرخندہ پے زقدر رفیع بدرگاہ
کہ باشد بخت گدایان خیل بہمان دار اسلام از طفیل
یعنی یوں عرض کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی عبادت، شرافت، رفعت میدان
شرعیہ نام آفاقی ہوئی۔ لکھ پیسے بے کس اور تہی دست کے لیے ان کا عرصہ شفاعت تنگ
نہیں ہو سکتا۔ اور عظم حق کی طرف سے جب کہ یا محمد ارفع راسک سل تعط
والضعف تشفع کی آوازیں آئیں۔ تو پھر مجھے کیا فکر ہونی چاہیے۔

پہا سے اتار راہ گزر کو خبر نہ ہو
برہاں پہ بچا کیوں تو پہ کو خبر نہ ہو
اسے شوق دل یہ جہد اگر ان کو روا نہیں
ایھا وہ جہد کیجئے کہ سر کا خبر نہ ہو

فَإِنَّ مِنْ جُودِكِ الدُّنْيَا وَضُرَّتِهَا وَمِنْ عِلْمُوكِ عِلْمَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

۵۷

حل لغات: فان، پس ہے۔ من جو دگ، الوجود افاضہ مانبعی لا لغرض ولا لغرض، آپ کے جو دو کرم سے۔ الدنیا، دنیا ہے۔ وضررتها، مال، بسیار ضرر و نقصان۔ یعنی جمع بین المرأتین، حاصل معنی آخرت، اور آخرت۔ و من علموک، علم اللوح و القلم، آپ کے علموں سے۔ علم اللوح و القلم، علم لوح و قلم ہے۔

ترجمہ: حضور ﷺ آپ کے منی خزان جو دو کرم سے دنیا ہے اور اس کی ضد یعنی آخرت کا وجود اور لوح و قلم کے علم آپ کے دائرہ معلومات کا ایک جز ہیں۔

شرح: پہلی بیت کے مضمون میں جو تھا تھا اس کی تفسیر اس بیت میں فرمائی گئی کہ مجھ سے تمہی دست کی شفاعت حضور ﷺ کو اس لیے مشکل نہیں کہ دنیا اور اس کی ضد یا سجن جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے یعنی آخرت۔ یہ سب حضور ﷺ کے منہ میں عطا کے ربانہ ہیں نہ حضور ﷺ بہتے نہ دنیا و آخرت کا وجود ہوتا۔ جو عربی زبان میں اسکی شمش کو کہتے ہیں جو بلا عوض و غرض کسی پر کی جائے۔ اور ضرۃ اس جے کو کہتے ہیں جس کا جناح مضرب ہو۔ جیسے ایک خاوند کے عقد میں دو عورتیں جمع ہوں تو سجن کہلاتی ہیں۔ اسی طرح دنیا اور آخرت، ان کا اجتماع محال ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من احب اخرته احب دنياه ومن احب دنياه احب اخرته۔

”جو آخرت کو محبوب رکھے تو یہ محبت اسی طرح ہے۔ اور دنیا کو محبوب رکھے تو یہ

محبت ضد آخرت ہے۔“

علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قيل لكون النكولين من جوده لانه واسطة في فيضان الوجود على الماهيات وسيلان الوجود على الموجودات فكل النكولين من جوده۔
”یعنی وجود کوئین حضور ﷺ کی جو دو عطا کا قبور ہے۔ اس لیے کہ کوئین واسطہ ہے

سے اور آیت لاکھات میں برابر چھوڑا گیا ہے۔

اور یہ سب کچھ کھارنگ اور غلط ہے۔

خدا علیٰ قدر اللہمک واما من اکثرت عین بصیرتہ بالناس الا انہی
فیما شاهد بالذوق ان علوم الفروع جزء من علوم الکما ہی جزء من علم
اللہ تعالیٰ۔

تم حاصل میں اور علم کے لئے کہ حضور ﷺ کی عقل پاکہ و اسطیقاہ اصلا صبح
الطہرہ و امت و الناطقات کا جہد و دل سے لاکھات میں ضرورت و عبادت کے اور جب
کہ حضور ﷺ کی یہ شان ہے تو ان کی عنایت اور جاہل و کفریت میں سے لیے گئے لیکن
یہ سب کچھ غلط ہے۔

مکتبہ اہل بیت

WWW.AHLEBETLAM.COM

فصل رابع عشر۔۔ نفس کو ناامیدی سے روکنے کا بیان

يَا نَفْسُ لَا تَغْنَبِي مِنْ زَلَّةٍ غَطَمْتُ

إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللُّثَمِ

اصل لغات: یا نفس۔ اے نفس۔ لا تغنبی، ارقطوا یا جس ہوتا، نہ مایوس ہو۔ من زلۃ، غمزدگی، اس غمزدگی سے۔ غطمت، اسی کثرت، جو کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں۔ ان الکبائر جمع کبیرہ، بے شک کبیرہ گناہ۔ فی الغفران، بخششوں میں۔ كاللثم، لثم، آلودگی گناہ، مثل مضمرہ کے ہیں۔

ترجمہ: اے نفس اپنے گناہوں کے سبب سے جو بہت بڑے ہو گئے ہیں ان کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ الغفران و رحمت کے ہوتے بڑے گناہ بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

شرح:

لہذا ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
بے بسی ہو جو مجھے پریشانی اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں اس وقت تھا کیا ہے
کاش فریاد میرے سن کے یہ لرا کر میں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غمنا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا لولی ہے
کس سعیت میں گرفتار ہے عدم کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ کھ خیر لیجئے میری
کھیں ہے بے تاب یہ بے چینی کا ادوا کیا ہے
یوں ملانک کریں معروض کہ اک مجرم ہے

اس سے پرسش ہے کیا تو نے کیا کیا ہے
 سنا تھا کہ ہے دھڑ اٹھال میں چلی
 ڈر رہا ہے کہ خدا حکم جاتا کیا ہے
 سن کہ یہ عرض میری بزرگرم جوش میں آئے
 یوں ملاجگ کو ہو ایشاد ظہر کیا ہے
 گس کو تم عود آفات کیا چاہے
 ہم بھی تو آ کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
 ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
 اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے
 لو وہ آیا میرا حامی میرا ٹم خوار ام
 آگئی جاں تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

ان مرضی اللہ میرا سے مروی ہے کہ کہاں 9 ہیں:

شُرک باللہ، کُل نفس بغیر حق، قد فحشت، زنا و فحار من الزحف یعنی اسلامی لشکر سے
 بھاگنا، بحر، مال، خیم کھانا، سلطان والدین کی نافرمانی کرنا اور لالہ کرنا۔ اور ایک قول ہے کہ
 ہر وہ مصیبت جس پر اصرار کیا جائے وہی کبیرہ ہے۔ اور ہر وہ مصیبت جس سے استغفار کر
 لیا جائے بغیر وہ ہے۔

اِنْ تَعْلَمِ اللّٰهُمَّ فَاعْلَمِ جَمًّا قَالِي عَد لَكَ مَا الْعَا
 لَعَلَّ رَحْمَةً رَبِّي جِيَنَ يَفْسِفُهَا
 تَاتِي غَلِي حَسْب الْعِضْيَانِ فِي الْقِسْمِ

حل لغات: لعل، حرف ترحی، شاید کہ۔ رحمة ربی، میرے رب کی رحمت۔ جیَنَ
 جب کہ۔ یفسفہا، تفسیر ہو، نکلی، آ جائے۔ علی حسب العصبان، میرے معاصی کی
 تعداد میں۔ علی القسم، میرے حصہ کے اندر۔

کہ ہاتھ مضرب ہو۔ یہ قرار ہو مانتا ہوں اور دھوئی صبر و قلیب سب فنا ہو جاتے ہیں۔ لہذا تیرے نفس مجھ کا رہے۔ عمامہ منہوم بیت اس دعا میں صاف ہے۔ یا لطیف الطف و احسن بعدک الضعیف المعترف بالمعاصی و سلمہ فی الدنیا و الآخرۃ من الشدائد و الافزاع لان بعدک صبرا کانتا متی طلبتہ الایہوال اولاقته بھر صبرہ معہ لکممال ضعیف۔

”اے لطیف! امان ہوں کہ استغاثہ کرنے والے اپنے کمزور بندے پر لطف و کرم فرما اور اسے دیارِ آخرت میں تمام غمخیزوں اور تکلیفوں سے سلامت رکھ، کیونکہ جب تیرے بندہ کے صبر کا مقابلہ خوف و فطرت سے ہوتا ہے تو اس کا صبر انتہائی کمزوری کی وجہ سے میدان چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے۔“

www.nafseelam.com

WWW.NAFSEELAM.COM

فصل خامس عشر

سرکار ابد قراری علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل و اصحاب پر درود و سلام

وَأَتَذُنُّ لِسُحْبِ صَلَوةٍ مِنْكَ ذَاتِمَّةٍ

عَلَى النَّبِيِّ بِمَنْهَلٍ وَمَنْسَجَمٍ

حل لغات: وَاَتَذُنُّ: اور حکم دے۔ لِسُحْبِ: جمع سحاب، اُنہی رحمت کے بادلوں کو۔ صَلَوةٍ: کہ بارش صَلَوةٍ و سلام۔ مِنْكَ ذَاتِمَّةٍ: تیری طرف سے ہمیشہ برساتیں۔ عَلَى النَّبِيِّ: تیرے حبیب نبی عالم پر۔ بِمَنْهَلٍ: انہلال، زوردار بارش، موسلا دھار۔ وَمَنْسَجَمٍ: ازا انسجام روانی، اور بہتے ہوئے۔

ترجمہ: اور رحمت کے بادلوں کو حکم کر کہ وہ صَلَوةٍ و سلام کی موسلا دھار بارشیں نبی رحمت پر ایسی کریں کہ ہمیشہ جاری رہے۔

شرح: یعنی حضور ﷺ پر قیام قیامت تک رحمت کے بادل درود و سلام کی بارشیں کرتے رہیں۔

وَالْأَلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِينَ لَهُمْ

أَهْلِي التَّقَى وَالنَّقَى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

حل لغات: وَالْأَلِ، اور ان کی آل پر۔ وَالصَّحْبِ، جمع صحابی اور اصحاب کرام پر۔ ثُمَّ التَّابِعِينَ لَهُمْ، اور تابعین پر۔ أَهْلِي التَّقَى وَالنَّقَى، جو پرہیزگاری کے اہل ہیں۔ وَالنَّقَى، اور برگزیدہ۔ وَالْحِلْمِ، اور حلم میں۔ وَالْكَرَمِ، اور شرافت مآب۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے آل و اصحاب اور تابعین پر رحمت فرما جو پرہیزگار، برگزیدہ، اوصاف تحمل و شرافت والے ہیں۔

مَا رَنَحْتُ عَذَبَاتِ الْبَانَ رِيحَ صَبَا وَاطْرَبَ الْعَيْسَ حَادِي الْعَيْسِ بِالْنِّعَمِ

حل لغات: مارنحت، مادامت بمعنی حرکت و امالت، جب تک ہلاتی رہے۔
عذبات، جمع عذبة یعنی، ڈالی، ڈالیاں، البان، شجرۃ البان۔ درخت بان کی، ریح
صبا، باد صبا، واطرب العیس، اور جب تک خوش کرتا رہے ساربان اونٹوں کو۔ حادی
العیس، اونٹ ہانکنے والا۔ بالنعیم، جمع نفع، اپنے نعمتوں سے۔

ترجمہ: تیری رمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک باد صبا درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے
اور جب تک اونٹوں کو شربان اپنے نعمتوں سے مست کرتا رہے۔

شرح: علیہ میں ہے کہ ریح چار ہیں صبا سے ہی قبول کہتے ہیں۔ ابن خلکان میں ہے
کہ ریح صبا نے رب عز وجل تبارک و تعالیٰ عز اسمہ سے اجازت طلب کی کہ یعقوب علیہ
السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچائے قبل اس کے کہ بشر قیص لے کر پہنچے تو اسے
اجازت دی گئی۔ اسی بناء پر باد صبا ہر محزون و فکین کو مسرور کرتی ہے۔ اور بدلوں کو تروتازہ
کرتی ہے دوسری قسم کا نام جنوب ہے یہ ہوا اردوں کو جمع کرتی ہے۔ اور اسی ہوا سے گھوڑے
پیدا ہوتے ہیں۔ حاکم نے تاریخ غیثا پوری میں ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
حضور ﷺ سے راوی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ خلق خیل فرمایا تو ریح جنوب کو حکم دیا
کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ لہذا جمع ہو کر وہ جمع ہوئی اور جبریل حاضر ہوئے اور
اس سے ایک قبضہ لیا۔ پھر اللہ نے فرمایا: ہذہ قبضتی ثم خلق فرسا کمیتاً یہ قبضہ
ہے پھر اس سے کیت گھوڑے پیدا فرمائے پھر فرمایا میں نے تجھے گھوڑا بنایا اور عربی کیا۔ اور
تجھے تمام چار پایوں پر فضیلت دی۔ اور تیسری قسم شمال ہے۔ اور چوتھی قسم دیور ہے یہ دونوں
ہوائیں ایسی ہیں کہ ان سے بنیادیں اکھڑ جاتی اور درخت اڑ جاتے ہیں۔ اس کو ریح عقیم اور
ریح عائف اور صرصر بھی کہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اور جہاں
قرآن کریم میں لفظ ریح آیا ہے۔ اس سے مراد ریح دیور ہے۔

عیس عربی میں تو مند اونٹ کو کہتے ہیں۔ اور حادی العیس اونٹ ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ختم قصیدہ بالغنم پر فرمانے میں یہ لطافت بھی ہے کہ قاری قصیدہ کو قراءت قصیدہ نذر کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے کہ یہ اشعار ہیں اور اشعار کو سخن کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

شارح خرپوتی رحمہ اللہ نے انتقام پر فرمایا کہ بعون الملک العلام اس شرح سے رمضان المبارک 1242ھ میں فارغ ہوا۔ اور بحمدہ تعالیٰ فقیر حقیر اس خدمت عظمیٰ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض باطنی کی مدد سے آج گیارہ رمضان المبارک 1359ھ بروز روح افزا دوشنبہ 14 اکتوبر 1940ء کو فارغ ہوا۔

والحمد لله رب العالمین وصلى الله تعالى على سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين وسلم تسليما كثيرا۔

اس شرح عربی پر مندرجہ ذیل علماء کرام نے تقاریض فرمائیں۔ افاضل عصر امثال جہانزہ مصر استاذ العلام جہد الفہام ذوالالیف المفیدہ والحصانف الجیدہ مولانا شیخ محمد ابراہیم باجوری قدس سرہ العزیز۔
امام الاکمل ہمام الامثل مولانا شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ عمدۃ الفاضل جمع بین الفضائل والافاضل مولانا شیخ محمد الامیراشی رحمۃ اللہ علیہ۔

Nafse Islam

عرض فقیر

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندہ گنہگارم
 يلوح الخط في القراطيس دهرًا و كاتبه رميم في التراب

پیش میرزا بیچ مدان راجی رحمۃ الرحمن
 ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
کی شہرہ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلاویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر درمنثور جلد 6

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور